June
1918

عنوان U S A

1531

۹۵۶/۲۵

۳۰ [illegible] ۱

اخبار [illegible]

سالف

تا [illegible]

[illegible]

[illegible]



جناب نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرامگاہ

اخبار الصنادید

جلد دوم

نواب سید محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر کی مسند نشینی

جس دن سے نواب سید غلام محمد خان کعبۃ اللہ کو روانہ ہوے یہ تھوڑے دِن بنارس مین پھر لکھنٔو مین رہے اپنے مقدمے کی پیروی کے واسطے کلکتے کے سفر کا بھی اتفاق ہوا آخر آخر گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے ڈپٹی کلکٹر ہوگئے۔ جب نواب سید احمد علیخان بہادر نے انتقال کیا تو اُنکے صرف ایک دختر شمسہ تاجدار بیگم باقی تھی جسکی مسند نشینی گورنمنٹ انگلشیہ نے نامنظور کی۔ مسٹر فرنسنس رڈ ئنس قائم مقام ایجنٹ ریاست و کمشنر قسمت روہیلکھنڈ نے خاندان نواب سید فیض اللہ خان سے نواب سید محمد سعید خان کو کہ اُسوقت بدایون مین ڈپٹی کلکٹر تھے مستحق مسند نشینی جانکر سر چالس مٹکاف صاحب کو جو ممالک ماتحت آگرہ کے لفٹنٹ گورنر تھے رپورٹ کی اُنھون نے لارڈ آکلینڈ صاحب گورنر جنرل ہند سے منظوری چاہی۔ چونکہ لارڈ موصوف خاندان رام پور کے حالات سے بخوبی

واقفیت رکھتے تھے اُنھون نے فی الفور نواب سید محمد سعید خان بہادر کو والی رامپور تسلیم کیا۔ اور ۲۱ جمادی الاخری ۱۲۵۶ھ ہجری مطابق ۲۰-اگست ۱۸۴۰ء کو صاحب کمشنر نے نواب سید محمد سعید خان کو مسند نشین کیا نواب صاحب کے جلوس کی تاریخ اس مصرع سے نکلتی ہے مصرع

آب رفتہ باز در جو آمدش

حکیم احمد خان فاخر نے جلوس نواب محمد سعید خان بہادر سے بھی تاریخ مسند نشینی نکالی ہے۔

از حکیم مومن خان دہلوی

رام پور اک زمان ممتد سے	تیرے مقدم کا تھا تمنائی
جب پذیرا ہوئی دعاے دیار	اے سراپا قبول والائی
یعنی اس مُلک کے نصیب کھلے	تیرے قدمونپہ کی جبین سائی
تیرے خدام کے نصیب ہوئی	حکم رانی و کار فرمائی
تجھکو شائستہ کرسی عزت	تجھکو زیبا سریر آرائی
مین ہوا گرم فکرِ سال جلوس	ناگہان غیب سے صدا آئی
کہ محمد سعید خان کو ملی	ورثۃً صدر کام آبائی
اس وسادے پہ تجھکو بٹھلا کر	مین نے تاریخ کی روش پائی

۱۲-اگست ۱۸۴۰ء کو ایک عہد نامہ نواب سید محمد سعید خان بہادر سے لکھوایا۔

ترجمۂ اقرار نامۂ مقبولۂ نواب سید محمد سعید خان بہادر

حسب الحکم گورنر جنرل صاحب کے رامپور کی حکمرانی مجکو ملی ہے اسواسطے

مین اقرار کرتا ہون کہ میری حکومت کے متعلق معاملات معدلت کے ساتھ انصرام پائینگے اور کل پٹھان اور توابعین جس طرح ابتک رہے ہین آیندہ بھی اُسی طرح بسر کرینگے اور اُنکی اُسی قدر پرورش ہوگی جیسی ابتک ہوتی تھی اور مین اپنے نیک رویہ سے اُنکو راضی اور خوش رکھونگا اور خاندان اور دوسرے رشتہ دارونکے مواجب کے بارے مین جو طریقہ ابتک رہا ہے بدستور جاری رہیگا اور میری دوستی اور محبت مین دختر اور بیوۂ نواب سید احمد علیخان مرحوم کیجانب کبھی فرق نہ پڑیگا اور اُنکے واسطے مین مشاہرہ حسب تفصیل ذیل مقرر کرتا ہون

دختر نواب مرحوم۔	ال	ماہواری
صاحب محل۔	۱۰۰/	”
ممتاز محل۔	۱۰۰/	”
چودھرائن۔	۲۰/	”
ڈیوڑھی بالاخانہ۔	۲۰/	”
دھاری کھانڈ۔	۲۰/	”
والدۂ شیدا علیخان پسر متوفی نواب مرحوم۔	۱۵/	”
والدۂ دختر نواب مرحوم۔	۲۰/	”
کلو خانم۔	۵/	”
بڑی ننھو خانم۔	۵/	”
بڑی مدھ متی۔	۵/	”
چار گانے والی عورتین۔	۵/	”

قانون و معدلت۔ اور انتظامات مُلکی و فوجی۔ اور تعمیرات

نواب سید محمد سعید خان بہادر کے ہمراہ دو شخص شاہ محمد خان ساکن مراد آباد اور حکیم سعادت علیخان ساکن آنولہ بھی آئے تھے اور یہ دونوں دانش طبعی و عقلی سے آشنا تھے جوہر متانت اور مزاج دانی کی قابلیت رکھتے تھے۔اول جملہ اہل خاندان نے نذرین دکھائین۔ پھر ارباب فوج اور معززان شہر کی نذرین ہوئین۔ شاہ محمد خان مخاطب بہ نیابت ہوے اور حکیم سعادت علی خان فوج کے جنرل۔ نواب صاحب نے اُصُول ریاست عمدہ قائم ورلائق اور نادر اہلکار جمع کیے تمام کاروبار ریاست بذات خود صبح کے چار بجے سے رات کے گیارہ بجے تک کرتے تھے۔

آہستہ آہستہ تمام خوانین و سرکردگان کو نیست و نابود کر دیا اُن کے بازو اس طرح توڑے کہ ہلنے کے قابل نرہے دربار مین حاضر ہو تنخواہ نقد لو گھر ون مین بیٹھے باتین بنایا کرو۔ افسر و نیز فوج کو نہ چھوڑا ملازمان فوج کی رسالہ بندی ہوئی پلٹن اور توپخانے کا انتظام کیا گیا وردی مقرر ہوئی افسران قواعددان مامور کرکے قواعد سکھائی گئی کچھ دنون عربی الفاظ سے قواعد ہوئی پھر زبان انگریزی مین اور ۱۸۴۲ء مین آپکو چار توپین انگریزی سرکار نے عطا کین۔ صاحبزادہ سید عبد العلی خان عرف منجھلے صاحب اپنے حقیقی بھائی کو ابتداءً علاقہ سینگنن کھیڑے کا تحصیلدار کیا اور سید حفیظ اللہ خان عرف چھوٹے صاحب علاقہ نگریا کے تحصیلدار ہوے۔ خانزادہ معز اللہ خان تحصیلداری بلاسپور پر مامور ہوے اور محمد عظیم اخونزادہ جسکے متعلق علاقۂ اکبر آباد تھا اور اس کے

بہت سے رشتہ دار جو عہد نواب سید احمد علیخان بہادر سے اُس علاقے پر دخیل کار تھے اور سرکاری محاسبہ و مطالبہ رکھتے تھے مقید کیے گئے۔ عظیم اخونزادے سے نوابصاحب کو دلی رنجش تھی چھلپی رام ونواری لال وغیرہ متعلقین ڈھونکل سنگھ کو جو روز قتل ڈھونکل سنگھ سے بلا میعاد مقید تھے رہا کیا۔ تحصیلات۔ عدالتہاے دیوانی و فوجداری و مرافعہ و پرچہ اخبار مقرر کیا خاص اپنے محکمہ کا نام صدر قرار دیا پہلے یہ محکمے بالکل نہ تھے ۱۲۸۱ھ میں ایک کوتوالی اور اُسکے ماتحت خاص شہر مین سولہ تھانے مقامات ذیل مین قائم کیے اور وہ اس طرح مشہور کیے گئے (۱) تھانہ چوک ترپولیا۔ (۲) تھانہ ٹکٹی چھپانی (۳) تھانہ عثمان خان (۴) تھانہ راجدوارہ (۵) تھانہ کنڈہ (۶) تھانہ خٹکان (۷) تھانہ بزریہ فتح علیخان (۸) تھانہ احمد خان زرزڑ (۹) تھانہ پاکھڑ منور خان (۱۰) تھانہ نالہ پار (۱۱) تھانہ بزریہ مُلا ظریف (۱۲) تھانہ گنج (۱۳) تھانہ باغ شاہ بیگم (۱۴) تھانہ گاؤخانہ وغیرہ۔

وقت دربار و رپورٹ خوانی قبل از طلوع آفتاب مقرر کیا۔ کچھ دنوں رپورٹ کے احکام پر صاحبزادہ سید کاظم علیخان دستخط کرتے رہے اور پھر صرف سررشتہ دار صدر کے دستخطوں سے کارروائی ہوتی تھی شاہ محمد خان نائب ریاست نے ۱۲۸۵ھ ہجری مین انتقال کیا تو منجھلے صاحب ہزار روپے ماہوار پر نائب ریاست اور اُنکے بڑے فرزند سید عباس علی خان تحصیلدار سینگن کھیڑہ مقرر ہوے اور سید عنایت علی خان فرزند ثانی تحصیلدار لانبا کھیڑہ کیے گئے منجھلے صاحب نہایت محتاط تھے واجب الطلب مین کسی کی رعایت کرنے والے نہ تھے اور باخبر اہلکار تھے اور

ایک ایک رقم مندرجہ دفتر پر گرفت کرتے تھے باوجود ان سب باتون کے جو کچھ کرتے تھے نواب کی خیر خواہی سمجھ کر کرتے تھے اور خزانہ سرکاری مین داخل کرتے تھے۔ دقائق سیاق اور حقائق حساب مین بے نظیر تھے محاسبون کے کاروبار مین باریکیان نکالتے تھے یہ بات بھی قابل تحریر ہے کہ انتظام کے بہت سے جزئیات منجھلے صاحب کے نکالے ہوے تھے اور بے شک اُنھون نے کاغذات کی چھان بین اور انتظام دفتر مین بڑی عرقریزی کی مگر اتفاق تقدیری ہے کہ اُنکا کوئی نام بھی نہین جانتا جس عمدہ انتظام کا ذکر آتا ہے نواب سید محمد سعید خان کا نام پکارا جاتا ہے۔

نواب سید احمد علیخان بہادر کے عہد کا ایک رقعہ تعدادی ایک لاکھ روپیہ کا بصیغہ عنایت اسمی دھوکل سنگھ دیوان جانکی پرشاد کا لکھا ہوا دفتر سے برآمد ہوا۔ منجھلے صاحب دیوان پر معترض ہوے کہ یہ رقعہ تمھارے ہاتھ کا تحریر ہے۔ دیوان نے کہا کہ اسکی وجہ اسی رقعہ مین تحریر ہے ہر چند رقعہ پڑھا کوئی وجہ معلوم نہوئی آخر خفا ہو کر کہا کہ صاف جواب دو دیوان نے کہا کہ پشت رقعہ ملاحظہ کیجیے۔ دیکھا تو ایک گوشے پر لفظ لا دوسرے پر چا تیسرے پر صرف ر چوتھے پر م تحریر ہے جسکے جمع کرنے سے لاچارم بنتا ہے منجھلے صاحب اُس رقعہ کو مع دیوان جانکی پرشاد نواب صاحب کے پاس لیگئے نوابصاحب نے حقیقت حال دریافت کی دیوان نے عرض کیا کہ دھوکل سنگھ حاکم جابر تھا۔ نواب سید احمد علیخان بہادر کے مرض الموت کے ہنگام مین اُس نے یہ رقعہ بکمال تہدید و تنبیہ سے لکھوالیا مین نے لاچار ہو کر اور اُس کی آنکھ بچا کر یہ الفاظ تحریر کر دیے نوابصاحب دیوان کی

اِس چالاکی سے نہایت خوش ہوے اور کچھ مواخذہ نہ کیا اور فرمایا کہ یہان وہ مثل صادق آئی کہ ہنڈی لکھی توپ پر بیٹھ کے۔ کہان ہین وہ لوگ جو کہتے ہین کہ نوکر وفادار جبھی ہوتا ہے جب اُسکے خیالات اور حالات اور اعتقاد بھی آقا کے ساتھ ایک ہو جائین وہ آئین اور اس دیوان کے حالات سے سبق پڑھین کہ سچے مذہب والے وہی لوگ ہین جو اپنے آقا کی خدمت صدق و یقین سے بجا لائین بلکہ جتنا صدق و یقین مذہب مین زیادہ ہوگا اُتنی ہی وفاداری اور جان نثاری زیادہ صدق و یقین کے ساتھ ہوگی۔

محمد عظیم اخونزادہ کارندۂ نواب سید احمد علی خانصاحب کو صاحبزادۂ سید عنایت اللہ خان نے اپنی ضمانت پر رہا کرا دیا بعد رہائی اُس کا انتقال ہوگیا عبد الرحیم خان وغیرہ بعد وصول زر مطالبہ بہ نیلام جائداد جلاوطن کیے گئے۔ چونکہ منجھلے صاحب کو کار نیابت کی کثرت تھی اِس لیے صاحبزادہ سید عنایت علیخان انکی پیش دستی مین مقرر ہوے اور اُن کے انتقال کے بعد صاحبزادۂ سید عباس علیخان اُن کی جگہ مامور کیے گئے۔

تمام شہر خام تھا نواب صاحب بہادر کے حُسن انتظام سے اکثر عمارتین پختہ بننگئین لنگی اور کھیس اوڑھنے کا دستور تھا اس عہد مین رومال اور دوشالے اوڑھنے لگے شہر مین قیمتی اسباب کا نام نہ تھا اب اجناس بیش قیمت بازارون مین آنے لگین ملک اِس قدر ویران ہوگیا تھا کہ جس سال یہ مسند نشین ہوے تھے چار لاکھ اکیس ہزار تین سو سترہ روپے بارہ آنے کی آمدنی ہوئی تھی جس مین سے پرگنات کی نکاسی دو لاکھ ۹۱ ہزار سہ سو ۳۳ روپے ۱۲ آنے ہوئی تھی نواب سید محمد سعید خان

نوابی حاصل ہونے سے پہلے ضلع بدایون مین ڈپٹی کلکٹری پر انگریزی سرکار کے
ملازم تھے اسوجہ سے اُنکو انگریزی قواعد کے موافق مالی کام مین پوری مداخلت
ہوگئی تھی پس اُن کے حسن انتظام سے روز بروز آبادی بڑھتی گئی حاصل مُلک ہرسال
افزون ہوتا گیا چنانچہ سنہ ۱۲۵۱ فصلی (مطابق ۹ ستمبر سنہ ۱۸۴۳ء لغایت ۲۶ ستمبر سنہ ۱۸۴۴ء)
مین آٹھ لاکھ ترانوے ہزار تین سو اٹھانوے روپے آٹھ آنے کی آمدنی ہوئی جسمین سے
چھ لاکھ ساٹھ ہزار دو سو پینتالیس روپے پونے پانچ آنے آمدنی مال یعنی پرگنات کی
نکاسی تھی باقی رقم سوائی کی آمدنی اور سنہ ۱۲۶۲ فصلی (مطابق ۷ ستمبر سنہ ۱۸۵۴ء سے
۲۶ ستمبر سنہ ۱۸۵۵ء تک) مین پرگنات کی نکاسی دس لاکھ اُنچاس ہزار چار سو
باسٹھ روپے ہوئی تھی۔

عہد نواب سید احمد علی خان بہادر مین شہر کے بازارونکی حالت نہایت
خراب تھی گو دروازۂ قلعہ نواب سید فیض اللہ خان بہادر سے بازار صاحبزادہ
سید نیاز علی خان تک دوکانین پختہ تھین مگر سائبان کہین چھپر کے تھے کہین
کھپریل کے تھے اور سڑک بھی تنگ اور دوکانین پست تھین۔ اِنکے عہد مین
بازار لوٹا چھتین بلند کی گئین سائبان موقوف ہوگئے۔ جن بازارومین سڑکین نہ تھین
کیچڑ اس قدر ہوتی تھی کہ گذر دشوار تھا۔ علے الخصوص چند مقامات مشہور تھے۔
نواب سید محمد سعید خان بہادر نے بیلدار مقرر کراکے کیچڑ بالکل موقوف کرادی۔
جس سے چلنے والونکی تکلیف رفع ہوگئی۔ مولوی عبد القادر صدر الصدور مرادآباد
جنکا عرف مولوی عبد القادر چیف ہے جب یہان آکر نوکر ہوے تو راستے صاف پائے
نواب صاحب سے کہا کہ بہت افسوس کا مقام ہے کہ آپ نے اپنی ریاست مین

وہ کیچڑ تین جو صاحبزادۂ سید سعادت علی خان اور صاحبزادۂ سید نیاز علی خان اور صاحبزادۂ سید احمد یار خان کے مکانات کے متصل نواب سید فیض اللہ خان کے عہد سے مشہور و معروف چلی آتی تھین بالکل موقوف کرادین ضرور تھا کہ کچھ نشان افتخار کھا جاتا۔ نوابصاحب اس لطیفے پر بہت ہنسے اور کہا کہ فی الواقع ہم سے غلطی ہوئی ہم اسکے معترف ہین۔

نوابصاحب کی قدردانی سے جو باکمال اور قابل لوگ ریاست مین جمع ہوے اُن مین سے چند کا حال تو تم پڑھ چکے اب بڑی ناانصافی ہوگی کہ ہم شیخ وجیہ الزمان خان ابن منعم الزمان خان متوطن قصبۂ فرخ آباد عرف چلاوان مضافات لکھنؤ کا تھوڑا تذکرہ نہ کرین یہ صاحب آگرہ مین محکمۂ صدر کے سرشتہ دار تھے نواب سید محمد سعید خانصاحب بہادر سے آگرے کی واقفیت تھی جب نواب موصوف زینت افزاے مسند ریاست ہوے تو چند روز کے بعد اس قابل آدمی کو بھی اُنھون نے طلب فرمالیا اور ریاست کا عہدۂ سفارت درمیان سرکار انگریزی اور ریاست کے اُنکے تفویض فرمایا جو نہایت اہم اور رازداری و اعتماد کی خدمت تھی۔

نوابصاحب مذہب امامیہ رکھتے تھے ایک امام باڑہ کوٹھی خورشید منزل کے متصل تعمیر کرایا اور علمہاے نقرئی و طلائی اور ضریحین اور چند دیگر تبرکات اُس مین رکھے اور اُنکی زندگی تک مجالس عزا اُسی امام باڑے مین ہوتی رہین شیعہ اور سُنّی ہونا اور بات ہے مگر جھگڑا برا ہے کیونکہ بات ایک ہی ہے تنگ چشم کم حوصلہ سخن پرور ضدی اور جھوٹے پلاؤ خور خواہ مخواہ جھگڑے پیدا کرتے ہین نوابصاحب بھی اگر مذہبی جھگڑالو ہوتے تو وہ رامپور مین اُس وقت آسانی سے

نوابی نکر سکتے کیونکہ ابھی روہیلونکی تلوارمین آب باقی تھی اور اُنکے جنازے کی نماز تو اہل سُنت کیون ٹرھنے لگے تھے۔ جو لوگ مذہب مین اُنسے مخالفت رکھتے تھے اُنکے سامنے کبھی ایک لفظ اس قسم کا زبانپر نہین آنے دیتے تھے۔ ایک لکھنوی شیعہ کی زبان سے جو نوابصاحب کے دوستون مین شمار ہوتے تھے اس قسم کی بات نکل گئی جس سے اہل سنت کی دل آزاری متصور تھی نوابصاحب نے اُن سے کہا کہ کیا آپ میری ریاست مین فتور ڈالنا چاہتے ہین اور فوراً اُن کو علٰحدہ کردیا نہ وہ وقت ایسا تھا اور نہ نوابصاحب کی عادت ایسی تھی کہ اُنکے مذہبی خیالات اُنھین عداوت اور کینہ وری اور انتقام کے درجے پر پہونچا دیتے جب اہل سنت نے اُنکی حکومت کا جوا اپنے کندھونسے اُتار دینے کی کوشش نہ کی۔ گو انگریزی مدد آخر مین روہیلونکو نیچا دکھادیتی مگر نوابصاحب اور اُن کا خاندان روہیلونکے ہاتھ سے صحیح و سلامت باقی نرہتا اُنکی احتیاط ہی کا اثر تھا کہ اہل سنت اُنکی صحبت مین خوش بیٹھتے تھے اور خوش ہوکر اُٹھتے تھے مذہب کا اختلاف جسنے ہزارون لاکھون آدمیون کو گروہ باندھ کر ایک کو دوسرے کے لہو کا پیاسا کردیا ہے نہایت خفیف اور اعتباری فرق ہے اور اس اختلاف مین زیادہ کاوش کرین تو بنی آدم یعنی ایک دادا کی اولاد مین تلوار درمیان مین آجاتی ہے اور بہشت اور دوزخ کا فرق پڑجاتا ہے حالانکہ جھگڑا فقط اتنی بات پر ختم ہوسکتا ہے کہ خیر تمھاری رائے یہ ہو ہماری رائے یہ ہے

آغاپور کے متصل سواران جنگی کیلیے لین تیار کرائی اور شکارگاہ جو بریلی دروازے کے متصل ہے اُس مین خاص رسالے کی چھاؤنی مقرر کی اور باغ بے نظیر کے متصل

ترک سوارونکی لین تیار کرائی اور دروازہ ترپولیا کے سامنے چوک نکالا دونون جانب دو دکانین درست کرائین۔ دو کانون کے عقب مین جانب جنوب اصطبل سرکاری اور بگھی خانہ بنوایا۔ موتی مسجد تعمیر کروائی۔

ریاست کا سب علاقہ خام تحصیل تھا۔ صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان کی رائے سے تجویز ٹھیکہ قرار پائی۔ اور ٹھیکہ دیا گیا۔ ٹھیکہ کی میعاد دس برس مقرر ہوئی۔ ٹھیکے کا طریق یہ قرار پایا کہ جب درخواست کسی موضع یا کئی مواضعات کی گذری اُس کا دہ سالہ کاغذ دیکھا گیا۔ تحصیلدار محال سے رائے طلب ہوئی اگر بیشی کی درخواست گذری اشتہار میعادی ایک ماہ کا جاری ہوا اگر اور اضافہ نہوا تو بقدر نصف جمع کے مستاجر یا ضامن کی جائداد مکفول ضمانت کر لی اور پھر اُس کا اشتہار ہوا کہ اگر کسی کو اس جائداد مین دعوے ہو تو اپنا عذر پیش کرے انقضائے میعاد کے بعد سرکار سے پٹہ دیا گیا۔ اور مستاجر کو دخل دلایا گیا۔ اگر تا میعاد بندوبست زرسرکاری قسط بہ قسط سال بہ سال وصول ہوتا رہا تو بدستور ورنہ جائداد مکفولہ سے یا مستاجر کی جائداد سے زرسرکاری کی سبیل کرائی جاتی تھی اور اکثر ٹھیکہ خاندانیون یا ساہوکارون یا بقالون کے نام جو نمود کے آدمی ہوتے تھے ہوتا تھا۔ چنانچہ صاحبزادہ سید عنایت اللہ خان۔ صاحبزادہ سید معالی خان (عرف مالی خان) صاحبزادہ سید کلن خان۔ صاحبزادہ سید کاظم علی خان اور نواب سید یوسف علیخان بہادر ولی عہد وغیرہ مستاجر تھے فرداً فرداً ایک ایک موضع کا بندوبست بہت کم ہوتا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد نواب صاحب نے پُرانے بندوبست کو توڑ کر علاقے کے چھ حصّے کیے یہ ہر حصّہ تحصیل کہلانے لگا اور ہر حصّے پر سو روپے ماہوار کا ایک تحصیلدار مقرر کرکے تمام ملکی انتظام اُسکے سپرد کیا تحصیلوں کے نام۔ حضور تحصیل۔ خاص تحصیل۔ شاہ آباد۔ ملک۔ بلاسپور اور سوار ہین ہر تحصیل مین ایک تھانہ پولیس کے انتظام کے واسطے مقرر کیا جسکا افسر تھانہ دار کہلاتا تھا۔ صرف ڈھکیا کے واسطے علٰحدہ پولیس کی چوکی مقرر ہوئی اور اُس کا ملکی انتظام تحصیل شاہ آباد سے متعلق سمجھا جاتا تھا۔

عہد نواب سید فیض اللہ خان بہادر سے عہد نواب سید احمد علیخان بہادر تک کوئی اِس قسم کا کاغذ یا رجسٹر نہ تھا جس سے یہ معلوم ہو کہ ریاست مین کس قدر معافی دار ہین اور وہ معافیان کس کس کی عطیہ ہین لہذا اُسکی تحقیقات کے لیے محکمہ جداگانہ مقرر کرکے صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان کے متعلق کر دیا اور اشتہار جاری ہوے کہ سب معافیدار اپنی اپنی سند معافی حاضر کرین چنانچہ معافی دارون نے اپنی اپنی سند داخل محکمہ کی اور رسید سند کی حاکم کے مہر و دستخط ثبت ہو کر معافی دار کو دی گئی صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان ہر ایک معافی کی تحقیقات جُدا جُدا علٰحدہ نمبر پر کرکے تکمیل مثل کے بعد اپنی رائے معافی یا ضبطی کے بارے مین لکھکر نواب صاحب بہادر کے پاس صدور حکم کیلیے بھیجدیتے۔ وہان سے جو حکم آتا اُسکی تعمیل اُن کے محکمے سے ہو جاتی۔ چنانچہ رجسٹر معافیات جملہ معافیداران دوامی و تاحین حیات و متعلقات مسجد و تکیہ داران وغیرہ مرتب ہو گئے اور کسی قدر معافیات جنکی تحقیقات کسی مصلحت سے

ملتوی ہو گئی تھی عہد نواب سید کلب علیخان مین اُسکی تکمیل ہوئی۔

بیگمات نواب سید احمد علی خان کی نواب سید محمد سعید خان سے ناچاقی ہو کر گورنمنٹ انگریزی تک مقدمہ بازی ہونا۔ آخر کار صفائی ہو جانا شمسہ تاجدار بیگم کی سید مہدی علیخان کے ساتھ شادی ہونا

گو نواب سید محمد سعید خان مسند نشین تو ہو گئے اور اول نواب سید احمد علیخان کی بیگمات نے رضامندی ظاہر کر دی تھی مگر پھر بہت جلد اُنھون نے نواب سید محمد سعید خان سے مخالفت پیدا کر لی اور اجنٹی مین اُنکی شکایات کی عرضیان بھیجین بیگمات نے اپنے عرائض مین بیان کیا کہ نواب سید محمد سعید خان ہمکو تکلیف دیتے ہین اُن کو ریاست سے علٰحدہ کر دیا جائے یہ ریاست تو نواب سید احمد علیخان کی بیٹی کا حق ہے۔ دیوار و بنر سے ہمارے محلات مین اینٹین پھکواتے ہین کلو خانم کا بیان تھا کہ ایک اینٹ میرے پانوُن مین بھی لگ گئی ہے بیگمات نے یہان تک خواہش ظاہر کی کہ ہمکو انگریز اجازت دیدین کہ ہم بنارس یا مراد آباد مین رہین۔ نوابصاحب نے یہ جواب دیا کہ اِن بیگمات کا یہانسے چلا جانا ریاست کی بدنامی کا موجب ہے اگر ریاست سے باہر چلی جائینگی تو آیندہ اور خاندانیونکو بھی جُرأت ہو گی اور وہ ذراسی بات پہ بہانہ کرکے باہر چلے جایا کرینگے۔ اور نوابصاحب نے گورنمنٹ کو اس بات پر آمادہ کرنیکے لیے کہ وہ بیگمات کی اس خواہش کو نامنظور کرے گورنمنٹ کے اُن کاغذات کی

نقلین بھی اپنی تحریر کے ساتھ بھیجین جن مین گورنمنٹ نے ریاست کو
یہ لکھا تھا کہ اگر خاندانی اطاعت نکرین اور ریاست مین نہ رہین تو انکی تنخواہین
مسدود کرلی جائین۔ ان تحریرات کے بعد کمشنر نے نواب صاحب کو لکھا
کہ اگر یہ بیگمات آپسے مخالفت کرکے چلی جائین تو انکی تنخواہ بند کرلی جائے اور
بیگمات کو بھی سمجھایا کہ رئیس کی مرضی سے باہر نہ ہونا چاہیے اور ریاست سے
کہین باہر نہ جانا چاہیے اور نواب سید محمد سعید خان رئیس ہوچکے ہین اب وہ
ریاست سے علیحدہ نہین ہوسکتے۔ بیگمات کو جو تحریر کمشنری سے آتی وہ
ریاست کی معرفت آتی تھی۔ نواب سید احمد علیخان کی بیٹی بھی شادی کے قابل
ہوگئی تھین۔ صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان نے نواب سید محمد سعید خانسے کہا
کہ بفضل الٰہی ریاست و دولت اس ملک کی آپکو ملی۔ نواب سید احمد علی خان
بہادر کی بیٹی مجکو عطا ہو کہ اُس سے مین اپنے بیٹے کی شادی کردون نوابصاحب کو
یہ منظور تھا کہ اپنے ولی عہد کے ساتھ اُس کا عقد کردین تاکہ آیندہ سب خرخشونکی
راہ مسدود ہوجائے۔ لیکن صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان کی ہٹ ایسی نہ تھی
کہ اُسے پورا نکرتے۔ ناچار قبول کیا مگر یہ کام بالکل نواب صاحب کے قابو مین نہ تھا
بیگمات سے اور اُن سے مخالفت تھی گورنمنٹ مین نالشین ہورہی تھین نواب بھی
عقل کے پتلے ہمت کے پہاڑ اور تدبیر کے دریا تھے اُنھون نے یہ تدبیر نکالی کہ
صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان سے ایک عرضی اس مضمون کی لے کر کہ "نواب
سید احمد علی خان نے وصیت کردی تھی کہ میری بیٹی کی شادی سید مہدیعلیخان
ولد صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان سے کی جائے لہٰذا اُن کی وصیت کے مُوافق

دختر نواب موصوف کی شادی میرے بیٹے سے کرادینی چاہیے اور اُس صاحبزادی کی تنخواہ اُسکی ماں بیجا صرف کرتی ہے اُس کا حساب لیا جائے" اپنی تحریر کے ذریعہ سے کمشنری کو بھیجدی کمشنر نے نواب سید احمد علی خان کی بیگم کو ریاست کی معرفت تحریر کیا کہ لڑکی کی تنخواہ بیجا خرچ نکرنا چاہیے اور اُس کا حساب نوابصاحب کو سمجھانا چاہیے جب اتنے دباؤ سرکار انگریزی کیطرف سے بیگمات پر پڑے اور نواب سید محمد سعید خان بہادر نے بھی اُن کی دلجوئی کی۔ تو باہم صفائی ہوگئی۔ اور ایک قرارنامہ شمسۃ تاجدار بیگم کی والدہ نے ۱۲۵۹ ہجری مین اس مضمون کا تصدیق کرادیا کہ مین نے مصارف شادی کیلیے ایک لاکھ روپے وصول پائے۔ پچاس ہزار روپے تو مجوزہ راہنس اسفصاحب ہین اور پچاس ہزار روپے نوابصاحب نے اپنی عنایت سے دیے ہین ان عنایتی پچاس ہزار روپیون مین سے تیس ہزار مکان کیلیے اور بیس ہزار جہیز کیلیے دیے ہین۔ ماہ رجب ۱۲۵۹ ہجری تک لڑکی کی شادی سید مہدیعلیخان خلف صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان سے کرونگی اگر ایسا نکرون تو ایک لاکھ روپیہ مجکو واپس کرنا ہوگا اور ایک سادہ کاغذ پر پچاس ہزار روپے کی رسید شمسۃ تاجدار بیگم کیطرف سے بھی لکھوائی گئی بیگمات نے گورنمنٹ مین نواب سید محمد سعید خان کی بہت شکرگذاری اور تعریف لکھی اور لکھا کہ اُنھون نے وہ مہربانی کی ہے کہ اگر نواب سید احمد علی خان بہادر زندہ ہوتے تو اسی قدر کرتے اور ہم اُنسے بہت خوش اور آرام سے ہین۔ بعض مغویونکے بہکانے سے ہمنے اُنکی شکایات کی تھین ہمکو اُن سے کسی طرح کی تکلیف نہ تھی۔ بعد اسکے صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان کے منجھلے فرزند سید مہدی علی خان کے ساتھ شمسۃ تاجدار بیگم کی

شادی کردی گئی یہ کام جیسا کہ نواب صاحب کی دوراندیشی کے خلاف
واقع ہوا تھا ویسا ہی اُن کو بلکہ اُنکے جانشینون کو بھی تکلیف پہونچاتا رہا کیونکہ
انہی شمسۂ تاجدار بیگم بنت نواب سید احمد علی خان بہادر کے حقوق کی قوت پر
ہمیشہ سید مہدی علیخان اور اُنکے بیٹے بلکہ خود شمسۂ تاجدار بیگم رئیسان وقت کی
شکایات گورنمنٹ انگریزی مین کرتے رہے۔

گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے نواب صاحب کو اُن خاندانیونکی تنخواہ کی مسدودی کا اختیار مل جانا جو اُنکی اطاعت سے انحراف کرین

نوابصاحب نہایت دوراندیش تھے اُنھون نے ارباب خاندان مین سے
جو شخص رئیس کی اطاعت سے منحرف ہو اُسکی تنخواہ دینے اور ندینے کا اپنے اور
اپنے جانشینون کیلیے گورنمنٹ سے حکم حاصل کرلیا اس باب مین جو مُراسلہ
ہنری ہڈکاک صاحب ایجنٹ ریاست و کمشنر روہیلکھنڈ کا نوابصاحب کو
موصول ہوا تھا اُسکی نقل یہ ہے۔

نوابصاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمائے مخلصان سلمہ اللہ تعالےٰ

بعد شوق ملاقات محبت آیات کہ مزیدے بران متصور نباشد مشہود ضمیر
خلت تخمیر باد پیشتر حسب وصول مہربانی نامہ نامی دربارۂ استصواب این معنے کہ
بحالت رفتن شخصے از اشخاص خاندان بلا اجازت آن مشفق در ملکِ غیر سوائے
عملداری سرکار انگریز بہادر چہ تجویز کردہ اند۔ نقل آن بذریعۂ چٹھی این محکمہ
مورخۂ سوم ماہ گذشتہ نمبری یازدہ پیش گاہ گورنمنٹ مرسل شدہ بود امروز

چٹھی صاحب سکریٹری بہادر گورنمنٹ آگرہ نمبری شش مورخہ چہارم ماہ حال بجواب چٹھی مسطور باین مضمون موصول مطالع گردیدہ کہ نواب معلی القاب نفٹنٹ گورنر بہادر دام اقبالہم می فرمایند کہ نوابصاحب رئیس رامپور یعنی آن مشفق را در بارۂ مسدودی مشاہرہ مقررہ اشخاص خاندان خود در صورت وقوع کدامی امر خلاف مرضی سامی بہرکیف اختیار ست بناءً علیہ نقل چٹھی این محکمہ و نقل چٹھی صاحب سکرٹری گورنمنٹ مع ترجمہ ہر دو چٹھیات ملفوف رقیمۃ الوداد ہذا مرسل ست باقی خیریت ہاست۔ ایام جمعیت و شادمانی مدام باد مرقوم ہشتم ماہ مئی ۱۸۴۸ء (مطابق ۵ جمادی الاخرے ۱۲۶۴ہجری)
دستخط انگریزی ہنری پڈکاک

سید مہدی علی خان اور شمسۃ تاجدار بیگم کی نوابصاحب سے مخالفت گورنمنٹ مین اُن کی طرف سے نواب صاحب پر استغاثہ دائر ہونا پھر باہم تصفیہ ہو جانا

۱۸۴۹ء مین سید مہدیعلیخان کے دل مین نواب سید محمد سعید خان کیطرف سے کشیدگی پیدا ہوئی باوجودیکہ اُنکی تنخواہ برابر جاری تھی اور مراعات مین کسی قسم کا فرق نہین ہوا تھا۔ ماہ اکتوبر ۱۸۴۹ء مین سید مہدی علی خان نوابصاحب کی بلا اجازت اور بغیر حصول رخصت اور بدون کسی حیلے کے مراد آباد کو چلے گئے۔ عیال واطفال اور تمام اسباب رام پور مین چھوڑ گئے اور وہان جاکر ولسن صاحب کلکٹر مراد آباد سے ملاقات کی اور صاحب کمشنر بریلی کو نواب سید محمد سعید خان کی

شکایت مین ایک خط لکھا صاحب کمشنر نے اُس خط کی پیشانی پر سید مہدی علی خان کو یہ جواب تحریر کیا کہ جو استغاثہ رکھتے ہو رامپور جا کر وہ نواب صاحب کے حضور مین پیش کرو اُسکے بعد محکمہ اجنٹی مین مرافعہ ہو سکتا ہی صاحب کمشنر کے اس جواب نے سید مہدی علی خان کی زبان شکایت بند کر دی اور اُنھون نے پھر کوئی شکایت نواب صاحب بہادر کی گورنمنٹ مین نہین کی جس سے نواب صاحب جوابدہی سے سبکدوش رہے اور حسب تحریر تاج الدین حسین خان نوابصاحب کیطرف سے ایک خط مورخہ ۳ ذی قعدہ ۱۲۶۵ ہجری تاج الدین حسین خان کے نام اس مضمون کا بھیجا گیا کہ سید مہدی علی خان ولایت حسین خان ڈپٹی کلکٹر مرادآباد کے ہمراہ رامپور کو چلے آئین اُنکی طرف سے ہمارے دل مین کوئی کدورت نہین ہے چنانچہ وہ اُنکے ساتھ رامپور کو چلے آئے بعد اِسکے سید مہدی علیخان نے اپنی زوجہ شمسۃ تاجدار بیگم کی طرف سے میراث پدری کا دعوے ریاست پر کیا۔ یہ دعوے خاص شمسۃ تاجدار بیگم کی جانب سے بوجہ اُن کے بالغ ہو جانے کے ہوا تھا سید مہدی علی خان اُنکی طرف سے پیروکار تھے شمسۃ تاجدار بیگم کی طرف سے گورنمنٹ مین یہ ظاہر کیا گیا کہ نواب سید محمد سعید خان باغی کے بیٹے ہین جنھون نے فلان فلان موقعون پر لڑائیان کی تھین اُن کو ریاست سے علیحدہ کر دیا جائے۔ گورنمنٹ نے یہ جواب دیا کہ نواب سید محمد سعید خان رئیس بنا دیے گئے ہین اب وہ علیحدہ نہین ہو سکتے۔ نواب صاحب نے اِس مخالفت کی آگ کو اپنی تدبیر کے پانی سے اس طرح بجھا دیا کہ شمسۃ تاجدار بیگم کی تنخواہ اصلی (ہزار روپیہ ماہوار) پر ہزار روپیہ اور اضافہ کر کے اُن سے اس بات کا اقرارنامہ لکھا لیا کہ میری تنخواہ اصلی کے سوا

جو ہزار روپے ماہوار نسلاً بعد نسل کے لیے مقرر کیے گئے ہین اسوجہ سے مجھے اور میری اولاد اور میرے شوہر کو کوٹھیات و دیہات و مکانات متعلقہ ریاست سے کسی بات کا دعوےٰ نہوگا۔ یہ اقرار جنوری ۱۸۵۲ء مین تصدیق ہوا تھا اور سید مہدی علی خان نے اپنے اور اپنے بھائیون اور مان اور بہن کے مشاہرے کے بارہ ہزار چار سو باسٹھ روپے آٹھ آنے بذریعہ عرضی یکم جمادی الآخر ۱۲۶۸ہجری ریاست سے وصول کر لیے۔

لارڈ ڈلہوزی صاحب گورنر جنرل کی تشریف آوری نواب سید یوسف علیخان بہادر کو خلعت ولیعہدی ملنا

۱۲۶۸ہجری مطابق ۱۸۵۱ء مین لارڈ ڈلہوزی صاحب (جو ہندوستانی ریاستون کے متعلق بہت مشہور ہین) ملک روہیلکھنڈ مین آئے تو برلی کیجانب سے ریاست رامپور مین بھی اُنکی آمد آمد ہوئی۔ نواب سید محمد سعید خان نے لارڈ ممدوح کی رسد رسانی کے واسطے نصیر الزمان خان سفیر محکمہ ایجنٹی کو مقرر کیا جن سے گورنر جنرل ناخوش ہوگئے اور کیمپ مین سے رخصت کر دیا۔ نواب صاحب کا بھی نصیر الزمان خان پر عتاب ہوا۔ لارڈ ڈلہوزی صاحب کی رسد رسانی کی دقتین اکثر مشہور ہین۔ ریاست کے حُسن انتظام سے اُنھین کوئی اُلجھن نہ پیدا ہوئی لارڈ صاحب نے رام پور کے بڑے دیوان خانے مین دربار کیا تھا۔ اور لارڈ صاحب نواب سید محمد سعید خان کے انتظام سے بہت خوش ہوے تھے۔ اُن کے بیٹے نواب سید یوسف علیخان کی

ولیعہدی منظور کی۔ لارڈ موصوف مراد آباد کو گئے۔ تو متعاقب نوابصاحب اور اُنکے ولیعہد بھی تشریف لیگئے اور وہان نوابصاحب نے گورنر جنرل سے یہ استدعا کی کہ میرے بڑے بیٹے یوسف علیخان کو ولیعہدی کا خلعت مرحمت فرمادیا جائے گورنر جنرل نے یہ استدعا منظور کی اور جو خلعت نوابصاحب کے واسطے تجویز کیا تھا وہ ولیعہد بہادر کو بطور خلعت ولیعہدی کے پہنایا گیا۔ اور نواب صاحب کو بجاے خلعت کے قرآن شریف اور کچھ اور تحائف گورنمنٹ کی طرف سے دیے گئے۔ نوابصاحب نے رامپور واپس آکر ولیعہدی کے خلعت کی خوشی مین دربار کیا اور ولیعہد کو سبنے نذرین دلوائین حکیم احمد خان فاخر نے اس واقعہ کی تاریخ نسخہ سعیدی مین یون لکھی ہے

دیکھو قیصر التواریخ ۱۲

مثلِ مہِ کنعانی آن یوسف لاثانی ‏ شد زیب دہ مسند با چہرۂ نورانی
از حضرتِ اعلیٰ ہم تشریف ولیعہدی ‏ آن زبدۂ دولت را گردید چو ارزانی
ہر پارچہ انور چون مہر درخشان بود ‏ از گوہر عمانی وز لعل بدخشانی
تشریف ولیعہدی پوشید چو شاہانہ ‏ تاریخ ہمایونش شد خلعت سلطانی

وباے طاعون

حاذق الملک جناب حکیم اجمل خان صاحب دہلوی رسالہ الطاعون مین لکھتے ہین کہ رامپور کے پرانے لوگونسے سنا گیا ہے کہ اٹھارہوین صدی عیسوی کے وسط مین بعہد حکومت نواب سید محمد سعید خانصاحب ریاست رامپور مین طاعون ہوا جسکو اُس زمانے مین گلٹیونکی بیماری کہتے تھے۔

نوابصاحب کی وفات وصفات

نوابصاحب کو طب مین اچھی مداخلت تھی حکیم مرزا علی صاحب لکھنوی سے

تلمذ تھا۔ حکیم احمد خان فاخر ولد حکیم ناصر خان رامپوری نے کتاب نسخہ سعیدی
ادویہ مفردہ کے بیان مین زبان فارسی مین نواب کے نام نامی پر لکھی ہے
اسمین ہر دوا کو ہندی نام سے شروع کیا ہے۔ نوابصاحب نثر عاری
خوب لکھتے تھے مرزا قتیل سے اس فن مین مشورہ تھا۔ درسیہ کتابین قطبی میر تک
پڑھی تھین۔ مولوی فضل حق صاحب فاروقی خیرآبادی ابن مولانا فضل امام صاحب کو
آپنے بلا کر نوکر رکھا محکمۂ نظامت اور پھر مرافعہ عدالتین پر مامور کیا مولویصاحب نے
ہدیۂ سعیدیہ فی حکمۃ الطبیعیہ زبان عربی مین نوابصاحب کے نام نامی پر معنون کی ہے
نوابصاحب چورنگ خوب لگاتے تھے۔ مسلول ہوکر دوشنبہ کو چار گھڑی
دن چڑھے ۲۱ رجب ۱۲۷۱ھ ہجری مطابق یکم اپریل ۱۸۵۵ء کو انتقال کیا۔
امام باڑے مین غسل دیا گیا۔ اول اہل سُنت وجماعت نے پھر شیعون نے
نماز جنازہ پڑھی اور حسب وصیت وہین مدفون ہوے۔ اور بعد انتقال انکا لقب
جنت آرامگاہ ہوا غروب کوکب سے ہے (۱۲۷۱) تاریخ وفات ہے
۲ رجب ۱۲۳۰ھ ہجری مطابق ۱۹ مئی ۱۸۱۶ء روز جمعہ کو پیدا ہوے تھے۔
۴۱ سال کی عمر پائی ۱۵ برس ۲۱ روز ریاست کی۔

نوابصاحب کی اولاد

(۱) نواب سید یوسف علیخان فتح النسا بیگم بنت محمد نور خان ہمشیرزادۂ
نواب سید فیض اللہ خان کے بطن سے یہ محمد نور خان محمد شاہ خان بڑیچ کے بیٹے ہین
(۲) سید کاظم علی خان عرف چھوٹے صاحب فتح النسا بیگم کے بطن سے۔
(۳) سید صفدر علیخان محمدی خواص کے بطن سے۔

(۴) سید مبارک علیخان شاہان خواص کے بطن سے۔

(۵) سید کلب حسن خان بنی بی ؑ گاتن کے بطن سے۔

(۶) بنی بیگم زوجۂ سید ہدایت علیخان ولد سید عبد العلی خان خلف نواب سید غلام محمد خان۔

(۷) فاطمہ بیگم۔

(۸) فاطمہ بیگم ثانی۔ یہ تینوں صاحبزادیاں نواب سید یوسف علیخانکی حقیقی ہمشیرہیں۔

(۹) جعفری بیگم ہمشیرۂ حقیقی سید کلب حسن خان وزوجۂ سید نیاز حسین خان ولد سید عنایت علیخان ابن سید عبد العلی خان خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر۔



جناب نواب سید یوسف علی خان بہادر۔ فردوس مکان

نواب سید یوسف علیخان بہادر خلف اکبر نواب سید محمد سعید خان بہادر کی مسند نشینی

نواب سید محمد سعید خان نے اپنی حیات مین کئی برس قبل ایام وفات سے اُنکی ولیعہدی ہزآنر جی کالون صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی (ممالک متحدہ) کے ذریعہ سے لارڈ ڈلہوزی صاحب گورنر جنرل ہند سے چاہی اور اُنھون نے بخوشی منظور کی اور بذریعۂ خریطہ نواب سید محمد سعید خان کو مطلع کیا کہ آپکے بعد نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر والی رام پور تسلیم کیے گئے۔ نواب سید محمد سعید خان نے اپنی حیات مین تمام کاروبار ریاست اُنکے سپرد کردیا تھا عیدین کی نماز کے لیے جلوس کے ساتھ اُن کو بھیجا کرتے تھے اور اُنکی اطاعت و تابعداری سے نہایت رضامند تھے جب نواب سید محمد سعید خان کے انتقال کا وقت آیا تو اُنھون نے حسب ذیل وصیت کی۔

"فرزند یوسف! دُنیا مین کسی کے ہمیشہ مان باپ زندہ نہین رہے ہین اور مین جانتا ہون کہ اب میرا زمانۂ انتقال بہت قریب ہے اور مرض لاحقہ ترقی پر ہے۔ مگر اے فرزند! مین تمکو جس قدر وصیتین کرتا ہون اُس پر عمل درآمد کرنا تاکہ آرام سے ریاست کرو۔

۱تم خوب جانتے ہو کہ مجکو پندرہ برس ہو گئے تہذیب ریاست و انتظام ملکی مین مصروف ہون اور خداوند کریم کی عنایت سے مین نے جس عنوان سے جمیع اُمورات ریاست کو قائم کیا ہے وہ عمدہ ہے تم بھی اُسی قاعدے کے پابند رہنا اگر اسمین کسی قدر تغیر و تبدل کیا تو عافیت تنگ ہو جائیگی۔

۲۔ جملہ کاروبار ریاست بذات خود مثل میرے انجام دینا اور رعایا کے حال سے غافل نہونا یہی تمھارا فرض ہے۔

۳۔ برٹش گورنمنٹ اور حکام انگلشیہ کی اطاعت اپنا آئین بنانا اور ہر حال مین اُنسے بدل دوستی رکھنا۔

۴۔ تمھارے چارون بھائیونکو ہم نے پرامیسری نوٹ خرید کر دیے ہین صرف تم اُنکی سرپرستی کرنا ریاست سے کوئی اُنکا تعلق نہین ہے۔ ہان باہمی رضامندی مین تمکو اختیار ہے جو چاہنا سلوک کرنا یہ تمھاری اور اُنکی لیاقت ہے۔

۵۔ ارباب خاندان کے ساتھ سلوک سے پیش آنا اور جو ہدایات اور چٹھیات اہل خاندان کے بارے مین حکام انگریزی سے وصول ہوئی ہین اُن کو پیش نظر رکھنا۔

۶۔ جسقدر کارندے مین نے جمع کیے ہین یہ چیدہ اور خیر خواہ ریاست ہین اُنکو علیحدہ نکرنا اور مثل ہمارے اُن سے کام لینا۔

۷۔ حکام انگلشیہ کی اسناد مذکورۂ بالا دیکر فرمایا جس وقت ہمارا وقت اخیر ہو تو کل فوج کو قلعہ کے گرد مسلح رکھنا اور ہماری نعش کو چھوٹے صاحب کے سپرد کر دینا وہ تجہیز و تکفین کرینگے۔ تم فوراً خزانے کی کنجی لیکر مسند بیٹھ جانا اور نذرین لے کر

توپین چلوا دینا۔ اسکے بعد پھر اختیار رہے جیسا مناسب ہو اُس طرح کرنا لیکن ریاست بآرام تمام کرنا چاہو تو اِن وصیتون پر نظر رکھنا۔

نواب سید یوسف علیخان یہ وصیتین سُن کر رونے لگے فرمایا کہ یہ محل رونے کا نہین اِس راستے آج ہمین اور کل تمھین ضرور چلنا ہے۔ مشیت ایزدی اسیطرح ہے

الغرض جب نواب سید محمد سعید خان نے انتقال کیا تو نواب سید یوسف علیخان بہادر نے حسب قاعدۂ قدیم رئیس کے ہتھیار (تلوار) اور خزانے کی کنجی پر قبضہ کیا۔ اور تمام وصیتون پر تا دم واپسین اُن کا عمل درآمد رہا کسی انتظام مین تغیر و تبدل نہین کیا۔ ۹۔ اپریل ۱۸۵۵ء مطابق ۱۲ رجب ۱۲۷۱ ہجری کو مسٹر الگزینڈر صاحب اجنٹ ریاست و کمشنر روہیلکھنڈ نے رامپور آکر ۱۰۔ اپریل کو نواب سید یوسف علیخان بہادر کی رسم مسند نشینی ادا کی اور ایک اقرار نامہ اُنسے لکھوایا۔

ترجمۂ اقرار نامہ مقبولۂ نواب سید یوسف علیخان

چونکہ مین بمنظوری آنریبل لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی ریاست رامپور مین نواب سید محمد سعید خان کا وارث مقرر ہون۔ مین اقرار کرتا ہون اور اپنی مُہر سے تصدیق کرتا ہون کہ کاروبار ریاست انصاف و معدلت سے کرونگا۔ پٹھانون پر عزت کے ساتھ حکومت کرونگا اور جن مواجب کی نواب سید احمد علیخان کے وقت سے منظوری ہوئی ہے اور اقرار نامجات سابق مین داخل ہین اُن کو جاری رکھونگا اور نواب سید محمد سعید خان اپنے والد مرحوم کے قبائل و توابعین کی پرورش کے واسطے تنخواہ مناسب مقرر کرونگا۔

۱۰۔ اپریل ۱۸۵۵ء

صاحبزادہ سید مہدی علیخان کے واقعات

نواب سید یوسف علیخان جسوقت مسند نشین ہوے تو سید مہدی علیخان شہر مین موجود نہ تھے اپنی بیگم کیطرف سے گورنمنٹ مین ریاست کا دعوے پیش کیا تھا مگر گورنمنٹ سے یہ دعوے نامنظور ہو کر اس مضمون کا روبکار آخری مورخہ ۵ مئی سنہ ۱۸۵۵ء ریاست مین آگیا۔ نواب سید یوسف علیخان نے سید مہدی علی خان کو تحریر کیا کہ ہم مسند نشین ہوے تم ہماری نذر کے واسطے کیون نہین آئے اُنھون نے جوابی عرضی مین لکھا کہ مین اسلیے نہین حاضر ہو سکا کہ مجھے کلکتے وغیرہ کو جانا ضرور ہے اسلیے دوسال کی رخصت مرحمت ہو جائے۔ نوابصاحب کو یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ سید مہدی علیخان ریاست کے ساتھ مقدمہ بازی کے لیے رخصت چاہتے ہین بہر صورت سید مہدی علی خان ماہ شعبان سنہ ۱۲۷۱ ہجری مین عرضی کے ذریعہ سے دوسال کی رخصت حاصل کر کے کلکتے کو راہی ہوے اور متعلقین اُن کے رامپور مین رہے اور وہان سے دریائی سفر انگلستان کا جو اُن ایام مین ایک عجیب سفر تھا اختیار کیا اور وہان اُنھون نے ایک طولانی استغاثہ ملکہ معظمہ کے حضور مین پیش کیا تمام دعاوی نامسموع ہوے[۵]۔ لندن سے اُن کی ایک اور عرضی مورخہ ۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۷۴ ہجری اس استدعا سے آئی کہ ایک سال کی اور رخصت سواے رخصت سابقہ کے عطا ہو۔ ہندوستان مین سنہ ۱۸۵۷ء مین غدر واقع ہوجانیکے سبب سے سید مہدی علی خان نہایت شکستہ دل اور بے خرچ ہو کر فرانس کی راہ سے گھر کیطرف لوٹے اور ماہ مئی سنہ ۱۸۵۸ء مین وہ کلکتے مین داخل ہوے تو سول حاکمون نے

---

۵ دیکھو رپورٹ جنرل اعظم الدین خان ابتداے ۲۳ مارچ سنہ ۱۸۸۷ء لغایت ۳۰ ستمبر سنہ ۱۸۸۷ء ۱۲

باغیون کی شورش اور فتنہ و فساد کے اندیشے سے نظر بند کر کے فورٹ ولیم مین رکھا۔ حکام انگریزی کو اندیشہ ہوا کہ مبادا یہ ریاست مین پہونچکر فتنہ و فساد پیدا کرین یا روہیلکھنڈ وغیرہ مین کوئی جھگڑے کی صورت نکالین اور جبکہ صاحب ایجنٹ نے نواب صاحب سے دریافت کیا کہ سید مہدی علی خان کلکتے مین شبہ باغیانہ پر روک لیے گئے ہین اُن کے رامپور پہونچنے مین کوئی حرج نہو تو چھوڑ دیا جائے تو نواب صاحب نے جواب دیا کہ باغیون کی گرفتاری اور شورش فرو ہونے تک اُن کا اس ملک مین آنا مناسب نہین۔ سید مہدی علی خان اُس وقت تک نظر بند رہے جب تک غدر بخوبی تمام رفع نہوا اور انگریزی سلطنت تمام روہیلکھنڈ مین قائم نہو گئی بعد اسکے وہ رام پور آئے اور یہان آنے کے بعد ریاست سے رابطہ بدستور رہا اور تنخواہ بھی سب ملی۔ ریاست کے مقابلے مین سید مہدیعلیخان خود مدعی نہین بنے جو کچھ دعوے کیا اپنی بیگم ہی کی طرف سے کیا۔

واقعات غدر

نواب سید یوسف علیخان کے جلوس سے دو برس دو مہینے کے بعد ۱۴ رمضان ۱۲۷۳ھ ہجری مطابق نوین مئی ۱۸۵۷ء کو سنیچر کے دن ایک ایسا واقعہ عظیم آشوب غدر کا ہندوستان مین پیش آیا جو کبھی یورپین یا ہندوستانیون کو نہین بھول سکتا۔

اسباب غدر

غدر کے وجوہ کی نسبت تمام مؤرخین کے مختلف خیالات ہین اور ہر ایک شخص اپنی تحقیقات کے اعتبار سے اپنی رائے پر مصر ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ابتدائے جنگ

ایران سے عام رعایاے ہندوستان کے دلونمین فساد کے درخت نے نشوونما پائی
کیونکہ جب انگریزی فوج نے ایران پر محمرہ مین فتح پائی اُس وقت منجملہ
دوسرے اسباب کے جو شاہزادے کے خیمے سے ملا ایک بہت طول طویل اشتہار
دستیاب ہوا جسپر شاہ ایران کے دستخط تھے کوئی تاریخ نہ تھی۔ اس اشتہار مین
پانچ باتون پر بہت زور دیا گیا تھا۔

اول حکومت انگلشیہ کے قبض و تصرف ہندوستان سے بوجہ اُسکی بدعہدی
اور فریبون کے عام مسلمانان ہند کے واسطے ایمان کا خوف ہے۔

دوسرے شاہ ایران نے جو لڑائی شروع کی ہے وہ مذہبی لڑائی ہے
اس واسطے ہر جگہ کے تمام مسلمانون پر فرض ہے کہ وہ مسلح ہو کر بحمایت دین محمدی
نصارے کو نیست و نابود کرین۔

تیسرے تیس ہزار فوج چالیس ضرب توپ مع عمدہ جنگ کے مسلمانان ہند کی
مدد و معاونت کے واسطے مقرر ہوئی ہے۔

چوتھے ہر شخص کیا بوڑھے کیا جوان سے اس کام مین شرکت کی درخواست تھی۔

پانچوین عام آگہی اس امر کی کہ انگریزون نے جو رخنہ دین متین محمدی مین
ڈالا ہے اُسکے دفعیہ کے واسطے یہ کوشش ہے۔

اگر اس قسم کے اشتہارات بکثرت بھی ہندوستان مین شائع ہوتے تب بھی
عام ناراضی اس درجہ ترقی پذیر نہین ہو سکتی تھی جیسی کہ ۱۸۵۷ء مین ظاہر ہوئی۔
البتہ خاص خاص گروہو نمین ناچاقی کے آثار ضرور نمایان ہو جانے ممکن تھے۔ لیکن
اُس وقت ہندوستان مین کہین ان اشتہارون کا ذکر بھی نہ تھا اور نہ یہان

کسی مقام پر شائع ہوے اسلیے یہ خیال محض غلط معلوم ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہین کہ شاہ اودھ اس فساد کا باعث ہوے اور اپنی معزولی کے بعد اُنھون نے عام طبیعتون مین شورش پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور شاہ دہلی سے اس قسم کے رُسل و رسائل جاری کرکے مفسدہ پردازی کرائی۔ ہماری راے مین اس بات کی بھی کوئی اصلیت نہین پائی جاتی کیونکہ لبفرض محال اگر وہ ایسا کرتے تو بہت جلد یہ خبر مشتہر ہو جاتی اور علاوہ اسکے ہندوستان کے تمام حصون مین ایک جانب سے دوسری جانب تک غدر کا مادہ ایک شخص کی ذات سے پیدا ہونا بھی کسی طرح قرین قیاس نہین ہے بلکہ فساد کا مادہ تو اُس سے قبل ہی پیدا ہو گیا تھا کیونکہ جس وقت پوربیہ فوج کو رنگون جانیکے لیے حکم ہوا اُس وقت سب نے انکار کر دیا اور اُسکی جگہ سکھ فوج رنگون بھیجی گئی یہ وہ زمانہ ہے کہ جبکہ قریب ہی شاہ اودھ معزول ہوے تھے۔

ہم جب اسباب غدر پر غور کرتے ہین تو اُس وقت سواے اسکے اور کوئی بات سمجھ مین نہین آتی کہ اس عام ناچاقی اور بددلی کی وجہ حکومت انگلشیہ کی وہ حکمت عملی تھی جسنے بہت سے ہندوستانی والیان ریاست کو خاک مین ملا دیا۔ لارڈ ڈلہوزی نے گو یہ عمدہ کارروائی اپنے نزدیک سمجھی ہو لیکن تمدنی اُصول سے یہ کارروائی ناقص معلوم ہوتی ہے مُلک کی دلشکنی کے واسطے یہ بات کچھ تھوڑی ہے کہ والیان ریاست کی لاولدی کی حالت مین اُن کے ملک خالصہ کر لیے جائین۔ اس بات کا کچھ لحاظ نہو کہ یہ قدیمی رئیس یا جاگیردار ہین ہندوستان کا کوئی حصہ اس ناگوار حکمت عملی سے محفوظ نہ رہا۔ بڑی ریاستون مثل پنجاب۔ ناگپور۔ اور

اودھ کے سوا بہت سے چھوٹے چھوٹے جاگیردار بھی اس بلائے ناگہانی مین مبتلا ہو گئے۔ اس کارروائی کو دیکھ کر دوسری ریاستون اور جاگیردارون کو بھی یقین کلی ہو چکا تھا کہ اگر ہم اس لاولدی کی آفت سے بچے بھی تو اور مصیبت مین مبتلا ہون گے بے شک ہندوستان بہت روزون سے تلوار اُٹھانا بھول گیا تھا۔ لیکن ایسے اشتعال طبع نے پھر اُسکو تلوار اُٹھانے پر مجبور کیا۔ کثیر التعداد تاریخین بتا رہی ہین کہ چھوٹے چھوٹے سردارونکی معزولی نے کیا کیا ہنگامے نہ پیدا کیے اور اہل ملک نے اُنکے ساتھ کیسی کیسی دلسوزی کی۔ ریاستون کی ضبطی تو ایک اہم امر ہے اسی آگ نے اس کنارے سے اُس کنارے تک تمام ہندوستان کو بیچین کر دیا۔ سوائے اسکے ہمارے نزدیک اور کوئی معقول وجہ اس ہنگامے کی نہین ہے یہ بھی ایک یقینی امر ہے کہ اگر ہندوستان مین فساد کی یہ صورت پیدا نہوتی اور ہندوستان ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ حکومت سے نہ نکلتا تو یہ جو چند پامال سی دیسی ریاستین اسوقت نظر آتی ہین اُن کا کہین نام ونشان بھی نہوتا اس مین کلام نہین ہے کہ اس قسم کے فساد کو کوئی صاحب دانش اچھا نہین سمجھتا۔

اس اغوا مین جو شاہ اودھ کی نسبت بعض مؤرخون نے الزام لگایا ہے شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ ہنگام معزولی شاہ اودھ ہندوستانی رجمٹ نمبر ۱۹ و نمبر ۳۴ وہان موجود تھین یہ دونون رجمٹین وہان سے تبدیل ہو کر ایک برہانپور اور دوسری بارکپور کو گئی ابتداءً انہی دونون رجمٹون مین چونکہ ناچاقی ہوئی تھی اسلیے شاہِ اودھ کی نسبت الزام لگایا گیا کہ اُنھون نے ان رجمٹون کو اغوا کیا تھا معزولی شاہِ اودھ کے وقت بدقسمت لکھنؤ مین جو واقعہ گذرا ہے خدا دہ کسی کو

نہ دکھلائے۔ شاہِ اودھ خود سراسیمہ و پریشان۔ تمام لکھنؤ مین ہر در و دیوار سے ماتم ایسی بدحواسی مین اُن رجمٹون کو کون اغوا کر سکتا تھا۔ بلکہ اس موقع پر اُنکو اغوا کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی جہان ایسا ماتم بپا ہو وہان کون ایسا سنگدل ہے جسکے دل پر اثر نہو گا اُن لوگون مین جو فساد کی نشو و نما ہوئی وہ اس عبرتناک واقعہ کے دیکھنے سے ہوئی۔ یہ بات تو ایک عالم پر روشن ہے کہ لکھنؤ کے باشندونکا کیا ذکر ہر ایک صادر و وارد وہان جاکر مالا مال ہو جاتا تھا جس حکومت سے اس قدر منافع ہون اُسکی تباہی و بربادی پر ہر شخص کو صدمہ ہوگا۔

یہ امر بھی بحث طلب ہے کہ وہ اس ہنگامے مین صرف مسلمانون کی طرف سے زیادتی ہوئی اور ہندو اُنکے محکوم تھے جو چاہا کام لیا" مسلمانون کی جرأت اور دلیری بیشک بڑھی ہوئی تھی کیونکہ اُنکی سلطنت کو مٹے تھوڑا زمانہ گذرا تھا اور ہندوؤن کی حکومت ایک زمانے سے پامال ہو چکی تھی۔ لیکن انگریزونکی طرف سے جو شک اور شبہے مذہبی معاملات مین پیدا ہوے اُسمین ہندو اور مسلمان دونون مساوی تھے اور موقع پر جو کچھ ہوا اُسمین بھی پہلو بہ پہلو دونون شریک رہے۔

مراد آباد مین سرکشی کے آثار۔ رامپور سے ایک گروہ کا جہاد کیلیے مراد آباد کو جانا۔ اور سزا پانا

ابتداءً مراد آباد مین فوج میرٹھ کی سرکشی کی خبر ۱۱ مئی ۵۷ء ۱۸ کو ایک سوار لایا۔ پھر چارون طرف اس قسم کی خبرین بطور راز مشتہر ہونے لگین۔ ہنگامہ میرٹھ کی خبر سُن کر مسٹر جی سی ولسن صاحب جج علی الصباح نہار امپور مین آئے۔

نواب سید یوسف علیخان ہمیشہ شب کے تین بجے سے اُٹھ کر رپورٹ سُنا کرتے تھے لیکن اُس روز خلاف عادت صبح تک آرام مین رہے کہ ولسن صاحب آئے اور نوابصاحب کو بیدار کرایا اُسی وقت گاڑی کی تیاری کا حکم ہوا نوابصاحب مع ولسن صاحب کے ہواخوری کو گئے اور راہ مین جج صاحب نے خبر مفسدہ میرٹھ کی کُل کیفیت بیان کی اور پھر اُسی وقت مراد آباد کو چلے گئے۔ ۱۲ مئی کو مراد آباد مین پریڈ پر حکم سُنا دیا گیا کہ کارتوس جدید نہین کٹوایا جائے گا۔ ۱۸ مئی کو سفر مینا کی پلٹن کے ستر آدمی میرٹھ سے مراد آباد کو آئے اور گاگن کے پل پر جو مراد آباد سے تین میل ہے ٹھہرے۔ اُنکے آنے سے اطراف مراد آباد مین فساد شروع ہوا جبکہ مراد آباد مین عام طور پر فساد دہلی و میرٹھ کی خبرین مشتہر ہوئین تو ۲۹ نمبر پلٹن کے لوگ کسیقدر خیرہ سر ہوئے مگر پھر فوراً اُنھون نے اپنی حرکات ناسزا کی معافی چاہی اور بہت بڑی خیر خواہی کے ساتھ سرکاری کام مین جانفشانی کرنے لگے رام پور مین بھی عام طور پر یہ خبرین مشہور ہوئین۔ بلکہ اکثر ایسی افواہین مفسد مشہور کرتے تھے جن سے تمام دولتمند گروہ مین ہل چل ہو جاتی تھی۔ بدمعاش آوارہ گرد خوشی کے نعرے لگاتے تھے اور فساد کی تخم ریزی اور ایک دوسرے سے کنایات بغاوت کرتے تھے۔ تاہم فوج یا شہر مین بدنظمی یا خودسری کی کوئی صورت نہ تھی۔ ۲۱ مئی کو دو سو آدمیون کا غول جو اپنے آپکو غازی کہتا تھا بلا علم نوابصاحب و حکام شہر کے مراد آباد کو شہر سے فرداً فرداً روانہ ہوا اور باہر جا کر جمع ہوے۔ مراد آباد کی جانب رخ کیا۔ کہتے ہین مولوی مستو نے

انکو بلوایا تھا ولسن صاحب جج مراد آباد اس خبر کو سُن کر دو عہدہ دار اور ۲۹ نمبر کی پلٹن کے چند سپاہی اور تھوڑے سے سوار لے کر غازیون کے استقبال کے واسطے رام گنگا کے کنارے پر پہونچے اس فوج نے غازیون کی خوب خدمت گذاری کی یہان تک کہ وہ گروہ بالکل منتشر ہو گیا اور بھاگ گیا۔ فقط اتنا ہوا کہ ایک شخص نے شیر بچہ بھر کے جج صاحب کی طرف چھوڑنا چاہا تھا کہ ایک سپاہی نے اُسکو دوڑ کر مار ڈالا۔ اور مولوی مستو کو ملازمان پولیس نے گرفتار کر کے سر شام گولی سے مار ڈالا۔ اُس جماعت مین سے کچھ آدمیون کا محاصرہ بھی کر لیا تھا جنکو سوارونکے دستے کی حراست مین مسٹر ولسن نے رامپور کو سزادہی کے لیے بھیجدیا نواب سید یوسف علی خان نے اُن قیدیون کو سزا تجویز کرنے کے لیے اپنے ولیعہد نواب سید کلب علی خان کے حوالے کر دیا جنھون نے اُن سب کو جیل خانے مین قید کر دیا۔ جس کی وجہ سے مفسدونکو بہت ہی خوف ہوا اور نہایت بارعب اثر پڑا۔ پھر ۳۰ مئی کو سنیچر کے دن مراد آباد مین خبر پہونچی کہ دو کمپنیان سفر مینا کی پلٹن کی رُڑکی سے سرکشی کر کے لُوٹ کا اسباب لیے ہوے مراد آباد کی طرف آ رہی ہین اُس طرف دو کمپنیان مع دو ضرب توپ کے بھیجین جنھون نے سفر مینا کی کمپنیونکے تمام ہتھیار اور جملہ سامان چھین لیا اور وہ سپاہی بالکل مفلس ہو کر ترائی کی طرف بھاگ گئے۔ ۲۹ نمبر پلٹن مراد آباد کی گویا یہ آخری خیر خواہی تھی اس کے بعد انکو سوائے مفسدہ پردازی کے اور موقع خیر خواہی کا نہ ملا۔

نوابصاحب نے بھی فوراً مزید احتیاط فوج کی درستی اور شہر کے ضروری

انتظامات کی طرف توجہ فرمائی۔ ہر شخص کے چال چلن پر نظر رکھی جاتی تھی
کہ وہ کیا کہتا اور کیا کرتا ہے۔

بریلی و مرادآباد مین بغاوت اور اسکا رامپور پر اثر

گو بریلی مین فساد کی صورت مطلق نہ تھی مگر مسٹر آر الگزینڈر کمشنر بریلی
و ایجنٹ ریاست رامپور ایک ایسے ہوشیار اور عالی دماغ افسر تھے کہ
اُنھون نے فوراً یہ تجویز کی کہ تمام میم اور بچے وغیرہ اسوقت نینی تال بھیجدینے
مناسب ہین اکثر یورپین نے جنکے نزدیک اُن کا خیال معتمد تھا اپنے اہل وعیال کو
۲۰ مئی تک نینی تال روانہ کر دیا۔ اور بعض نے اپنے متعلقین کو بریلی مین
بجائے خود محفوظ مقامات مین رکھا۔ روزمرہ مختلف مقامات سے لوگ آتے تھے
اور فوج کو بغاوت اور سرکشی کی ترغیب دیتے تھے۔ فرومایہ لوگ یہی چاہتے تھے
کہ ہنگامہ برپا ہو اور لوٹ کھسوٹ سے اپنے گھر بھرین مگر فوج ہر وقت
بظاہر اطاعت اور فرمانبرداری ظاہر کرتی تھی گویا وہ لوگ اپنی جمعیت
بہم پہونچنے اور وقت کے منتظر تھے۔ ناگہان ۲۹ مئی ۱۸۵۷ء کو یہ خبر اڑی
کہ آج فوج مین ضرور فساد ہو گا اس خبر کو سُن کر بعض یورپین افسرون نے
جنکے اہل وعیال بریلی مین تھے خاص شہر مین مامن تلاش کر کے میمون اور بچونکو
بظاہر محفوظ کر دیا۔ لیکن فوج سے جب حال دریافت کیا تو وہ اُسی طرح مطیع اور
تابعدار تھی بلکہ تمام ہندوستانی فوجی عہدہ دار اس بات پر حکام سے اصرار
کرتے تھے کہ یہ خبرین محض غلط ہین آپ لوگ اپنے اہل وعیال بدستور چھاؤنی مین
بھیجدین۔ ۳۰ مئی کی شام تک کوئی بدنظمی نہ تھی۔ اسی تاریخ بعد مغرب

۵۴ رجمنٹ خیر پور والی کے بھاگے ہوے لوگ یہان آئے اور فوج سے مشورہ کیا کہ اب اپنے ارادے مین توقف کرنا خلاف مصلحت ہی۔ فوراً افسرونکو تلوار کے نیچے رکھو کیونکہ گورہ فوج بہت قریب آچکی ہے اور جس جگہ جاتی ہے ہندوستانیون کا قتل عام کرتی ہے اس شب چند رخصتی سپاہی بھی آئے اور اُنھون نے اول کے بیان پر اور بہت کچھ حاشیہ چڑھایا۔ یہ تمام رات سپاہیونکو مشورہ اور مصلحت مین گذری یہان تک کہ کوئی شخص لین مین بھی نہین آیا۔ چونکہ بے اطمینانی اول ہی سے پیدا ہوگئی تھی اس لیے حکام نے بھی کچھ اس طرف توجہ نکی۔ صبح یعنی ۳۱ مئی کو اتوار کے دن سب یورپین اور کرسچین معمولی عبادت کے واسطے گرجا مین جمع ہوے۔ نو اور دس بجے کے درمیان مین مسمے محمد بخش عرف بخت خان صوبہ دار توپخانہ مع پلٹن نمبر ۱۸ و ۶۸ پیادگان ہندوستانی اور آٹھوین رجمنٹ سواران ہندوستانی متعینہ چھاؤنی بریلی کے باغی ہوا اور توپ کا ایک فیر ہوا۔ یہ فیر گویا اطلاع اس بات کی تھی کہ فوج باغی ہوگئی۔ فیر کے بعد جلد جلد گولے چلنے لگے اور مسلح سپاہی دیوانون کی طرح انگریزونکی تلاش مین اِدھر اُدھر پھرتے تھے۔ یہ فساد عجلت سے قائم ہوا کہ اکثر انگریزونکو خبر نہین ہوئی۔ اور جو شخص جہان تھا وہین رہ گیا۔ اس واقعہ کے قبل منجملہ اور انتظامات کے ایک یہ امر بھی طے ہوچکا تھا کہ فساد کے وقت سب یورپین آٹھوین رسالے کی لین کے متصل جمع ہوجائین۔ چنانچہ سب لوگ اُس طرف دوڑے۔ جو افسر کہ اپنی فوج کی جانب بغرض تنبیہ گئے وہ سب قتل ہوے اُسی وقت جنرل سپالڈ صاحب کو ایک ہندوستانی سوار نے

کہ جو اُنکی اردلی مین تھا شتر خانے کے متصل بندوق سے مار ڈالا اور انفسائن کر صاحب کو تلنگون نے مسکوٹ مین مار ڈالا۔ میگزین اور خزانہ سرکاری بھی اپنے قبضے مین کر لیا۔ کوٹھیون اور بنگلون کا اسباب و مال لوٹ کر آگ لگادی سرکاری دفتر پھونک دیا جیلخانہ توڑ کر قیدیونکو رہا کر دیا۔ رابرٹ الگزینڈر صاحب کمشنر اور مسٹر گتھری صاحب مجسٹریٹ ضلع بریلی حکام فوج وملٹری مین سے تخمیناً تیس آدمیون کو اپنے ہمراہ لیکر گھوڑون پر نینی تال چلدیے اُسی دن خان بہادر خان ابن ذوالفقار خان بن حافظ رحمت خان سوبھارام اور مدار علی وغیرہ اور سادات نو محلہ کی مدد سے کوتوالی مین آکر نواب بن کر بریلی پر حکمران ہوے۔ رابرٹسن صاحب جج اور ڈاکٹر ہنس برو صاحب اور ر آر صاحب ڈپٹی کلکٹر تمازت آفتاب کی وجہ سے مولوی حامد حسن منصف کے مکانمین اور رج صاحب پرنسپل کالج بریلی اور رکس صاحب سشن جج امان علی کی کوٹھی مین پناہ گیر ہوے۔ یہ سُنتے ہی شہر کے بدمعاش جوق جوق دونون مکانونپر حملہ آور ہوے اور اُن کو تہ تیغ کر کے لاشین اُنکی گھسیٹ کر کوتوالی مین ڈالدین۔ اور امان علی کے تہ خانے کو جس مین یہ لوگ چھپے تھے جلا کر خاک کر دیا اُسی دن مسٹر ایبل مع والدہ اور بیوی اور دو بچونکے شام کے وقت کوتوالی کے روبرو قتل کیے گئے اور اکثر عیسائیان کم رتبہ کو جہان دیکھا مار ڈالا۔ پیرسن صاحب میجر رجمٹ ۸ انینی تال کو جاتے تھے کہ راستہ بھولکر پیلی بھیت کی سڑک پر چلے گئے۔ موضع امٹیا پرگنہ نوابگنج مین گانون والون نے اُنکو قتل کیا۔ البتہ گون صاحب کپتان رجمٹ ۱۸ اپنی پلٹن کے سپاہیونکی

مدد سے چھاؤنی سے نکل گئے اور کھیرا بجھیرا ضلع شاہجہانپور مین جا چھپے اور بچ گئے۔ جس وقت باغیون نے جیلخانہ توڑنے کا ارادہ کیا تو ڈاکٹر ہنس برو صاحب نے حتے المقدور باز رکھنا چاہا جس قدر چھپر وہان موجود تھے باغیون نے اُنکو دروازے کے متصل رکھکر آگ دیدی جبکہ دروازہ جلنے لگا اور ڈاکٹر کو معلوم ہو گیا کہ جیلخانے کے سارے سپاہی بھی باغیونکے طرفدار ہین تو مجبور ہو کر بالائی دروازہ سے اُترکر جیلخانے کے اندر جا چھپے۔ دوسرے روز باغی لوگ جیلخانہ لوٹنے لگے تو ڈاکٹر کو بھی پکڑ لائے اور کوتوالی کے سامنے اُنکو قتل کیا۔

اسکے بعد خان بہادر خان نے فوج بھرتی کرنا۔ توپین ڈھلوانا شروع کیا اور جا بجا تھانے اور تحصیلین مقرر کین۔ لیکن اس وقت روپیہ کہان تھا جو نوابی ٹھاٹ درست کیے جاتے اسلیے متمول باشندگان شہر پر تحصیل زر کے واسطے بلا نازل ہوئی۔ اُنکو قید کرکے روپیہ وصول کرتے تھے اہل رامپور غول کے غول جاتے اور نوکر ہوتے۔ فوج باغی نے بھی شہر والون پر بہت دست درازی کی مصر بیجناتھ ساہوکار کنھیالال خزانچی کو بخت خان نے پکڑ کر قید کیا۔ دونون شخصون نے باون ہزار روپے دیکر مخلصی پائی۔

رامپور مین اُسی روز حالات غدر کی اطلاع شیخ وجیہ الزمان خان سفیر ریاست خلف شیخ محمد منعم الزمان خان متوطن قصبۂ فرخ آباد عرف جلالاوان ضلع بجنور صوبۂ اودھ کی تحریر سے ہوئی۔ نواب صاحب نے بنظر خیر خواہی و ہمدردی برٹش حکومت علی الصباح یکم جون ۵۷ء کو اپنا ایک معتمد آدمی جج و

صاحب کلکٹر مراد آباد کے پاس روانہ کیا تاکہ جمیع صاحبان موجودہ مراد آباد اپنی جانونکی حفاظت بخوبی کرلین۔

بریلی کے حالات سُن کر مراد آباد کے اکثر انگریز نینی تال اور میرٹھ چلدیے اور کچھ افسر مراد آباد ہی مین مقیم رہے جسوقت بریلی کی بغاوت کی خبر مراد آباد مین عام ہوئی اُسوقت ۲۹ نمبر پلٹن باوجود چند خیر خواہیونکے خود داری نکرسکی اور ۳ جون کو کھلم کھلا فساد شروع کیا خزانہ لوٹ لیا جیل توڑ دیا اور اپنے افسر پر تلوارین علم کین۔ جب انگریز مراد آباد سے بھاگ کر میرٹھ اور نینی تال کو چلے گئے تو مجو خان ہندوستانی انیسوین باغی پلٹن کا افسر بنایا گیا اور اسد علی خان عباس علیخان کا باپ ہندی توپخانے کا افسر مقرر ہوا۔

ان دونون مقامات کی تباہی اور انگریزونکی بربادی کا نواب سید یوسف علیخان کو سخت رنج وافسوس ہوا نوابصاحب کے بہت سے انگریز دوست تھے جو مارے گئے اور تباہ ہوے۔ لیکن یہ موقع نہایت خوفناک تھا مختلف مقامات کے مفسدونکے آنے سے یہان بھی عام خیالات فساد کیطرف مستحیل ہو چلے تھے اور اکثر لوگ مفسدہ پردازی کے ذریعے ڈھونڈھتے تھے۔ اگر نوابصاحب کی بیدار مغزی مین کچھ بھی کمی ہوتی تو فساد کی صورت قائم ہوگئی تھی۔

نواب سید یوسف علیخان بہادر کا ضلع مراد آباد مین حکومت قائم کرنا

نوابصاحب کو واقعۂ بریلی اور مراد آباد کے بعد فوراً یہ خیال ہوا کہ مفسدونکی دلیری اور شورش زور پر ہے اگر ان کو ان اضلاع مین زیادہ موقع دست بُرد کا ملا

تو انتظام مین دقتین واقع ہونگی اور پھر جب یہ حالت ترقی کرے گی
تو ریاست کو بھی مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اِسلیے ایک معتمد کو مع ایک تحریر
و چند پیغامات زبانی کے صاحب کمشنر بریلی کے پاس نینی تال کو روانہ کیا
اُس تحریر کا یہ مطلب تھا کہ فی الحال عموماً رعایا کے خیالات مین فساد پیدا ہو گیا ہے
اور اُسکی کوئی اِنتہا بھی مقرر کرنا محال ہے لیکن اضلاع مراد آباد و بریلی مین
ابھی دست درازی شروع ہوئی ہے تھوڑے زمانے تک اُنکو کسی جانب سے
مدد ملنے مین بھی تامل۔ ہے یہ موقع بہت مناسب ہے کہ اگر آپ منظور کرین
تو ہم روہیلکھنڈ مین حکومت قائم رکھین کیونکہ جب اُنکو تقویت کامل ہوجائیگی
تو پھر اجرائے حکومت مین مدتون مشکلین واقع ہونگی اور ریاست کو خطرو نمین
مبتلا ہونا پڑے گا۔

ہنوز جواب تحریر نینی تال سے نہین آیا تھا کہ نواب سید یوسف علیخان
بہادر نے بحُسن اعتماد اجازت ملنے کے جو مصلحت ملکی کے لحاظ سے
ایک ضروری بات تھی ۲۴ جون ۱۸۵۷ء کو کہ اِس وقت باغیونکی قوت
بڑھ چکی تھی اور اکثر مفسد گروہ اطراف و جوانب سے آکر مقیم ہوگئے تھے
اور خزانے پر قبضہ کر لیا تھا اور جیل کو توڑ کر قیدیون کو رہا کر دیا تھا صاحبزادہ
سید عبد العلی خان عرف منجھلے صاحب اپنے حقیقی چچا کو مع ایک عمدہ فوج کے
اور حکیم سعادت علی خان کو بطور منتظم مراد آباد روانہ کیا راہ مین حکیم سعادتعلیخان کو
معلوم ہوا کہ صاحبزادہ سید باقر علی خان برادر صاحبزادہ سید مہدی علیخان
قریب سوسوا سو آدمیونکے ساتھ بخیال حصول حکومت مراد آباد جاتے ہین

حکیم صاحب نے بہت عجلت سے پیش قدمی کی اور اُنسے قبل مراد آباد پہونچ کر رام گنگا کے گھاٹونکا بندوبست کرلیا۔ اسلیے سید باقر علی خان بلاحصول مطلب پریشانی کے ساتھ رامپور واپس آئے۔ اُسی روز آدھی رات کو حکیم سعادتعلیخان کچھ ملازمونکے ساتھ آگے سے داخل مراد آباد ہوے اور جیلخانے کا ملاحظہ کیا۔ سید موسیٰ رضا جیلر کی بہت تسلی کی اور کہا کہ صبح کے قریب منجھلے صاحب آئینگے مین بھی اُنکے ساتھ ہونگا تم اطمینان رکھو انتظام بخوبی کیا جائے گا۔ چنانچہ صاحبزادہ سید عبدالعلی خان و حکیم سعادت علی خان مع فوج و توپخانہ شائستہ کے مراد آباد پہونچے۔ وہان دیکھا کہ مجد الدین احمد خان عرف مجو خان اولاد نواب عظمت اللہ خان فاروقی اور عباس علی خان نبیرۂ نواب وندے خان نے اپنے آپکو حاکم قرار دیا ہے اور اُن دونون مین بابت ریاست قدرے تنازع بھی ہوا تھا اور اُن کے ملازمین انتظام شہر مین مصروف ہین۔ اُس وقت حکمت عملی اور فوج کی شان و شوکت کے ذریعہ سے اُن کو حکومت شہر سے خارج کیا اور منادی کرائی گئی کہ حکومت شاہی اور انتظام ضلع نوابصاحب رامپور کے متعلق ہے اور تمام کچہریون کے ملازمون کو بدستور اپنی اپنی جگہ کام کرنے کی اجازت ہے اگرچہ اُن سے کوئی قصور بھی سرزد ہوا ہو اُس کا کچھ مواخذہ نہین۔ اس منادی کو سنکر تمام انگریزی ملازم سید عبدالعلیخان کے دربار مین نذر کے واسطے حاضر ہوے۔ چونکہ فوج باغی اور دوسرے مفسدونکا جماو بہت زیادہ تھا اس لیے بعض لوگون کے ساتھ حسب صلاح وقت تالیف اور تنبیہ سے کام لیا اور سرکار رامپور کی حکومت بالاستقلال تمام شہر

اور بعض اطراف مین قائم کی شیخ امام الدین کوتوال فرار ہوگیا تھا اُسکی جگہ
سید موسی رضا کو کوتوال اور سید غلام شبیر پسر سید موسیٰ رضا کو جیلر مقرر کیا
اور جتنے ملازمان سابق موجود تھے بدستور قائم رکھے۔ صرف محمد مرزا
ساکن مراد آباد محلہ سبز منڈی کو تھانہ دار موضع بھجوی کا کیا کچھ زن و مرد
اور یورپین بچے مجو خان کے پاس قید تھے اور اُنکے ساتھ بہت سختی اور بیرحمی کا
برتاؤ ہوتا تھا۔ اُنکو بھی اپنی حفاظت مین لے کر کانمل والے مکان مین
نہایت آسائش سے رکھا۔ تاریخ خورشید جاہی کے صفحہ ۶۹۳ مین مذکور ہے
کہ نواب صاحب کی طرف سے اُن کی حفاظت کے واسطے ایک پہرہ مقرر ہوگیا
اور ہر آدمی کی خوراک کے لیے پانچ روپے ماہوار مقرر کر دیے گئے انتہیٰ کلامہ
میرے نزدیک پانچ روپیے ماہوار غلط ہے پانچ روپیے روز ہونگے۔

۶ جون کو نواب صاحب کا معتمد کمشنر کی ایک تحریر مورخہ ۴ جون اور
چند خفیہ پیام لے کر رام پور پہونچا اُس تحریر مین صرف اضلاع مراد آباد پر
حکومت رکھنے کی اجازت تھی۔ لہٰذا جو کچھ انتظامات پیشتر کیے گئے تھے
اُن کی حالت بدستور رہی۔ ۶ جون کو نوابصاحب خود رامپور سے مراد آباد کو گئے
ایک افسر ۲۹ نمبر پلٹن کا اُن کے استقبال کے واسطے رامپور آیا اور اُنکو اپنے ہمراہ
مراد آباد کو لے گیا۔ نواب صاحب کے پہونچتے ہی توپون کی سلامی سر ہوئی۔
نواب صاحب نے دربار کر کے تمام افسرون کو دوشالے انعام مین دیے اور
دو ہزار روپیہ باغی سپاہیون پر تقسیم کرایا۔ یہ دربار نواب صاحب کی کوٹھی پر
گھوڑ دوڑ کے میدان کے پاس قائم ہوا تھا اُس دربار مین مجو خان کو ضلع کا ناظم

اور حکیم سعادت علی خان کو جج مقرر کیا گیا۔ نیاز علی خان ڈپٹی کلکٹر کیے گئے باقی اور ماتحت افسر اُن کے ہاتھ کے نیچے مامور ہوے۔ قرآن شریف کے بموجب انصاف ہونے لگا۔ نیاز علی خان نے چند آدمیون کے ہاتھ وغیرہ کاٹنے کی سزا بھی دی۔ نواب صاحب نے سادات اور شرفاے امروہہ کو طلب کیا تو وہ بھی نواب صاحب کے دربار مین حاضر ہوے اور تا حصول رُخصت وہین مقیم رہے بعد اسکے نواب صاحب رامپور چلے آئے۔

نینی تال پر انگریزون کے پاس ریاست کی طرف سے چار ہزار اشرفیان بھیجی جانا

نینی تال انگریزون کے واسطے اُس زمانے مین ایک عمدہ مامن خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اگست مین رامزی صاحب کی تحریر سے مقیمان نینی تال کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے بنظر حفظ جان تمام میمون اور بچون کو الموڑے روانہ کیا مگر بہت جلد اس مشوش خبر کی تردید ہو گئی اور سب لوگ نینی تال چلے آئے۔ ابتداے ستمبر ۱۸۵۷ء مین پھر باغیونکی یورش کی خبر نینی تال کی طرف گرم ہوئی کہ مولی خان تین ہزار کی جمعیت سے دریاے کچھا کے کنارے پر آگیا ہے اُس کے مقابلے کے لیے ایک گورکھا کمپنی اور تھوڑ لیسی اور فوج نینی تال سے بھیجی گئی مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اسی طرح روزمرّہ سیکڑون خبرین نینی تال والونکو پریشان کرتی تھین۔ ۱۷ ستمبر کو یہ خبر پہونچی کہ منڈی ہلدوانی پر خان بہادر خان کی فوج نے قبضہ کر لیا اور اب وہ

چڑھائی کے بندوبست ہین ہین اُس وقت کچھ فوج زیر کوہ بھیجی گئی دیکھا تو دشمنون نے ایک گانوُن اور کاٹھ گودام کا بنگلہ مع ڈیڑھ سو ڈولیون اور پالکیون کے جلا کر خاک کر دیا تھا علاوہ اس کے اور بھی بہت سا سامان ضروری تلف ہوا۔ لہذا از سر نو دشمن کی سر کوبی کا بندوبست کیا لیکن روپے کی بہت کمی تھی اور جس قدر لوگ نینی تال پر پہونچے تھے اکثر بالکل بے سر و سامان تھے نہ اُنکے پاس کوئی کپڑا تھا اور نہ کوئی سامان ضروری۔ ہر چند مسٹر رامزی نے بہت کچھ مدد کی لیکن تنہا وہ کہان تک بندوبست اور انتظام کرتے۔ ادھر دشمنونکے جماو بڑھتے جاتے تھے اور رسد کی راہین سب اُن کے قبضے مین آگئی تھین۔ اِن خبرونکو سُن کر نواب سید یوسف علی خان نے اپنی فطرتی اولوالعزمی اور عالی حوصلگی سے چار ہزار اشرفیان صاحب کمشنر کے پاس نینی تال بھیجین۔ اس مدد کی وجہ سے تمام انگریز نواب صاحب کے بہت ممنون ہوے اور اُنکو جو تشویش اخراجات کی تھی وہ قطعی دور ہو گئی۔

بریلی کی باغی فوج کا رامپور کی طرف آنا۔ شہر کے پاس اُس کا مقام ہونا۔ نواب صاحب کا احتیاطاً سامان جنگ اور فوج سے شہر کو مضبوط رکھنا۔ اُس فوج کا مع الخیر یہان سے گذر جانا۔ ریاست کا اُسکے شر سے محفوظ رہنا

بریلی کی باغی فوج صرف اس وجہ سے بریلی مین چندے مقیم رہی کہ شاہ جہان پور کی فوج بھی آجائے اور اُسکو ساتھ لے کر دہلی کی جانب کوچ کرے

جس وقت خان بہادر خان کو مراد آباد پر ریاست رامپور کے قبضے کا حال معلوم ہوا اُس وقت تشویش ہوئی کہ مبادا اسی طرح پر بریلی مین بھی ریاست کی طرف سے دست اندازی ہو اسکے دفعیہ کی یہ تدبیر نکالی کہ تمام باغی فوج موجودۂ بریلی کو اس امر پر آمادہ کرنا شروع کیا کہ وہ ریاست پر یورش کرے اور اُن لوگون کے اچھی طرح ذہن نشین کردیا کہ نواب سید یوسف علی خان بالکل انگریزون کے طرفدار ہین اور رات دن اِس فکر مین رہتے ہین کہ تم کو دہلی جانے سے روکین اور بشرط حُصول موقع تمکو قتل و غارت کرین۔ اگر ریاست رامپور کا قدم درمیان مین نہو تو انگریزون کا اس طرف کہین نام ونشان باقی نرہے۔ لیکن نواب صاحب برابر روپیہ اور سامان ضروری سے اُن کی پوری مدد کرتے ہین اِس لیے بہتر ہے کہ پہلے اس کانٹے کو راہ سے دور کرو اور پھر بدلجمعی تمام روہیلکھنڈ پر حکومت اور شاہ دہلی کی حمایت کرو۔ اس وقت موقع بھی اچھا ہے کیونکہ ریاست مین نہ تمھارے مقابلے کی فوج ہے اور نہ سامان جنگ۔ زر نقد اور سامان اپنے قبضے مین لاؤ اور شمسہ تاجدار بیگم بنت نواب سید احمد علی خان کو جو سب طرح مستحق ریاست ہین وہان کا حکمران جائز بناؤ۔ اگر رامپور مین تمھاری حکومت قائم ہوگئی تو پھر نینی تال والون کی سزادہی کوئی مشکل کام نہین ہے بلکہ میرٹھ تک کوئی تمھارا سدراہ نہین ہوسکتا ادھر دہلی کی راہ مین بہت سے خطرے ہین وہ بھی جاتے رہینگے۔

ان سب مراتب پر تمام باغی بھی متفق ہوگئے اور خیرخواہان ریاست نے

بریلی سے ان تمام کارروائیون کی اطلاع بھی کردی جس کی وجہ سے
ایک تشویش کا عالم طاری ہوا۔ اس مین شک نہین کہ اگر ریاست کا قدم
درمیان مین نہوتا تو روہیلکھنڈ مین انگریزون کو کسی جگہ پناہ ملنا محال تھا۔
اور دوبارہ حکومت نہایت دقتون سے قائم ہوتی۔ جسوقت باغی فوج شاہجہانپور
اور لکھنؤ وغیرہ سے بریلی مین پہونچی اُس وقت سب نے متفق ہوکر بقصد دہلی
رامپور کی جانب کوچ کیا گو اصلی مقصود دہلی جانا تھا مگر ضمن مین ریاست کی
پامالی بھی منظور تھی اس کوچ کا حال سُن کر نواب صاحب نے اپنی تمام طاقت کو
جمع کرنا مناسب سمجھا اور کل فوج و معتمدین جو مرادآباد مین قریب چھ سو کے تھے
واپس طلب کیے چنانچہ سید عبد العلی خان ۸ جون کو اپنی فوج لے کر
رامپور کو روانہ ہوگئے اسلیے کہ رامپور کے بعض باشندے بھی برسرِ شورش اور
ہنگامہ پسند طبیعتین موقع فساد کی منتظر تھین گو یہان قریب بارہ تیرہ ہزار کے
قدیم و جدید فوج تھی لیکن اُس زمانے مین کسی شخص کی نسبت اعتماد کلّی
نہین ہوسکتا تھا اور نہ اُس جنگ آزمودہ فوج کے مقابلے کا یہان سامان تھا۔
حسب رائے صاحب کمشنر بہادر بنظر تالیف مناسب معلوم ہوا کہ باغی فوج
کے واسطے چیزنے بچیزنے سامان رسد کیا جائے۔ چنانچہ ریاست کی حدود مین۔
اُس کو کسی قدر رسد بھی دی گئی۔ ۹ جون کو فوج باغی بیرون شہر گنیش گھاٹ پر
ٹھہری جبکہ یہ کثیر التعداد باغی جماعت یہان آگئی تو اُس نے اس امر کی خواہش کی
کہ "نواب صاحب اگر بذات خاص شریک نہو سکین تو اپنی فوج سے ہمکو مدد دین
تاکہ ہم نینی تال کے انگریزون کا قلع و قمع کرین اور ولیعہد بہادر (نواب

سید کلب علی خان) کو ہمارے ساتھ ملازمت شاہ دہلی کے لیے روانہ کریں اگر نواب صاحب ہماری ان باتوں کو قبول کریں گے تو ہم بے شک یقین کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے اور عام مسلمانوں کے دوست ہیں،،

اس خاص معاملے میں سرفراز علی کی معرفت جو مولوی مشہور اور فوج باغی کا مقتدا تھا بہت گفتگو ہوئی لیکن مفسد اپنی بات پر بار بار زور دیتے تھے آخر کار مولوی سرفراز علی کو قریب چھ سات ہزار کے روپیہ اور سامان تالیف کیلیے دیا گیا اور اُن کے اصرار کو بلطائف الحیل ٹالا۔ مگر وہ آخر تک یہی بات کہتے رہے کہ ہم یہ مراتب بنظر خیر خواہی کہتے ہیں کیونکہ نواب صاحب ایک قدیمی رئیس اور مسلمانوں کے حاکم ہیں۔ شہر کے مفسدوں نے یہ طرز اختیار کی کہ رات دن فوج باغی میں جاکر طرح طرح کی باتیں بناتے اور اُس کو فساد پر آمادہ کرتے تھے یہ حال سُن کر نواب صاحب نے حکم عام دیا کہ کوئی شخص ہمارے متوسلین اور شہر کے باشندوں میں سے وہاں نہ جانے پائے۔ لیکن مفسدوں نے اس حکم کی بھی بخت خان سے شکایت کی اور اُسنے نوابصاحب سے اس امر کا گلہ کیا بہرحال ۱۳ جون کو یہ باغی فوج مراد آباد کی طرف چلی گئی۔

اگر مفسدوں کا منصوبہ پورا پڑ جاتا تو اس موقع پر ریاست بھی ایک آتش بازیکا میدان ہو جاتی۔

ریاست کی فوج کے چلے آنے اور فوج بریلی کے پہونچ جانے کی وجہ سے مراد آباد میں دوبارہ بدنظمی پیدا ہو جانا

مراد آباد کا حال سُنیے کہ ریاست کی فوج رامپور کو جاتے ہی مجو خان نے

پھر اپنا سکہ جمانا شروع کردیا تھا۔ نواب صاحب کی حکومت کے زمانے مین
اُنکی حکومت کی رونق جاتی رہی تھی کچھ عیسائی لوگ اور ایک ڈپٹی کلکٹر
جو انگریزی افسرون کے ساتھ بھاگنے سے رہ گئے تھے مولوی عالم علی صاحب
کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر جانبر ہوے۔ مولوی صاحب نے ان لوگونکو آرام سے رکھا
اور اُن کے واسطے کچھ چندہ بھی کیا گیا۔ ۱۴ جون کو پلٹن کا برگیڈ بخت خان کی
افسری مین مراد آباد داخل ہوا۔ مراد آباد کے باغیون نے مولوی عالم علی صاحب
کی نسبت بخت خان سے شکایت کی کہ اُنھون نے عیسائیون کو پناہ دی ہے
اس بات پر مولوی صاحب کا گھر لوٹا گیا۔ اور عیسائیون کو پکڑکر گاڑیونسے باندھکر
باغیون کے لشکر مین لے گئے۔ مسٹر کینجن ڈپٹی مجسٹریٹ اور اُس کا سالا مسٹر کاربری
اور اُس کا ایک لڑکا پندرہ برس کی عمر کا جوان ایک کایستھ کے گھر مین سے
پکڑے گئے یہ تینون انگریز رات کے وقت نرپت گنج کے مغربی دروازے کے قریب
مسجد کے سامنے قتل کیے گئے اور اُنکی عورتین بخت خان کے سپرد ہوئین اور
اُس کایستھ کو تمام دن توپ سے بندھا رکھا شام کو کچھ رشوت لیکر آزاد کیا گیا
اور ان باغیون نے وہ تمام ظالم اور مفسد قیدی جو نواب سید یوسف علیخان
بہادر کے نمکخوارون نے نہایت کوشش اور جانفشانی سے گرفتار کیے تھے
چھوڑ دیے اور لوٹ کا اسباب جو متفرق مقامات کے مفسدون سے چھین کر
جمع کیا تھا اُس کو لوٹ لیا اور لٹوا دیا۔ مجو خان کو جو پیشتر سے نواب بنگئے تھے
دوبارہ اس باغی جماعت نے نواب بنایا اور تمام شہر مین منادی کرادی۔
مجو خان سے بخت خان نے باربرداری طلب کی اُنھون نے جواب دیا

کہ بار برداری بھیجتا ہون اور جو سوار بار برداری طلب کرنے کو آئے تھے
اُن سے کہدیا کہ بغیر سید موسی رضا کوتوال شہر کے بار برداری نہین ملے گی
اُن کو پکڑ بیجاؤ کوتوال باغیون کے خوف سے روپوش تھے مگر مجو خان نے
سُراغ لگاکر گرفتار کرادیا۔ سوارون نے بخت خان کے پاس پہونچا دیا
اُس نے بار برداری طلب کی اُنھون نے جواب دیا کہ آپ کی آمد آمد کے
خوف سے شہر والون نے اپنی اپنی سواریان مخفی کردی ہین مگر مین تلاش کر کے
حاضر کرونگا لیکن بدقت اور بدیر ملینگی اُس نے ان کے ساتھ چند سوار کر کے
رخصت کیا۔ سید موسی رضا نے سوارون سے کہا کہ میری راے مین تو
مجو خان کے یہان سے بار برداری بہ آسانی مل سکتی ہے کہ وہ رئیس قدیم
ہین اور ہر قسم کی بار برداری رکھتے ہین اور جگہ سے ملنا معلوم نہین ہوتا۔
مین بھی تمھارے ساتھ اُن کے گھر چلتا ہون گھر مین ہو آؤن یہ کہکر چھپ گئے
سوار منتظر رہے لاچار مجو خان کے پاس چلے گئے اور کل بار برداری اُنکے ہان سے
لے لی۔ ۷ اجون ۱۸۵۷ء کو یہ فوج باغی مراد آباد سے دہلی کی جانب روانہ ہوگی
اسکے ہمراہ ۲۹ نمبر پلٹن بھی مراد آباد سے دہلی کو چلدی۔ گرفتار شدہ عیسائیون مین
ایک مسٹر فلپ سرشتہ دار ججی اور ایک ۶۸ نمبر کی پلٹن کے باجے کا افسر
جس سے باغی لوگ مشکوک تھے مقام گجرولہ کے قریب مار ڈالے گئے۔
باقی چار عیسائی ایک مسٹر پاول ڈپٹی انسپکٹر ڈاکخانہ دوسرا مسٹر ہل
سرشتہ دار کلکٹری تیسرا مسٹر ڈارنگٹن محرر کلکٹری چوتھا مسٹر میک گایر
محرر ججی باغیون کی قید مین دہلی تک گئے وہان پر ان کا پتہ نہین معلوم ہوا

کہ کیا ہوے۔ شاید دہلی مین پہونچتے ہی وہان کی باغی فوج نے اُن کو مار ڈالا
۱۸ جون کو مقام رجب پور گجرولہ مین سند حکومت مراد آباد کی مجو خان اور
اسد علی خان کو بادشاہ کی طرف سے لکھدی گئی۔ بخت خان کے جاتے ہی مجو خان
پھر مراد آباد کے حاکم بنگئے اور شاہ دہلی کا نائب اپنے آپ کو مشہور کرنے لگے۔
عباس علی خان بخت خان کے ساتھ جاکر وہان سے ایک سند اپنی نیابت
ضلع مراد آباد حاصل کر لایا اور حکومت مراد آباد کیلیے مجو خان اور عباس علیخان مین
باہم ناچاقی ہونے لگی مگر چند ہی روز کے عرصے مین موضع بیجنا وغیرہ کے
لوگون نے مراد آباد کے لوٹنے کا ارادہ کیا اس خوف سے عباس علی خان
اور مجو خان نے آپس مین صفائی کر لی اور آخر کار رعایا نے مجو خان کو اپنا حاکم
قبول کیا۔ مگر مجو خان کو اپنے عملے کے لوگون کے واسطے خرچ کی ضرورت پڑی
تو اُنھون نے منشاپور کے ایک مہاجن پردومن کشن کو بلاکر روپیہ طلب کیا۔
اُس نے روپیہ دینے سے انکار کیا۔ اسیر ایوب خان اور حافظ علی احمد سرغنہ لوگ
مسلمانون کی جماعت کے ساتھ مہاجن مذکور کا گھر لوٹنے کو چڑھ گئے اس خبر کو سُن کر
کنگھ کے ٹھاکر کی مدد کو آگئے اور آخر کار روپیہ نہ لیے جانے پر مصالحت ہو گئی۔

شہر مراد آباد مین دوبارہ ریاست کی طرف سے انتظام قائم ہونا
اور اضلاع مراد آباد مین انسداد فساد کیلیے فوج ریاست کی تعیناتی
تجویز ہونا جہان مفسدون نے آفت برپا کر رکھی تھی

حسب رائے صاحب کمشنر نواب صاحب نے دوبارہ دو ہزار فوج اور چار توپین

ہمراہ کر کے صاحبزادہ سید عبد العلی خان و حکیم سعادت علیخان کو مراد آباد روانہ کیا
۲۴ جون کو یہ فوج مراد آباد پہونچی۔ اس وقت مجو خان کے پاس دو توپین
اور کچھ مفسد سپاہ تھی اور بہ نسبت پہلے کے اب زعم حکمرانی بھی زیادہ تھا۔
افسران ریاست نے بہ تہدید و آشتی مجو خان کو حکومت سے دست بردار کرنیکی
کوشش کی۔ چونکہ اُن کے پاس کامل جمعیت نہ تھی اسلیے وہ دو توپین بھی
اہلکاران ریاست کے سپرد کر دین۔ اور خود حکومت سے دست بردار ہو گئے۔
نواب سید یوسف علی خان نے مناسب سمجھا کہ مجو خان کی تالیف قلب کے لیے
اُن کو سنبھل کے ناظم کا لقب دیا جائے اور اُنکے واسطے ساٹھ ہزار روپے کی جاگیر
مقرر کر دی۔ کچھ میم اور بچے بخت خان مجو خان کے سپرد کر گیا تھا قریب تھا
کہ اُن کی جانون پر بھی کوئی آفت آ کے مگر اہلکاران ریاست نے اُن سب کو
اپنی حفاظت مین لے کر بہ آرام و آسائش رکھا۔ بخت خان کے قیام نے
اکثر مراد آباد کے مفسدون کو نہایت سرکش کر دیا تھا اور اضلاع مین تو
سوائے کشت و خون کے اور کوئی کام ہی نہ تھا گنوار بھی دعوائے حکومت مین
مست تھے ہر ایک زمیندار اور معافی دار اپنے آپ کو راجہ اور نواب
خیال کرتا تھا جسکے پاس سو پچاس آدمیون کی جمعیت ہوئی اُس نے لوٹ مار
شروع کر دی مفسدون کی شرارت نے تمام اضلاع مراد آباد مین ایک تہلکہ سا
ڈال دیا تھا۔ اُدھر نواب ولی داد خان کی سرکشی اور یورش کے سیلاب گنگا کے
اُس پار آن کر حسن پور تک پہونچ گئے تھے چندوسی سنبھل امروہہ اور
ٹھاکر دوارے مین مفسدون نے سخت ظلم جاری کر رکھے تھے وصول زر کیواسطے

لوگون کو قید کرتے تھے اور طرح طرح سے آبرو ریزی ہوتی تھی۔ راستے بالکل امن وامان سے خالی تھے۔ مسافرت ایک مہلک کام تھا۔ تجارت کے دروازے چارون طرف سے مسدود ہر ایک قصبے اور گاؤن مین قحط کی صورت تھی زراعت کا کہین نشان تھا کہین نہ تھا۔

صاحب سنگھ اور چھدو لکھوری والے جاٹون نے سنبھل و محالات سنبھل مین ایک آفت برپا کر رکھی تھی لوگونکو ذرا ذرا سی بات پر قتل کرواتے۔ آسودہ رعایا کے مکان لٹواتے تھے۔ اور صاحب سنگھ نے دیپا سرائے سنبھل کو لوٹ کر بہمراہی لٹنا جاٹ ساکن موضع جول کھیڑہ دکن کی طرف سے امروہے پر چڑھائی شروع کی پہلے حملے مین جو تھوڑے سے عوام الناس یہان کے مقابل ہوے تو جاٹون نے پیچھے ہٹنا شروع کیا ناتجربہ کار آدمی تعاقب کیے چلے گئے جب شہر سے دور ہو گئے تو موضع پت سرہ مین جاٹون نے گھیر لیا۔ سترہ آدمی مارے گئے باقی بھاگ آئے۔ پھر دو روز کے بعد جاٹون نے دوسرا حملہ کیا اور ساکنان شہر کو پیام دیا کہ مہاجنون کو ہمارے حوالے کر دو یا دس ہزار روپے دو ورنہ ہم اس شہر کو لوٹ لینگے جب کہ روپیہ نہ پہونچا تو جنگ کی نوبت پہونچی اور جاٹ ہٹ گئے شہر والے تو دھوکا پا چکے تھے آگے نہ بڑھے اُس سے دوسرے روز بیشمار جاٹون نے متفق ہو کر پھر حملہ کیا۔ شہر والون نے بھی خوب جم کر مقابلہ کیا۔ شہر والونکے باہر نکلتے ہی جاٹون نے حملہ کیا اور بندوقین سر کین تو گولیان بادہوائی گیئن شہر والون نے تلوارون سے ایسا سخت مقابلہ کیا کہ جاٹون کے پاؤن اکھڑ گئے۔

دھما وندیا وغیرہ سرکشون نے کئی ہزار آدمیون کے ساتھ چندوسی کو لوٹ کر ویران کیا اور وہان اپنی حکومت قائم کی جنگی خان ومردان خان دیپور نگا اہیر نے ٹھاکردوارے کے محالات کو اپنے ظلم اور جبر سے چھین کر رکھا تھا بہت سی رعایا جلاوطن ہو کر مختلف مقامات کو چلی گئی۔

اِن سب خرابیون کے دور کرنے اور انگلش گورنمنٹ کی حکومت قائم کرنیکے واسطے نواب سید یوسف علیخان بہادر نے صاحبزادہ سید عبدالعلی خان بہادر عرف منجھلے صاحب کو حاکم اعلیٰ مراد آباد کا مقرر کیا۔ اور غلام ناصر خان بطور ڈپٹی کلکٹر کے مقرر ہوے۔ شہر کے انتظام کے واسطے سید موسی رضا عرف بھورا خان کو توال کا تقرر ہوا۔

مفسدونکی سزادہی کیلیے موضع پیپتی کو فوج کی روانگی

کچھ دنون کے بعد منجھلے صاحب کو خبر پہونچی کہ ٹھاکران موضع پیپتی نے لوٹ مار کر رکھی ہے راستے بند کر دیے ہین اور بہت سے مفسد اُن کے ساتھ ہوے ہین عجب نہین جو مراد آباد کو لوٹ لین۔ یہ خبر سُن کر غلام ناصر خان کو مع توپخانہ وسوار پیادہ انتظام کے ساتھ روانہ کیا۔ مقام پاک بڑی مین فوج مقیم ہوئی مگر فوج والون نے ظلم کرنا شروع کیا جس کو چاہا پکڑ لاے عورتون کا زیور چھین لیتے۔ غلام ناصر خان نے ایسے مظلومونکو چھوڑ چھوڑ دیا۔ زیور واپس کرائے۔ یہ حال دیکھ کر فوج بطور خود مراد آباد چلی گئی اور وہان یہ مشہور کیا کہ ہمارے افسر باغیون کو چھوڑ دیتے ہین۔ لیکن غلام ناصر خان اور سید موسی رضا وہین مقیم رہے اور دوسری فوج

مراد آباد سے طلب کی دوسرے روز جب فوج پہونچی تو انتظام ٹھاکران مفسد حسب مصلحت وقت بخوبی کردیا۔ بعد انتظام مراد آباد واپس آگئے کچھ باغی اور مفسد غارتگر جو گرفتار ہو کر آئے تھے بعد تحقیقات منجھلے صاحب کے حکم سے اُنکے ہاتھ کٹوا دیے۔

بدمعاشون کے ہاتھ سے چندوسی اور سہنس پور کی تباہی۔

ریاست کی فوج کا چندوسی سہنس پور بلاری بسولی اور آنولے کے انتظامات کے لیے بھیجا جانا

مقام چندوسی مین کہ لاکھون روپے کا مال تجارت ہر قسم کا رہتا ہے لوٹ مار کے واسطے وہان غارتگر بہت سے جمع ہوگئے تھے ان مفسدونکے سرغنہ دھرماونڈیا وغیرہ تھے۔ ۲۵ جون ۱۸۵۷ء کو انتظام چندوسی کے لیے صاحبزادہ سید علی اصغر خان مع فوج کے روانہ ہوے۔ ابھی صاحبزادے صاحب مقام چندوسی مین نہین پہونچے تھے کہ ایک عرضی بیوۂ میر مصطفےٰ علی ساکن سہنس پور کی اس مضمون سے منجھلے صاحب کے پاس آئی کہ سلطان علی میرا رشتہ دار مستعد غارتگری وکشت و خون ہے۔ سید موسی رضا کو حکم ہوا کہ جلد جا کر انتظام کرو۔ کوتوال نے سید افضل علی تھانہ دار سابق امروہہ اور حسن بخش خان ساکن چوگی حسن خان کو انتظام سہنس پور کیلیے مقرر کیا۔ دونون نے انکار کیا ناچار سید موسی رضا کوتوال بذات خود روانہ سہنس پور ہوے مقام بلاری مین صاحبزادۂ سید علی اصغر خان بہادر بھی

مع فوج کے مل گئے۔ کوتوال کے پہونچنے سے قبل ہی سہنس پور کا کام تمام ہو گیا تھا۔ بیوہ مصطفےٰ علی تنہا بلاری مین چلی آئی اور ایک کمپنی پلٹن مراد آباد کی تحصیلدار بلاری کو گھیرے ہوے خزانہ طلب کرتی تھی صاحبزادہ صاحب نے بحکمت عملی کمپنی کو وہان سے ناکام رخصت کیا۔ اس عرصے مین چندوسی کو مفسدون نے لوٹ لیا اور آٹھ روز تک یہ مقام اُن کے ہاتھ سے لٹتا رہا۔ صاحبزادہ سید علی اصغر خان بھی مع فوج کے چندوسی پہونچ گئے مفسدون نے بہت کوشش کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن آخر کار اکثر مارے گئے اور باقی ماندہ گروہ نے فرار اختیار کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے انتظام شہر اور محالات کیطرف توجہ کی بہت سے مفسد پکڑے گئے اور قرار واقعی سزائین دی گئین۔ لوٹ کا مال جو مفسد چندوسی سے لے گئے تھے اکثر واپس کیا اور اہلِ شہر کو حسب شناخت مالکون کے واپس کر دیا اس انتظام کی وجہ سے جس قدر دیہات ویران ہو گئے تھے وہ پھر آباد ہو گئے اور سرکاری مالگذاری بھی وصول ہونے لگی۔ پھر معلوم ہوا کہ بسولی مین کچھ فساد ہے صاحبزادہ سید علی اصغر خان مع حکیم سعادت علیخان کے جو وہان پہونچ گئے تھے بسولی پہونچے وہان مفسدون کو سزا دی اور آنولے آئے وہان کا انتظام کر کے رامپور آ گئے۔ چند روز کے بعد صاحبزادہ سید کاظم علیخان بطور دورے کے چندوسی کو گئے جنکی وجہ سے سرکشونکی ہمتین پست ہو گئین۔

سنبھل مین بدمعاشون کا لوٹ مار مچانا فوج ریاست کا وہان پہونچکر انتظام کرنا

اسی زمانے مین سنبھل مین بھی فساد شروع ہوا موضع لکھوری کے جاٹ

جنکے سرغنہ صاحب سنگھ اور چھدو تھے اور ہیراپور کے میواتی اور بلال پور کے
مولون نے مل کر سنبھل کا بہت بڑا حصّہ لوٹ لیا مولوی حامد علی تحصیلدار
سنبھل اور ابن علی کوتوال بخوف جان مراد آباد چلے آگے تھے۔ خانساماں
وزیر علی سنبھل کے ناظم مقرر ہوے اُنکا وطن سنبھل تھا اس لیے ذاتی واقفیت
اُس جانب کی زیادہ تھی گو لٹیرون اور راہزنون نے وہان طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا
مگر خانساماں وزیر علی کی حکمت عملی نے اُسکو دفع کیا صاحب سنگھ وغیرہ زلت کے ساتھ
پسپا ہوے اور اُسکے مسکن کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ سنبھل کے علاقے مین
ہر جانب فوج وغیرہ بھیجکر انتظامی حالت درست کی گئی۔ جن لوگونپر لوٹ مار کا
ثبوت ہوا اُنکو سخت سزائین دی گئین۔ جنپر جُرم قتل ثابت ہوا وہ عبرت کے واسطے
توپ سے اُڑائے گئے یہانتک کہ پورا بندوبست ہوگیا اور زرِ مالگذاری بلا دقت
وصول ہونے لگا مگر سنا جاتا ہے کہ فوج کے لوگون نے سنبھل کے راجی مل مہاجن سے
بہت سا روپیہ وصول کیا۔

علاقہ حسن پور کا بندوبست

علاقہ حسن پور مین ایک جانب تو نواب ولی داد خان کے آدمی مصدر فتنہ و
فساد تھے۔ دوسری جانب جاٹون نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ شورش
برپا کر رکھی تھی وہان کے انتظام کے واسطے ناظر گور سہاے مقرر ہوا اور صاحبزادہ
سید محمد رضا خان نواب سید یوسف علیخان کے داماد اور بھتیجے مع دو ضرب توپ
اور فوج کے مفسدون کی گرفتاری کے لیے روانہ ہوے وہان بھی دشمنون نے
باطمینان کامل مقابلہ کیا لیکن بہت جلد شکست کھا کر بھاگے اور پھر کوئی بدنظمی

پیدا نہ ہوئی۔

ٹھاکر دوارے کے مُفسدونکی سرکوبی

ٹھاکر دوارے کے مفسدون کی سرکوبی کے واسطے عبدالرحمن خان رسالہ دار
اور علی رضا خان رسالہ دار مع دو ضرب توپ اور دو سو سوارون کے روانہ ہوے
دریاے ڈھیلا پر تین ہزار مفسد سدراہ ہوے مگر تھوڑیسی لڑائی کے بعد وہ
منتشر ہوگئے اور ٹھاکر دوارہ مفسدون کے قبضے سے نکل آیا۔ پور نگا اہیر
ایک مشہور بدمعاش مراد آباد مین قید تھا جیلخانہ ٹوٹنے کے بعد وہ ٹھاکر دوارے
کے محالات مین آکر لوٹ مار کرنے لگا اور گرد و نواح کے ٹھاکر و اہیر اور دوسری قومین
اپنے ساتھ متفق کر کے چار ہزار آدمیونکے ساتھ اُس نے موضع شریف نگر کو لوٹ لیا۔
عبدالرحمن خان اور علی رضا خان اپنے سوار اور توپین لے کر اُسکے مقابلے پر گئے
دو تین گھنٹہ تک وہ خوب جمکر لڑا مگر ایسے آوارہ گرد گروہون مین جنگ کا
سلیقہ کہان۔ آخر کار اُس کا ایک نوجوان بیٹا وہین مارا گیا اور اُسکے ساتھی بھی
بہت سے کام آئے اور بہت نقصان اُٹھا کر ایسا فرار ہوا کہ پھر اُس علاقے مین
کبھی فساد کی جراٴت نہین کی۔ نواب سید یوسف علیخان کے حکم سے قاضی فضل احمد
جو رُدّر پور مین تحصیلدار تھے ٹھاکر دوارے کے تحصیلدار مقرر ہوے اور بعد
انتظام کامل وہان سے فوج واپس آگئی۔

عیسائی میم اور بچونکی میرٹھ کو روانگی

جو عیسائی عورتین کہ باغیونکے پاس قید تھین اور نواب صاحب کے
اہلکارون نے اپنی حفاظت مین لے لیا تھا۔ یہ عورتین مسز گیبن۔ مسز ل۔

مسٹر ڈارنگٹن - مسٹر میک گایر - مسٹر ہمفری - مسٹر وارِوک کی بی بیان تھین -
ان مین سے ہر ایک کے ساتھ ایک سے لے کر چھ تک بچے بھی تھے - ان عیسائیون مین
مسٹر وارِوک نینی تال مین بھاگا ہوا موجود تھا باقی کچھ مر چکے تھے کچھ باغیون کی
قید مین تھے - گو ان یوریپین میم اور بچون کی مہمانداری کا بندوبست کیا جاتا تھا
لیکن وہ لوگ ہمیشہ افسردہ اور پریشان رہتے تھے ادھر نواب صاحب کو بھی
خیال ہوا کہ یہان کی حالت انتظامی کا کوئی اعتبار نہین اور مفسدہ پرداز
کوشش کر رہے ہین اس لیے صاحب کمشنر سے مشورت کی اُنکی یہ رائے ہوئی
کہ ان لوگون کو میرٹھ بھیجدیا جائے گڑھ مکٹیسر کے گھاٹ تک نوابصاحب
کے افسر اُن کو پہونچائین وہان سے گورنمنٹ کی حفاظت مین میرٹھ چلے جائینگے
حکیم سعادت علی خان کو حکم ہوا کہ پچاس آدمیون کے گروہ کے ساتھ جو تمھارے
اعتباری ہون اُن عورتون اور بچون کو جس طرح ممکن ہو گنگا کے معبر تک پہونچاؤ
لیکن عام طور پر یہی خیال تھا کہ حکیم سعادت علی خان زندہ نہ آئینگے اور
نہ اُنکے ساتھیون مین سے کوئی زندہ بچے گا - کیونکہ ولی داد خان نے
گنگا کے گھاٹون پر اپنا بندوبست کر رکھا تھا - حکیم سعادت علی ۱۶ نومبر ۱۸۵۷ء
کو اُس یوریپین گروہ کو لے کر روانہ ہوے اور ہر جگہ تحمّل اور تنبیہ سے کارروائی
کرکے اُنکو افسران انگلش کے سپرد کرکے گڑھ سے واپس آئے -

مراد آبادیون کی حالت - رعایاے مراد آباد اور فوج رامپور کے سپاہیون مین ہنگامہ آرائی

مراد آباد مین رعایا کی یہ حالت تھی کہ ہر جمعہ کو مسجدون مین جہاد کے واسطے

وعظ کہا جاتا تھا جس سے باغیونکی زیادہ تر ہمت بڑھتی تھی عوام الناس مین مشہور تھا کہ ایک فقیر ایران سے ایک لاکھ غازیون کو لے کر دہلی مین آیا ہے جس کی کرامت سے انگریزونکے تمام بان اور گولے پانی کے قطرون کی طرح بہ جاتے ہین۔ بعض کا قول تھا کہ بمبئی کی باغی فوج قسطنطنیہ ہوکر انگلستان کو ملکہ کی گرفتاری کے لیے گئی ہے تاکہ اُسکو دہلی کے بادشاہ کے دربار مین حاضر لاکر چربی آمیز کارتوسون کے بھیجنے کی بازپرس کرے۔ مراد آباد مین انگریزی وضع کا کپڑا پہننے والے کو جان کا خوف تھا اور انگریزی بولنے والا تو بالکل کرسچن اور پکا کرسچن سمجھا جاتا تھا۔ دہلی پر انگریزون کو شکست ہونے کی خبرین بڑے زور شور کے ساتھ نئے حکمرانون کو لکھی گئین کہ اب کوئی لمحہ یا چشم زدن مین ان کافرون کا استیصال کیا جاتا ہے ایسے طوفان کے زمانے مین صرف چند آدمی مراد آباد کے انگریزی خیر خواہ تھے جو ہمیشہ مسٹر ولسن اور دوسرے انگریزی افسرون سے خفیہ خط وکتابت رکھتے تھے۔ ان لوگون مین درگا پرشاد ڈپٹی انسپکٹر اسکول۔ نند کشور سپرنٹنڈنٹ سڑک۔ بھاؤ جگناتھ ڈپٹی پوسٹماسٹر بابو تاراچند اسسٹنٹ سرجن۔ بابو گنیش پرشاد ترجمہ نگار منصفی۔ یہ اشخاص تھے اور اس ڈاک رسانی کی خدمت لالہ لچھمی نرائن بریلی کے ایک مہاجن نے اپنے ذمے لی تھی۔

مراد آباد مین ریاست کی دست اندازی کا بعض بعض شہر والون اور دوسرے مفسدون کو نہایت ملال تھا خصوصاً مجو خان رات دن اس امر کے درپے تھے کہ کسی طرح ریاست کا قبضہ یہان سے اُٹھ جائے اور پھر مین بطور خود

حکومت کرون - ریاست کے بندوبست سے کسی ظالم و جابر کو شرارت کا موقع
نہ ملتا تھا اس لیے عموماً مفسد ہنگامہ آرائی کرنا چاہتے تھے - اس معاملے مین
اُنھون نے بہت سی کوششین کین لیکن ناکامیاب ہوے مگر ۲۹ جولائی اور
بقولے ۲- اگست ۱۸۵۷ء کو ایک عجیب پُر ہول قضیہ روبکار ہوا جو بنام کدوخانی
مشہور ہے - ایک شخص جو ریاست کی فوج مین ملازم تھا کدو بازار سے خرید رہا تھا
کہ عثمان خان ساکن مرادآباد نے اُس سپاہی سے کچھ تکرار کی یہانتک فساد ہوا کہ
عثمان خان زخمی ہوا اور اپنے گھر مین جا بیٹھا - چونکہ مرادآباد کے مفسد رامپور والون پر
بوجہ اُنکی حکومت اور انتظام کے خار کھائے بیٹھے تھے دس بارہ آدمیون نے
اُس فوجی ملازم کو مار ڈالا - حکیم سعادت علیخان نے اس فساد کو کسی قدر مٹایا
اور کوتوال کو حکم دیا کہ عثمان خان زخمی کو کوتوالی مین بلا لاؤ اور علاج کراؤ -
ہنوز وہ مجروح کوتوالی نہین پہونچا تھا کہ فوج والون نے یورش کر کے اُس کو
رستے مین مار ڈالا - جبکہ وہ مارا گیا تو ہنگامۂ عظیم برپا ہوا - جملہ ساکنان مرادآباد
و دیہات قرب و جوار متفق ہو گئے اور مسلح گروہ کوچہ و بازار مین پھرنے لگے
ریاست رامپور کا آدمی ملازم یا غیر ملازم جس جگہ ملا فوراً مار ڈالا - جب یہ صورت
فساد کی قائم ہوئی تو منجھلے صاحب مع دیگر کارندون کے حسب مصلحتِ وقت
بمشورۂ حکیم سعادت علیخان دیوان کانمل کے مکان مین مقیم ہو گئے اور مکان کے آس پاس
توپین قائم کین جس وقت کیمپ ریاست مین یہ خبر پہونچی تو تمام فوج نے
بطور خود کمر بندی کر لی اور کُل افسر و سپاہی اس بات پر آمادہ تھے کہ توپون کے
گولون سے مرادآباد کو مسمار کر دین کوتوال شہر نے مع چند سپاہیون کے کوتوالی مین

پناہ لی باقی سپاہی شامل بلوائیان ہو گئے یہان تک کہ کوتوالی کے ایک
سپاہی نے سید موسی رضا کوتوال کے تپنچہ مارا کہ وہ خطا کر گیا اور تپنچہ مار کر
دھونکل سنگھ کٹنگھر والے رسالدار باغی سرغنۂ بلوائیان کو اطلاع کی کہ کوتوال
بانسو سپاہیان رامپور کی جمعیت کے ساتھ کوتوالی مین موجود ہے اور جو مرادآباد کا
باشندہ اُدھر سے نکلتا ہے اُسے گولی سے ہلاک کرتا ہے۔ یہ سُن کر دھونکل سنگھ
بلوائیونکی جماعت لے کر کوتوالی پر چڑھ آیا اور آمادۂ فساد ہوا۔ موتی سنگھ برہمن
ملازم کوتوالی نے جو کوتوال کے ساتھ موجود تھا دھونکل سنگھ کے گروہ کو
جھانک کر دیکھا اور دھونکل سنگھ سے جاکر کہا کہ تم کس خیال مین ہو کوتوالی مین
رامپور کا کوئی آدمی نہیین نہ کوئی کسی کو مارتا ہے مین کوتوالی کا دروازہ
کھولتا ہون چنانچہ دروازہ کھولکر دکھادیا اور اطمینان کردیا کہ صرف چار پانچ
سپاہی تھے۔ اُس وقت دھونکل سنگھ نے کوتوال سے کہا کہ یہ فساد دم بدم
بڑھتا جاتا ہے اسکو فرو کرو کوتوال نے جواب دیا کہ مین خود متردد ہون کہ
کیا تدبیر کرون ہان اگر مجھکو دیوان کے مکان مین پہونچادو تو مین منجھلے صاحب سے
صلاح کر کے تمکو جواب دون۔ دھونکل سنگھ نے اقرار کیا۔ چنانچہ کوتوال نے
اپنے ساتھ والون کو ہمراہ لیا۔ دھونکل سنگھ کا گروہ بھی پیچھے پیچھے ہولیا یہ وہان پہونچے
اور کہا کہ اب وہ فکر کرنی چاہیے جس سے بلوہ اور فساد رفع ہو۔ حکیم سعادت علیخان
نے کہا کہ مرادآبادیون کے قول وفعل کا اعتبار کیونکر ہو انکا ظاہر کچھ باطن کچھ ہے۔
کوتوال نے کہا مین اُس شخص کو لایا ہون کہ اگر وہ عہد کرلے گا تو کسی کو مجال نہیین
کہ انحراف کرے۔ یہ کہکر دھونکل سنگھ اور اُسکے کئی سرگروہ ہمراہیونکو پیش کیا

حکیم سعادت علیخان نے اُس سے قسم کے ساتھ عہد مؤکد کر کے اپنے یہان کے
افسران فوج کو بلوایا اور اُن سے بھی عہد و پیمان لیا کہ آیندہ کسی قسم کا فتنہ و فساد
نہو گا اور آپس مین صُلح کرا دی۔ آدھی رات تک یہ قضیہ طے ہوا دونون گروہ
واپس ہو گئے۔ غلام ناصر خان جو ٹھاکر دوارے مین منتظم تھے یہ خبر سُنکر مراد آباد کو آئے
رام گنگا پر ملاحون نے نہین اُتارا اور یہ کہا کہ دھونکل سنگھ کا حکم نہین ہے۔
جب یہ خبر حکیم سعادت علیخان کو پہونچی اُنھون نے بذریعہ کوتوال دھونکل سنگھ کو
اطلاع دی دھونکل سنگھ خود گھوڑے پر سوار ہو کر گھاٹ پر آیا اور کوتوال کو ہمراہ لایا
اور بہت عذر کیا۔ اور گھاٹ والون سے کہا کہ میر صاحب جو حکم دین وہ کرنا چاہیے
کوتوال کشتی پر بیٹھ کر غلام ناصر خان کو لانے کے لیے روانہ ہوے جب دریا کے دوسرے
کنارے پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ موضع بھینسیا کو چلے گئے۔ کوتوال وہان گئے اور
اُن کو اپنے ہمراہ لا کر قریب نماز صُبح مراد آباد مین حکیم سعادت علیخان کے پاس
پہونچا دیا۔ فجر ہی تمام افسران فوج اور تمامی عمائد شہر ہندو و مسلمان جمع ہوے اور
باہم برضا مندی مصالحت بخوبی ہو گئی اس ہنگامے مین ریاست کی فوج کے
چالیس آدمی مارے گئے تھے اور کچھ آدمی مراد آباد کے ہلاک ہوے۔ واقعی اگر
اس موقع پر تھوڑا بھی مصالحت مین فوج کو تامل ہوتا تو مراد آباد کی عجیب حالت
ہو جاتی۔

امروہے کو فوج کی روانگی۔ اور بچھراؤن۔ ٹگری۔ گجرولہ اور امروہہ کے راستون پر جا بجا چوکیان مقرر کرنا

مراد آباد مین منجھلے صاحب کو یہ خبر پہونچی کہ امروہے کے علاقے مین کچھ فساد

ہونے والا ہے اور عشرہ محرم ۱۲۷۴ھ ہجری بھی آگیا ہے اسکا بھی انتظام واجب ہے۔ منجھلے صاحب نے سید موسی رضا کو مع فوج پیادہ وسوار و توپخانہ مامور کیا۔ چنانچہ سید موسی رضا مع فوج کے ننھے خان کے باغ مین ٹھہرے یہ خبر جب امروہے مین پہونچی تو جملہ رؤساے امروہہ مسلمان وہنود اُنکے پاس آئے اور خواہش کی کہ فوج کو یہان سے واپس لیجائین ہم ذمہ دار ہین کہ کسی قسم کا فساد نہوگا فوج کے رہنے مین ہر طرح کی تکلیف کا اندیشہ ہے۔ سید موسی رضا نے منجھلے صاحب کو اس سب حال کی اطلاع دی اور بازگشت فوج کی اجازت حاصل کی اور فوج کو رخصت کر کے خود چند سپاہیون کے ساتھ مقام رجب پور مین قیام کیا وہان معلوم ہوا کہ پاک بڑی تک کنارہ دریاے رام گنگا سے مسافر لٹ جاتا ہے۔ سید موسی رضا نے مقام ٹگڑی سے پاک بڑی تک جابجا چوکیان مقرر کین۔ جہان میواتیون کا زور تھا وہان میواتیون کی چوکی مقرر کی جہان گوجر اور جاٹ فساد کرتے تھے وہان کی چوکی مین اُن لوگون کو بھرتی کیا اور ناظر گو رسہاے قوم جاٹ ساکن مرادآباد کے متعلق انتظام پچھراؤن۔ ڈگری۔ وبجھرولہ وامروہہ کا کر دیا۔

امروہے مین سید گلزار علی کا فساد۔ ریاست کی فوج کا وہان جاکر مفسدون کا تدارک اور شہر کا انتظام کرنا

۱۳ نومبر ۱۸۵۷ء مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۲۷۴ھ ہجری کو گلزار علی نے بشراکت ماڈے خان وغیرہ چند سرکشون کے امروہے پر اپنا پورا تسلط کر لیا اور

ملازمان ریاست سے بمقابلہ پیش آیا اُس وقت نواب صاحب کی طرف سے
سید ظہور حسن سابق تحصیلدار ٹھاکردوارہ امروہے کے ناظم تھے چونکہ انبوہ
دشمن کا بہت تھا اس واسطے اور فوج حکیم سعادت علی خان اور غلام ناصر خان
اور خانسامان وزیر علی کے زیر حکم امروہے کو بھیجی گئی۔ ۱۹ نومبر کو گلزار علی نے
بہت جمعیت اور اطمینان کے ساتھ مقابلہ کیا سید ظہور حسن بھی حکیم صاحب کے
شریک ہو گئے تھے اور بعض عمائد شہر حکیم صاحب کی رضا سے اپنے مکانات پر
اپنی اپنی ناموس کی حفاظت کرتے رہے اس لڑائی مین صرف دو آدمی ریاست کے
تلف ہوے اور اُدھر کے پچیس تیس۔ گلزار علی شکست کھاکر بھاگ گیا اور
اُسکے ساتھی سب منتشر ہو گئے۔ امروہے شہر مین امن و امان کی منادی ہوئی۔
سرکشون کے مکانات بالکل مسمار کرا دیے گئے جو اس فساد مین شریک تھے
توپ سے باندھکر اُڑا ئے گئے اور تمام علاقے مین انتظام ہو گیا اور بعض
مالگذارون نے جو ادا ے زر مین تمرد کیا تھا اُنکی بھی گوشمالی بخوبی ہوئی اور
وصول مالگذاری مین کوئی دقت اور پریشانی نرہی فتح کے بعد حکیم سعادت علیخان
اور خانسامان وزیر علی وغیرہ سرداران فوج مع رؤسا ے شہر سید شرف الدین
کی درگاہ مین گئے اور عمدہ نفیس کپڑے کی ایک چادر جو نہایت پر تکلف تھی
مخدوم صاحب کی قبر پر چڑھائی اور بہت شیرینی تقسیم کی اور بڑے دربار مین
جو تبرکات ہین اُنکو وہان منگواکر زیارت کی۔

حکیم صاحب نے امروہہ والون کی نسبت اس کارگذاری کی بابت
یہ کیفیت لکھی تھی جناب نواب صاحب نے زمانۂ غدر مین سید ظہور حسن تحصیلدار

کاشی پور کو امروہے کا ناظم مقرر فرمایا۔ جبکہ گلزار علی باغی نے یورش کی فدوی باغیون کی سرکوبی کے لیے رجب پور مین پہونچا اُس وقت سید ظہور حسن مع نور حسن اور منظور حسن اپنے بیٹون اور ظہور حسین اپنے بھائی کے کہ بالفعل منصف ہین اور میر فرحت علی مع ابراہیم علی و ریحان علی اپنے بیٹون کے اور رمضان علی مع مظہر علی اپنے بیٹے کے کہ میر فرحت علی و میر رمضان علی سرکار والا مین عہدۂ رسالداری پر مقرر تھے اور سید ظہور حسین کے چچازاد بھائی ہین اور سید ظہور حسین کے دوسرے عزیز فدوی کے پاس آکر لڑائی کے اختتام تک شامل فوج رہے۔ اور اُن کی طرف سے بہت جانفشانی اور جُرأت عمل مین آئی اور فدوی سید نور الحسن سے بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔ یہ شخص زمانۂ غدر مین خیرخواہ سرکار رہا اور عمدہ خیرخواہ سرکار کا بیٹا ہے "

نواب صاحب نے امروہے مین صاحبزادہ سید علی اصغر خان کو سید ظہور حسن کی جگہ ناظم مقرر کر دیا انکی نظامت کے زمانے مین جب جنرل جونس رڑکی سے بڑی فوج کے ساتھ نجیب آباد مین آیا اور اُس فوج کے خوف سے نجیب آباد سے باغی بھاگ کر امروہہ کو آنے لگے تو صاحبزادے صاحب نے امروہے کے چارون طرف سپاہ اور توپین باغیون کے دفع کرنیکے لیے متعین کر دین۔ اس عرصے مین مراد آباد کی طرف فیروز شاہ کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو تمام باغی اُس کے شریک ہونے کو مراد آباد کو چلے گئے۔ صاحبزادے صاحب نے سادات اور شرفاے شہر کو اطلاع دی اُس روز سے سب لوگ ناظم صاحب کی خدمت مین حاضر اور شریک مشورہ رہے انگریزی فوج بھی جنرل جونس کی ماتحتی مین نجیب آباد سے

کوچ کر کے موضع چھلبیٹ مین پہونچی صاحبزادہ سید علی اصغر خان ناظم شہر کا انتظام روسائے شہر کو سپرد کر کے جونس صاحب کے پاس چلے گئے جنرل صاحب نے انکی زبانی ساکنان شہر کی اطاعت کا حال سُن کر رخصت کیا اور کہا کہ تم ساکنان شہر کو تسلی دو اور خود مراد آباد کی طرف بعجلت روانہ ہوے۔

یہان یہ بھی جان لینا چاہیے کہ یہ جو ممالک متحدہ کے گزیٹیر مین لکھا ہے جس مین مراد آباد کے حالات بیان کیے ہین کہ "امروہے کے سیدون نے کبھی نواب صاحب کا حکم نہ مانا" یہ بات تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ تاریخ امروہہ مین صاف تصریح کی ہے کہ تمام سادات امروہہ نواب صاحب کے مطیع رہے اس خیال سے کہ نوابصاحب نے اس ملک پر اپنا دخل انگریزون کے حکم سے کیا تھا۔

انتظام خبر رسانی

اُس پرآشوب زمانے مین ڈاک سرکاری تو اکثر جگہ بند تھی کیونکہ یہ سامان تو اُسی وقت تک ہین جب تک امن وامان ہو۔ مقیمان نینی تال اکثر یورپین تھے اور اُن لوگون کو اپنی قوم کے ساتھ جو ہمدردی ہے وہ بھی ظاہر ہے علاوہ اس کے اُس وقت سب کی آنکھین اسبات کی مشتاق تھین کہ حکومت انگلشیہ کا دوبارہ تسلط دیکھین کیونکہ باغیون نے شیرازۂ اطمینان درہم برہم کر دیا تھا۔ اس لیے نواب سید یوسف علی خان بہادر نے اپنے چند جان نثارون کو اس بات پر متعین کر دیا تھا کہ وہ میرٹھ دہلی بجنور بریلی لکھنؤ اور کانپور وغیرہ سے خبرین لائین۔ اُس وقت مفسدون نے اس خبر رسانی کے انسداد کی بھی بہت کوششین کر رکھی تھین۔ اگر کسی مسافر کے پاس کوئی ردی کاغذ بھی دیکھتے تھے تو فوراً اُس کو مار ڈالتے تھے۔

اور ہر ایک مقام پر آیندورond کی سختی کے ساتھ تلاشی لیتے تھے۔ نوابصاحب کے مخبر
اُس حالت مین ہر ایک مقام سے زبانی خبرین صحیح صحیح لاکر پہونچاتے تھے اور ہر ایک
مقام پر لوگونکو احسانات سے ممنون کر کے اپنا دوست بنا کر اُن سے خبرین منگوائی
جاتی تھین۔ ظاہر ہے کہ ایسے پُرخطر زمانے مین جو لوگ خبرین لانے لیجانے
کے واسطے متعین تھے وہ بلا کسی بڑی منفعت کے ہرگز ایسی سخت خدمت کو
انجام نہین دے سکتے تھے اس کام مین نوابصاحب نے بڑی فراخ حوصلگی سے
ہزارون روپیہ صرف کیا اور روزمرہ مفصل خبرین منگاکر صاحب کمشنر کے پاس بھیجین
چنانچہ ان خبرونکے کاغذات کا ایک بڑا دفتر ہو گیا تھا۔ علاوہ اس کے مقیمان
نینی تال کی تحریرین اکثر انگریزون کے نام میرٹھ وغیرہ کو بھی نوابصاحب بھیجتے تھے
اور کبھی کوئی تحریر کسی مقام پر تلف نہین ہوئی۔

حالات رامپور

اَور مقامات سے جو لوگ بھاگ کر یا غنیمت کا مال لے کر آتے تھے وہ ریاست کو
عمدہ جائے امن تصور کرتے تھے اور یہان بھی بنظر مصلحت وقت کسی سے کوئی
تعرض نہین ہوتا تھا بلکہ بعض بعض مفسدون کی اصلاح طبیعت کے خیال سے
طرح طرح کے احسانات بھی ہوتے تھے بعض کی تنخواہین مقرر تھین تاکہ وہ مصدر فتنہ
وفساد نہ بنین اور عام رعایا کو نہ بھڑکائین۔ لیکن بدخصلتی سے مفسد اپنی شرارتون سے
باز نہین آتے تھے اور نئی نئی ترکیب کی غیر معتبر پریشان افواہین ہر لحظہ شہر مین
مشتہر ہوتی تھین۔ فوج مین کوئی ماتحت اپنے افسر کو ادنے سپاہی کے برابر
نہین شمار کرتا تھا۔ یہان کا قاعدہ ہے کہ کچھ سپاہی خاص نوابصاحب کی حفاظت

کرتے ہین اور وہ پلنگ کا پہرہ مشہور ہے شب کو جو سپاہی پہرہ بدلواتا تھا
تو تمام سامان سپرد کرنے کے بعد کہتا تھا کہ "ایک کرشٹان بھی ہے" نوابصاحب
بحالت بیداری اس قسم کے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت کلمات سُنا کرتے تھے۔
گلی کوچون مین نواب صاحب اور معتمدین کی نسبت علانیہ سخت و سُست الفاظ
اور کرشٹان کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ مگر آفرین ہے نواب سید یوسف علیخان کے
ظرف پر جنھون نے نہ اُس وقت نہ اُسکے بعد کچھ بدلا اس کا لیا۔ حالانکہ
قدرت کامل حاصل ہو گئی تھی۔ اس شورش کی ایسی ترقی ہوئی کہ غالب علیخان رسالدار
رسالۂ خاص اور غلام علیخان رسالدار ترکسواران نے درخواست کی کہ
ہمارے رسالون کی تنخواہ بجاے اٹھارہ کے بیس روپے ہو جائین۔ چونکہ
اُس وقت مالی مشکلات بڑھی ہوئی تھین اس لیے اُن سے کہدیا گیا کہ سردست
اگر تمھارے رسالون کے ساتھ مراعات کی جائین تو اور بھی فوج ایسی ہی درخواست
کرے گی اس واسطے اضافہ نہین ہو سکتا۔ مگر اُن کے دماغ کی کچھ ایسی حالت تھی
کہ دونون رسالدار اپنے رسالے لے کر شہر سے باہر چلے گئے اور کہا کہ ہم اب
خان بہادر خان کی نوکری کرینگے اس موقع پر بھی اہل شہر کو عجیب تشویش
لاحق ہوئی کہ اگر تمام فوج نے یہی طرز اختیار کی تو کیا ہوگا اور اُس وقت
ایسا ہونا کچھ عجیب بھی نہ تھا۔ کیونکہ تمام سپاہی ایک ہی قوم اور ایک ہی
خیالات کے تھے۔ نوابصاحب نے صاحبزادۂ سید محمد رضا خان کو اُن کے
رضامند کرنے کے لیئے بھیجا۔ چنانچہ صاحبزادے صاحب اُن کو منا کر لائے۔

نواب سید یوسف علیخان نے تمام رسالون کی تنخواہ مین دو دو روپے کا

اضافہ بھی منظور فرمایا۔ پولٹیکل اُمور مین نواب سید یوسف علی خان کی رائے نہایت ہی صائب تھی اور اکثر کام اُن کے ایسے ہوتے تھے جن کا نتیجہ بدقت سمجھ مین آتا تھا فوج کی یہ حالت دیکھکر نوابصاحب نے مثل جنرل افواج پشاور کے ایک عمدہ تدبیر اُن کے دفعیہ فساد کی نکالی۔ پشاور مین جب ہندوستانی فوج نے فساد شروع کیا اُس وقت جنرل صاحب نے یہ مناسب سمجھا کہ اس موقع پر اگر آفریدیون سے کام لیا جائے تو بہت مفید ہوگا۔ آفریدی وہ قوم ہے جس نے حدود پشاور مین گورنمنٹ کو بہت پریشان کر رکھا تھا اور اُنکی سرکوبی کے واسطے بار بار ہندوستانی فوج بھیجی جاتی تھی یہ لوگ آفریدیون کے مکانات جلاتے تھے اور اُن کی زراعت اُجاڑ دیتے تھے اس لیے آفریدیون کو ہندوستانی فوج سے خاص عداوت تھی۔ جب ہندوستانی فوج کے لوگ پشاور سے فرار ہوے تو اکثر آفریدیون نے پکڑ کر حاضر کیا اُنکی یہ حالت دیکھکر اکثر آفریدی نوکر رکھے گئے اور وہ مفسدون کی گرفتاری مین نہایت جانفشانی کرتے تھے جسکے سبب سے سرکشون کی ہمت پست ہوگئی۔ نواب سید یوسف علیخان نے بھی اسی حکمت عملی پر کارروائی کی یعنی ایک رسالہ بھنگیون کا اور ایک قصابون کا بھرتی کیا جن مین دو دو سو آدمی تھے اُن کو اسلحہ سے مسلح کر کے بالکل سپاہی کر دیا۔ یہ امر رامپور کے مفسدون کی پست ہمتی کا باعث ہوا کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ اگر ہم ریاست سے کچھ بھی پرخاش کرینگے تو سب سے اول یہی رسالے ہمارے مقابلے پر آمادہ ہونگے۔

ریاست کی مالی مشکلات۔ فوج کی تعداد

جہان نواب سید یوسف علیخان کو اور ہزارون تشویشین تھین منجملہ اُنکے مداخل و مخارج کی

فکر بھی دامنگیر تھی کیونکہ ریاست کی حدود مین بھی مفسد بہونچکر کبھی کبھی اہل دیہات کو ستاتے تھے وصول مالگذاری مین بھی کمی تھی مخارج کی ترقی انگریزونکے آرام و آسائش کا سامان فوج کی زیادتی خبر رسانی کا انتظام مفسدونکی تالیف قلوب وغیرہ سنہ ۱۸۵۶ء مین جب کہ بالکل امن تھی ریاست کی کل فوج مین مع پلٹن پیادہ و توپخانہ دو ہزار دو سو سینتالیس آدمی تھے مگر سنہ ۱۸۵۷ء مین بغرض انتظام اضلاع مراد آباد و حفاظت ریاست بارہ ہزار آدمی نوکر رکھے گئے جسکی مجموعی تعداد چودہ ہزار سے بھی زیادہ ہوئی منجملہ چودہ ہزار کے ایک ہزار سوارون کا رجمنٹ تھا جس مین دس رسالے تھے ایک پلٹن تھی جس مین گیارہ سو کے قریب سپاہی تھے اور اُسکا کمانڈنگ کپتان مسٹر فلس یوریین تھا۔ گولہ اندازون کی تعداد تین سو سے بھی زیادہ تھی پیدل رسالون مین جنکو بے قاعدہ پلٹن کہنا چاہیے بارہ ہزار کے قریب سپاہی اور بیاسی رسالدار تھے فوج کا صرف معمول سے آٹھ نو حصہ زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اس چھوٹی سی ریاست نے صرف استحکام حکومت انگریزی کے واسطے اس قدر مصیبتین اور مالی دقتین گوارا کین اگر رامپور کی جانب سے اس تنگ وقت مین یہ انتظام نہوتا تو نینی تال بھی کسی طرح انگریزون کے قبضے مین نرہتا۔ معہذا روہیلکھنڈ مین فساد بہت پائدار ہو جاتا۔

انتظام رسد رسانی نینی تال

جولائی سنہ ۱۸۵۷ء مین نواب سید یوسف علیخان نے بہت سا سامان مثل کمبل و کوٹ وغیرہ اور کچھ اشیاے خوردنی شیخ علی بخش خان کو دین کہ نینی تال پر صاحب کمشنر کو پہونچا دین چنانچہ علی بخش خان وہ سامان رسد لے کو پچیس سوارونکے ساتھ کالاڈھونگی کو

روانہ ہوے۔ رات کے وقت کالاڈھونگی پہونچے دیکھا تو دشمنون نے وہان محفوظ مورچہ قائم کر رکھا تھا خوش قسمتی سے اس گروہ کے آنے کی خبر دشمن کو نہ ہوئی ورنہ اسباب رسد کے سوا جانون کا بھی نقصان ہوتا۔ علی بخش خان رامپور کو واپس آئے اور یہان سے دوبارہ عمدہ بندوبست کر کے براہ ہلدوانی نینی تال گئے۔ صاحب کمشنر نے ہلدوانی مین بنظر حفاظت ایک مضبوط گارد قائم کر رکھا تھا اُسنے اِن کو روکا اور صاحب کمشنر کو اطلاع کی وہان سے ایک خدمتگار لے کر پہاڑ پر آنے کی علی بخش خان کو اجازت ہوئی اور سامان وغیرہ سب قلیون کے سر پر رکھ کر اوپر لے گئے اس سامان کو دیکھ کر سب یورپین نہایت خوش ہوے اور کپڑے کے گٹھرون کو اپنے کاندھون پر اُٹھا کر لے گئے کیونکہ وہان سردی کی وجہ سے سخت تکلیف تھی اور سامان سرمائی کسی کے پاس بھی نہ تھا۔ چونکہ رسد بھیجنے مین دقتین واقع ہوتی تھین اس لیے صاحب کمشنر نے ایک گارد اپنی جانب سے شفاخانے مین مقرر کر دیا تھا کہ راہ کی حفاظت کرے۔ ایکبار علی بخش خان دس بارہ گاڑیان اسباب رسد کی لے کر گئے اور شفاخانے مین صاحب کمشنر کے گارد کے سپرد کر کے چلے آئے جبکہ وہ گارد اسباب لے کر شفاخانے سے بڑھا تو ناگہان خان بہادر خان کی فوج نے آلیا اور تمام اسباب لوٹ کر لے گئی آیندہ کے واسطے یہ تجویز ہوئی کہ علی بخش خان ہلدوانی تک رسد پہونچایا کرین۔ چنانچہ اکثر وہ اسی طرح آتے جاتے لیکن اپنی ہمراہی مین سوا ذاتی معتمدون کے اور کسی کو نہین رکھتے تھے

رُدّرپور اور بازپور اضلاع ترائین مین ریاست کا بندوبست

گو بشرط امکان حفاظت رسد کی کوشش کی جاتی تھی لیکن پھر بھی بے اطمینانی تھی

اس لیے نواب سید یوسف علی خان بہادر نے صاحب کمشنر سے مشورہ کیا کہ اگر
آپ کی رائے ہو تو رُدّر پور اور باز پور وغیرہ مین بھی ہم اپنا بندوبست رکھین کیونکہ
اگر ہمارا انتظام رہے گا تو پھر رسد رسانی مین کوئی حارج نہین ہو سکتا۔ صاحب
کمشنر نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ دونون جگہ نواب صاحب کے اہلکارون نے
عمدہ انتظام کیا۔ بہادر شاہ خان رُدّر پور اور باز پور کے سپرنٹنڈنٹ اور مٹھو خان
تھانہ دار مقرر ہوے۔ باز پور کے تھانے مین ستانوے آدمی ملازم تھے اور
رات دن گرد و نواح مین گشت کرتے تھے۔ ٹانڈے مین بھی بدنظمی کے خیال سے
ایک چوکی مقرر کی گئی جس مین اٹھارہ سپاہی ملازم تھے۔

موضع گنتی پتریان علاقہ بھابھر کی غارتگری

رُدّر پور اور باز پور پر قبضہ ہونے سے قبل ایک سخت واقعہ ہوا جسکی وجہ سے
نواب سید یوسف علی خان بہادر کو سخت رنج رہا۔ غلام مصطفےٰ خان عرف
مستو خان ریاست کی جانب سے سوار کا تحصیلدار تھا گو یہ شخص نہایت مقتدر
اور باوفا ملازم تھا لیکن ۱۸۵۷ء کی عام جہالت نے اُسکے حواس بھی معطل کردیے
اُس کو جب معلوم ہوا کہ موضع گنتی پتریان علاقہ بھابھر (مار کے جنگل سے
جنوبی زمین کا نام ہے) مین ایک لاکھ روپیہ گورنمنٹ کا رکھا ہے چاہا اُس پر
قبضہ کرون مگر اس قدر جمعیت نہ تھی اس لیے صاحبزادہ سید کاظم علی خان عرف
چھوٹے صاحب کی فوج کو جس مین مع توپخانہ کے قریب دو ہزار آدمی تھے بہکایا
اس فوج مین سے پچاس آدمی بطور خود یا چھوٹے صاحب کی اجازت سے جیسا کہ
بعض تحریرون سے ثابت ہوتا ہے مستو خان کے پاس گئے جن مین سالار خان

(گرانڈیل) کے بھائی فیاض خان بھی جو صاحبزادے صاحب کے ملازم تھے شامل تھے
علاوہ اِن آدمیوں کے مستو خان نے اور بھی گرد و نواح کے مفسد جمع کر کے
اُس گانون کو غارت کیا۔ اتفاق سے سرکاری روپیہ اُس سے پہلے روانہ ہوگیا تھا
اِس لیے صرف گانون والون کے مال پر دست درازی ہوئی۔ گو یہ جماعت
زیادہ تھی پھر بھی سرکاری پہاڑی ملازمون اور گانون والون نے خوب جمکر
مقابلہ کیا آخر کار وہ بےچارے پسپا ہوے جمعدار تحصیل جو جنرل اے ایچ
رامزی صاحب کا رفیق تھا مارا گیا اور اُن لوگون نے اُس موضع کو خوب
خراب کیا اس واقعہ کو سُن کر نواب صاحب کو نہایت ملال ہوا اور غُصّہ آیا۔
سوار کی تحصیلداری سے مستو خان کو علٰحدہ کر کے سیدون کے رسالے مین
رسالدار کر دیا۔ جبکہ اس بات کا بہت جلد یقین ہوگیا کہ عنقریب ایسا زمانہ
آنے والا ہے کہ منجملہ دیگر مفسدین کے اس واردات کے کرنیوالے بھی سزایاب
ہون گے تو نواب صاحب نے کمشنر سے مستو خان کا قصور معاف کرا کے
اِس شرط پر سوار کا تحصیلدار کر دیا کہ جو اسباب غارت ہوا ہے اُس کو جا بہ جا سے
مُہیّا کرے اور ایسا ہی ہوا اور اس حُسن تدبیر سے چھوٹے صاحب اِس الزام سے
سبکدوش کیے گئے۔ جنرل اعظم الدین خان نے رپوٹ ششماہی اول
زمانۂ حکومت نواب سید مشتاق علی خان من ابتداے ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء
لغایت ۳۰ ستمبر ۱۸۸۷ء مین اس واقعہ کو مجملاً بیان کرنے کے بعد کہا ہے
کہ نواب سید یوسف علی خان نے اپنے چھوٹے بھائی کا جرم بغاوت معلوم کر کے
لارڈ کے ننگ صاحب بہادر سے دربار فتح گڑھ مین سفارش کی۔

امداد بلند شہر

بلند شہر مین سپیٹ صاحب کلکٹر کے پاس صرف ایک کمپنی نوین رجمنٹ
ہندوستانی کی تھی چند رخصتی سوارون کو بھی بخیال دوراندیشی روک لیا تھا
اور تھوڑے سے آدمی وہین کے نوکر رکھ لیے تھے مگر ان لوگون کی جانب سے
کوئی توقع خیر خواہی کی نہ تھی اور بحالت خیر خواہی بھی یہ تھوڑی سی جماعت
حفاظت کے لیے کسی طرح کافی نہ تھی کیونکہ اطراف وجوانب مین گوجر
غارتگری کرتے تھے۔ ۲۱ مئی تک صاحب کلکٹر نے شہر مین بخوبی انتظام رکھا۔
لیکن جب بلوہٗ علی گڑھ کی خبر پہونچی تو سب میم اور بچون کو میرٹھ روانہ کردیا البتہ
کچھ یورپین مرد باقی رہ گئے جس وقت بلند شہر مین فساد کی ابتدا پائی گئی
تو سپیٹ صاحب نے میرٹھ سے مدد طلب کی وہان حکمران کرنل اسمتھ
صاحب تھے جن سے باوجود اس قدر ولایتی فوج کے کچھ باغیون کا بندوبست
نہوسکا اگر وہ ولایتی فوج کو حکم دیتے تو میرٹھ کا فساد دہلی تک ہرگز نہ پہونچتا
وہ سپیٹ صاحب کی کیا مدد کرتے جب وہان سے مایوسی ہوئی تو انھون نے
صاحب کمشنر بریلی سے مدد مانگی اُس وقت تک بریلی مین سب طرح
خیریت تھی۔ ۱۵ مئی ۱۸۵۷ء کو شیخ وجیہ الزمان خان سفیر ریاست کی تحریر
بریلی سے اس مضمون کی آئی کہ صاحب کمشنر دوسو سوار رسالہ جنگی کے حفاظت
بریلی کے لیے طلب کرتے ہین چنانچہ فوراً ۱۶ مئی کو دوسو سوار روانہ بریلی ہوے
یہ سوار میرگنج پہونچے تھے جو رامپور سے بیس میل ہے کہ دوسری عرضی
سفیر ریاست کی مورخہ ۱۶ مئی اس مضمون کی آئی کہ صاحب کمشنر بہادر کہتے ہین

وہ سوار جو ہمنے طلب کیے تھے اُن کے یہان آنیکی حاجت نہین ہے بلکہ بلند شہر بھیجدیے جائین غرض حسب الحکم نواب صاحب بہادر ۱۷ مئی کو یہ سوار پلٹے اور ۱۸ مئی کو یہان سے بارادۂ بلند شہر کوچ کیا ۱۹ مئی کو مراد آباد ۲۰ کو سرسی ۲۱ کو سنبھل ۲۲ کو گنوان ۲۳ کو جہانگیر آباد اور ۲۴ کو بلند شہر پہونچے۔ انکے پہونچنے کے بعد اہل شہر اور مفسد فوج نے بلند شہر مین فساد کیا اس فساد مین ۲۱ سپاہی رامپور کے بھی شریک ہوے۔ مکانات لوٹ کر جلادیے اور لوگونکو قتل کیا ہرچند کہ ریاست کی باقی ماندہ فوج نے فساد کے روکنے مین کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ وہ اکیس (۲۱) سوار ہمراہی مفسدین دہلی کو چلے گئے۔ جبکہ بلند شہر مین یورپین مین سے کوئی نرہا اور انتظامی اُمور مین بالکل ابتری ہوگئی تو رامپور کی فوج بھی حسب ایماے صاحب کمشنر ۲۸ مئی کو وہان سے چلی اور ۳۱ مئی کو داخل رامپور ہوئی۔ اُن اکیس (۲۱) مفسد سوارون کو نواب صاحب نے موقوف کیا اور حکم ہوا کہ آیندہ وہ یہان آئین تو گرفتار کیے جائین۔

ریاست کے باب مین مفسدونکی بدخواہی اور نوابصاحب کا اپنے بچاؤ کے لیے شاہ دہلی کے پاس نذر اور عرضی بھیجنا۔

یہ ہم اول صفحون مین بیان کرچکے ہین کہ خان بہادر خان بریلوی کو جنھین بادشاہ دہلی نے خطاب انتظام الدولہ محافظ الملک خان بہادر خان ہزبر جنگ دیا تھا ریاست سے بہت بڑا خوف تھا جس کے لیے ابتداءً انھون نے بریلی کے برگیڈ کو آمادۂ فساد کیا لیکن اُس مین بالکل ناکامی ہوئی

اب یہ تدبیر کی کہ نواب ولی داد خان مالاگڑھ والے سے خط وکتابت کی کہ
اگر دہلی کی باغی فوج اور لکھنؤ کی تھوڑی فوج سے تم ہمارے شریک ہو تو ریاست
رام پور پر قبضہ کرنے مین بہت سہولت ہوگی اور اس وقت وہان خزانہ اور
سامان بھی پورا ہے فوج غازی کے واسطے ایک عمدہ توشہ بھی ہاتھ آئے گا
جس کی بڑی ضرورت ہے لیکن دہلی مین باوجود اس قدر کثیر التعداد فوج کے
خود باغیون کا قافیہ تنگ تھا بلکہ علے العموم شہر کے باشندون اور فوجی سرغناؤن
اور دربار مین بھی نفاق اور عداوت انتہا سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی اور ایک
دوسرے کو دیکھ کر جلتا تھا۔ لاف زن لوگ سر دربار بادشاہ کی توہین کرتے تھے
یہان تک کہ اُن فوجی آدمیون کو جنھون نے عین شاہی باغ مین اپنے خیمے
گاڑے تھے بادشاہ نے حکم دیا کہ یہان سے وہ لوگ چلے جائین تو اُنھون نے
صاف اِنکار کیا فوج کے جنرل بادشاہ کے سامنے لڑتے جھگڑتے تھے بادشاہ کے بیٹے
ایک دوسرے کے خلاف اپنے باپ کو تخت سے اُتارنے کے لیے سازش
کرتے تھے خزانہ بالکل خالی ہوگیا تھا۔ بدقسمت مہاجنون سے تیسری مرتبہ جبراً
جو قرض لیا گیا تھا اُس کی وجہ سے اُن لوگون کی حالت اب ایسی ہوگئی تھی
کہ خیر خواہی یا روپے وغیرہ کے معاملے مین اُن کی ذات سے کسی طرح کی اُمید
باقی نہین رہی تھی۔ خود بادشاہ اپنی بے رعبی دیکھ کر انگلش لوگونکو صلح کا پیغام
بھیجنے لگے تھے کہ اگر وہ پنشن کا ذمہ کرین تو مین تخت اُن کے حوالے کردون
اور شہر کے پھاٹک کھولدون اور مکہ معظمہ چلا جاؤن[ل]۔

ل دیکھو سوانح عمری لارنس صاحب ۱۲

لکھنؤ کی فوج اودھ کی تقسیم مین ایسی مصروف تھی کہ چھوٹا سا معمولی بیلی گارد
جس مین چند پریشان حال انگریز پناہ گزین تھے فتح نہ ہو سکا پھر وہ کیا
مدد کرتی۔ نواب ولی داد خان عیش پسندی کے قبضے مین تھے غرض یہ تدبیر بھی
خان بہادر خان کی غلط ہوئی۔

بہر حال ریاست کے بچاؤ مین قدرتی سامان جمع ہو گئے تھے۔ ورنہ سخت
مشکل تھی۔ گو بفضلہ تعالےٰ ریاست سب طرح محفوظ رہی لیکن ابتدا سے
ہنگامہ سے اختتام تک خوف ضرور تھا اور یہ خوف و اضطراب مختلف اوقات مین
خبرون کی واقعیت پر گھٹتا بڑھتا تھا۔ محمد شفیع نامی ایک شخص فوج انگلشیہ مین
رسالدار تھا وہ بھی باغی ہو کر دہلی پہونچا چونکہ ظالمانہ کارروائیون مین اسکی
جرأت زیادہ تھی اس لیے دربار شاہی مین ایک رُکن سمجھا جاتا تھا اُس نے
ایک خط مین نواب صاحب کو لکھا "چند رامپور والون نے ظل سُبحانی سے
عرض کیا کہ نواب صاحب کفاران بے دین مقیم نینی تال کو رسد بھیجتے ہین
اور اُنکی دل جمعی کرتے ہین اس وجہ سے ظل سُبحانی بہت ناخوش ہین اور
جب مین نے عرض کیا کہ نواب صاحب سے یہ امر ممکن نہین تو ارشاد ہوا
کہ باوجود مسافت قلیل و فوج کثیر کیون اُنھون نے کافرون کے سر ابتک
ہمارے پاس نہین بھیجے اور جب تک یہ نہ ہوگا ہم ناخوش رہینگے۔ اسی طرح
اور بھی خبرین رات دن ظل سبحانی کے گوش گذار ہوتی ہین۔ ایک شخص نے
اگر بیان کیا کہ نواب صاحب نے ایک ہزار اشرفیان تین شخصون کی معرفت
ولسن صاحب کو میرٹھ بھیجی ہین چند شخصون نے لاٹ گورنر جنرل ملکی و جنگی

ہمت خان بہادر سے بیان کیا کہ نواب صاحب نے مراد آباد کا علاقہ مجد الدین احمد خان سے بزور لے لیا ہے اور شاہی سند کا کچھ لحاظ نہ کیا اور یہ بھی کہا کہ ایک بار جو سند بھیجی گئی تھی وہ خان بہادر خان کے ملازمون نے لوٹ لی اُن وجوہ سے مزاج شاہی مین نہایت تکدر رہے اور ہمیشہ آپ کی جانب فوج روانہ کرنے کی تجویز ہوتی ہے“۔

مگر اس عالی حوصلہ بلند اقبال رئیس کے خیالات مین اس قسم کی تحریرون سے کوئی تغیر پیدا نہین ہوا ایک شخص نیاز علی خان اپنی عرضی مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۵۳ہجری مین لکھتا ہے ”مین آپ سے رخصت ہو کر دہلی آیا چھ مرتبہ کفار سے لڑائی ہوئی جس مین تخمیناً بارہ ہزار انگریز مارے گئے اور فوج سلطانی کے بھی قریب قریب تین ہزار آدمی شہید ہوئے جن مین مجاہدین بھی تھے اب قریب چار ہزار کے انگریز باقی ہین وہ بھی جلدی مارے جائینگے دیر کی وجہ یہ ہے کہ باون ضرب توپ پہاڑی پر مثل مقراض کے قائم کی ہین۔ لیکن آج کی تاریخ تمام فوج اور مجاہدین مین قسم ہو گئی ہے کہ ایک بار حملہ کر کے پہاڑی پر چڑھ جائین خواہ اس مین کچھ ہی نقصان کیون نہ ہو ظلِ سبحانی نے ایک شقہ بصلۂ حُسن خدمات خان بہادر خان کو بھیجا ہے اور دوسرا شقہ بطور سند بدایون اور پیلی بھیت کے دیا گیا ہے۔ ایک عرضی تیسری بار پھر آپ کی شکایت مین خان بہادر خان کی طرف سے معرفت ولی داد خان صوبہ دار مالاگڑھ دربار مین پیش ہوئی تھی لیکن یہان جناب امام المجاہدین مولانا سرفراز علی قبلہ موجود تھے اُنھون نے کسی کی بات کو جمنے نہ دیا“۔

غرض اس قسم کی تحریرون اور خبرون سے عجیب بیم و اُمید کی حالت طاری رہتی تھی اور جس قدر ایام بدنظمی دراز ہوتے تھے اضطراب کو ترقی ہوتی تھی ایسی حالت مین نواب صاحب نے اپنے بچاؤ کے لیے یہ مناسب سمجھا کہ فی الحال جس طرح اکثر ریاستون اور حکومتون کی جانب سے نذرین وغیرہ شاہ دہلی کے پاس جاتی ہین یہان سے بھی ایک شخص شاہ دہلی کی خدمت مین اسی طور سے جائے۔ نواب صاحب کی کارروائیون اور دوراندیشیون کا نتیجہ پولیٹکل مذاق والے اس معاملے سے بخوبی نکال سکتے ہین کہ مصلحت وقت کے لحاظ سے یہ کیسی رائے تھی اگر دہلی کے معاملے کو طول ہوتا تو شاہ دہلی سے بالکل تعلقات منقطع رہنے مین ریاست کے لیے باغیون کے ہاتھ سے بربادی کا اندیشہ تھا کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نواب صاحب رامپور ہمہ تن انگریزون کے خیرخواہ ہین اور شاہ دہلی کے خلاف ہین پھر اس اہم کام پر منشی نہال الدین جو پورے معتمد تھے مقرر ہوے اُن کو شاہ دہلی کے واسطے ایک تحریر بھی دی گئی اور ایک سو ایک اشرفیان بطور نذر دیکر رخصت کیا۔ منشی نہال الدین نے دہلی پہونچکر ۳- اگست کی صبح کو عرضی شاہ دہلی کے حضور مین بھیجی کہ فدوی رئیس رامپور کی طرف سے واسطے گذراننے نذر کے آیا ہے جس وقت حضور کو فرصت ہو حاضر ہو۔ دوپہر کے بعد شاہ دہلی دیوان عام مین تشریف لائے سردارونکا مجرا ہوا اور منشی نہال الدین نے بھی دربار مین حاضر ہوکر شاہ دہلی کی خدمت مین عرضی مع نذر پیش کی[۱] - وہان تو

---

[۱] مستفاد از سرگذشت شاہ دہلی نسخۂ قلمی موجودہ کتب خانہ ریاست رامپور ۱۲

روپے کے واسطے سب لوگ گوش بر آواز تھے بڑی مسرت سے نذر قبول ہوئی۔
منشی نہال الدین نے چند روز دہلی مین قیام کیا اور وہان کے حالات ضروری سے
نواب صاحب کو اطلاع کرتے رہے لیکن اتفاقاً ایک عجیب ماجرا ہوا جس مین
منشی نہال الدین گویا موت کے مُنھ سے نکلے۔ بخت خان کو نواب سید
یوسف علی خان کے ملازمین کے ساتھ ایک خاص دشمنی ہوگئی تھی اُس نے
ایک روز اُن کا تمام سامان و اسباب لٹوا دیا اور اُن کو گرفتار کر کے شاہ دہلی کے
حضور مین پیش کیا اور کہا کہ یہ شخص مقیمان نینی تال کا مخبر ہے خبر رسانی کے لیے
یہان آیا ہے اُسی وقت حکم ہوا کہ توپ سے باندھکر اڑا دیا جائے لیکن اکثر
بدگو جہان ہوتے ہین وہان نیک نہاد بھی ضرور ہوتے ہین دو ایک آدمیون نے
منشی نہال الدین کے بارے مین سفارش کی اور یہ بھی عرض کیا کہ یہ نواب
رامپور کی طرف سے بطور سفیر یہان آگئے ہین ان سے اور مخبری سے کیا علاقہ
غرض بہزار دشواری جان بر ہوے اور براہ راست رامپور آگئے۔
تنبیہ ریاست اُس وقت مین جو کوئی اہم کام کرتی تھی تو وہ صاحب کمشنر کے
مشورے سے کرتی تھی غالب ہے کہ اُسنے بادشاہ کو عرضی اور نذر صاحب کمشنر کی
صلاح سے بھیجی ہوگی اور مقصود اس سے دہلی کی خبر حاصل کرنا اور باغیونکی
دستبرد سے ریاست کا بچانا تھا اسی وجہ سے غدر کے فرد ہوجانے کے بعد
ریاست سے انگریزون نے کوئی مواخذہ نہین کیا مسٹر الگزینڈر صاحب کمشنر
نواب صاحب سے بے حد خوش تھے اور ریاست سے موافق تھے اُنھون نے
اپنی طرف سے نواب صاحب کو سمجھایا ہوگا یا نواب صاحب کے استفسار کرنے پر

جواب دیا ہوگا کہ شاہ دہلی سے تعلقات پیدا کر لینا اور اُن کے دربار مین
ریاست کی طرف سے ایک معتمد کو بھیجنا مناسب ہے تاکہ وہان کے ضروری حالات
پورے پورے معلوم ہوتے رہین اور باغی ریاست کو شاہ دہلی کا مخالف
نہ سمجھین اور انہی کمشنر صاحب کا طفیل تھا کہ ولسن صاحب کے مخالفانہ خیالات
ریاست کی طرف سے بدل گئے۔ اور اُن کے آتش غضب مین بھسم ہونے سے
ریاست بچ گئی۔

برٹش گورنمنٹ کے کھیدے کی حفاظت

علاقہ ترائی مین ہجوم مفسدین سے ایک عجیب بدنظمی پیدا ہو گئی تھی
چارون طرف سے سوائے لوٹ مار کے اور کوئی آواز نہین آتی تھی۔ جس چیز پر
لفظ انگریزی کا اطلاق تھا وہ دست برد اعدا سے کسی طرح نہین بچتی تھی۔
سرکاری کھیدے مین بہت سے ہاتھی تھے جن کا مہتمم کپتان لوئی تھا۔
جب بے امنی کی حالت ترقی پذیر ہوئی تو اُن بے زبان جانورونکی حفاظت بھی
مشکل ہوئی بہت سے ہاتھی بیمار ہوگئے اور اُنکے علاج کی کوئی صورت نہ تھی
ناچار حسب الحکم صاحب کمشنر کپتان لوئی نے ۱۶ استمبر ۱۸۵۷ء کو کل ہاتھی حفاظت کیلئے
ریاست کے سپرد کر دیے اور یہان بہت کوشش اور محنت سے اُنکی نگرانی کی گئی
جس سے سب ہاتھی تندرست ہو گئے۔ جب انتظامی اُمور مین صلاحیت پیدا ہوئی
تو کل ہاتھی یہان سے فروری ۱۸۵۸ء مین کپتان لوئی کے پاس کاشی پور بھیجدیے گئے۔

توپ اور باروو سازی

ریاست رامپور نے عہد نواب سید محمد سعید خان سے صنعت و حرفت کی ترقی

شروع کی تھی جس کے سبب سے بہت سے اہل کمال اور دستکار دور و دراز
مقامات سے آکر یہان جمع ہوے۔ لیکن توپ سازی کا فن جاننے والا یہان کوئی
نہ تھا ریاست کی حفاظت کے واسطے بھی کافی توپ خانہ موجود نہ تھا اِس لیے
یہان کے آہنگرون سے توپین بنوائی گئین۔ چند بار اُنھون نے کوشش کی
اور ریاست کا بہت سا روپیہ برباد ہوا آخر کار اس کام مین بھی پورے طور پر
کامیابی ہوئی اور بہت سی عمدہ اور نفیس توپین مصارف کثیر مین تیار ہوگئین۔
رات دن کے جھگڑون قصّون اور انتظام اضلاع مرادآباد کی وجہ سے
بارود کا صرف بھی بڑھ گیا تھا۔ ریاست مین جس قدر ذخیرہ سابق کا جمع تھا
وہ صرف ہوگیا اِس لیے اور بارود بنانے کی ضرورت پڑی لیکن اُس وقت
گندک کبریت احمر کا حکم رکھتی تھی اور تین چار روپئے سیر بھی میسر نہین آتی تھی
اس لیے شراب سے بارود سازی کا کام شروع ہوا چند روز کے عرصے مین
سیکڑون من بارود تیّار ہوگئی لیکن ریاست کو زیر باری بہت پڑی۔

مرادآباد پر فیروزشاہ کی یورش

صاحبزادہ سید عبدالعلی خان تھوڑی سی فوج اور مختصر سامان جنگ کے ساتھ
بطور ناظم مرادآباد مین مقیم تھے اس حکومت کو ایک عرصہ گذر جانے پر عام رعایا
اور انتظام مالی مین اطمینان کی صورت پیدا ہو گئی تھی اگرچہ مفسد اپنی فطرتی
عادت کے موافق شرارتون سے کام لیے جاتے تھے مگر عام امن مین کوئی خرابی
نہ تھی رامپور کے لوگ وطن کے ایسے شیدا تھے کہ مرادآباد سے رامپور کا آنا گویا
بازار کی سیر تھی صبح ہوئی اور گھر کی سیدھ بھری اس مین افسرون کی اجازت

کچھ ضروری نہ تھی شام کی حاضری مین روزمرّہ آدمی کم ہوتے تھے اور رامپور سے
بجبر بھیجے جاتے تھے چونکہ اس وقت انتظام تھا اس لیے زیادہ اصرار بھی
کسی بات پر نہوتا تھا۔ ایسے اطمینان کی حالت مین نواب سید یوسف علی خان کو
خاص ذریعون سے معلوم ہوا کہ فیروز شاہ نام دہلی کے شاہزادون مین سے
ایک شخص براہ سنبھل و مراد آباد رامپور کا قصد رکھتا ہے اُسکے سدراہ ہونے کو
فوج اور منتظمین کے لیے احکام شدید جاری ہوے۔ لیکن اُسکی روک کا کوئی
ٹھیک بندوبست نہوا اور وہ ناگہان فوج باغی کے ساتھ ۷۔ رمضان
سنہ ۱۲۷۵ ہجری مطابق ۲۲۔ اپریل سنہ ۱۸۵۸ء کو مراد آباد مین داخل ہو گیا اور قریب
عیدگاہ جنگل مین قیام کیا۔ منجھلے صاحب نے اہل شہر کا حال دریافت کرایا
کہ اُن کی کیا نیت ہے اور کیا ارادہ ہے ہمارے شریک ہونگے یا فیروز شاہ کے
معلوم ہوا کہ فیروز شاہ کی شرکت کرینگے۔ غلام ناصر خان اور سید موسی رضا
اور مولوی شاہ علی ساکن مراد آباد فیروز شاہ کے پاس بھیجے گئے۔
غلام ناصر خان رستے مین ٹھہرا دیے گئے۔ اُن دونون صاحبون سے اور
شاہزادے سے گفتگو ہوئی۔ شاہزادے نے ظاہر کیا کہ مین راستہ بھولکر آگیا ہون
اور روزہ دار ہون شام تک مہلت دو بعد افطار چلا جاؤنگا نہ شہر مین
داخل ہونگا نہ رسد لونگا وہ لوگ اس گفتگو ہی مین تھے کہ اُس کی فوج نے
ریاست کی توپین چھین لین۔ اُس کے ساتھ کے لوگ انگریزی فوج کے
باغی تھے اس لیے اُصول جنگ و قواعد وغیرہ سے واقف اور تعداد مین
زیادہ تھے ریاست کی فوج مین اول تو نوملازم سپاہی تھے دوسرے

فنون جنگ سے بھی بے بہرہ جماعت بھی قلیل اس لیے سب نے راہ گریز اختیار کی۔ سب سے اول جس نے میدان جنگ چھوڑا وہ غالب علی خان رسالدار تھا۔ یہ حال دیکھ کر سید موسی رضا اور مولوی شاہ علی منجھلے صاحب کے پاس لوٹے۔ چھاؤنی کی سڑک پر قصابون کا چودھری اپنی قوم کے ساتھ ملا اُس سے کہا گیا کہ اب یہ وقت ہماری مدد کا ہے اُس نے موافقت نہ کی۔ رستے مین غلام ناصر خان کو دو سوارون نے زخمی کیا سید موسی رضا بھی وہان پہونچ گئے عبد اللہ نام ایک شخص ساکن چمروہ کے ہاتھ مین غلام ناصر خان کی بندوق تھی اُس نے سید موسی رضا کے کہنے سے ایک سوار کے گولی ماردی جس سے وہ مرگیا اور دوسرا سوار ریاست کے ایک سوار کی گولی سے مارا گیا اور یہ دونون منجھلے صاحب کے پاس پہونچے ابھی پوری بات بھی نہ کہنے پائے تھے کہ اُنکے بیٹے سید ہدایت علی خان مراد آباد پہونچکر منجھلے صاحب کو اپنے ہاتھی پر بٹھا کر مراد آباد سے لے گئے۔ سید موسی رضا اور غلام ناصر خان جیل خانے پر آئے وہان زخمون کی مرہم پٹی کی۔ لیکن شاہزادے کی فوج تمام مراد آباد مین پھیل گئی۔ یہ دونون رامپور کی طرف روانہ ہوے اور مونڈھے مین آکر ٹھہرے فیروز شاہ کے ساتھیون نے میدان خالی پاکر شہر کو لوٹ کر غارت کیا۔ جن لوگون پر انگریزونکی ہمدردی کا اشتباہ تھا اُنکی خانہ ویرانی بھی ہوئی جان سے بھی گئے باغیونکے ساتھ شہر کے مفسد اور آوارہ گرد بھی شریک ہوے جو ایسے ہی وقت کے منتظر تھے۔ اس حالت کو دیکھکر بہت سے لوگ مراد آباد سے ترک وطن کر کے بھاگ گئے کچھ تو اضلاع مین پناہ گزین ہوے بڑی جماعت رامپور چلی آئی مراد آباد مین

غدر کی صورت دوبارہ پیدا ہوئی۔ شہر کو خوب غارت کرکے فیروزشاہ نے ایک محضر نامہ بنایا جس پر سولہ ہزار آدمیون نے بقسم شرعی شرکت کے واسطے دستخط کیے جب اُس کو اہل شہر کی طرف سے اطمینان کلی ہوگیا تو اور ضروری انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔

نواب سید یوسف علی خان کو فیروزشاہ کے قبضۂ مرادآباد سے نہایت رنج ہوا یہان تک کہ دو وقت کھانا نکھایا۔ ۲۳۔ اپریل ۱۸۵۸ع کو دوبارہ فوج کی روانگی کا حکم دیا۔ سات آٹھ ہزار فوج بعد مغرب یہان سے جانب مرادآباد پورے انتظام اور بندوبست کے ساتھ روانہ ہوئی مگر رجھیڑے کے پل تک پہونچتے پہونچتے فوج مین نصف آدمی رہ گئے دیکھنے والے کہتے ہین کہ سپاہی بندوق کا کندہ درخت کے تنے مین زور سے مارتے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا پھر بندوق پھینک کر رامپور کی طرف لوٹ جاتے۔ طلوع صبح کاذب سے قبل قبل ریاست کی فوج نے رام گنگا کے اس طرف کا کنارہ لے لیا فیروزشاہ اول ہی سے ہوشیار تھا اور اُسکے مخبر رات دن ریاست کی خبرین پہونچاتے تھے۔ رامپور کی فوج کی روانگی سُن کر اپنی فوج درست کر رکھی تھی لڑائی کے موقع پر ہمیشہ جانبین کو ایک طرح کی تشویش ہوتی ہے لیکن اُس کو اِس لڑائی سے کوئی اندیشہ نہ تھا۔ شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ تمام شہر شرکت پر آمادہ تھا اور چار پانچ ہزار قواعددان فوج ہمراہ تھی اُس نے اہتمام کے ساتھ تین مورچے ایک شاہ بلاقی صاحب کے مزار کے متصل ایک قلعہ پر ایک دونون کے درمیان مین قائم کیے۔ ریاست کی فوج نے بھی اپنے کل ڈویژن کے تین حصے کیے ایک حصہ

خاکی ڈویژن کا جس مین صاحبزادہ سید کاظم علی خان کی فوج بھی شامل تھی
قلعہ کے محاذی اُس نے اپنا مورچہ لگایا۔ ایک ڈویژن نے زیارت کے
مورچے کے مقابل توپین کھڑی کین۔ اِس حصۂ فوج کی نگرانی حکیم سعادت علیخان
کے متعلق تھی۔ ایک حصۂ فوج درمیانی مورچے کے محاذی تھا اس مین خود
چھوٹے صاحب افسر تھے طلوع آفتاب سے قبل ریاست کی فوج سب طرح سے
درست ہوگئی تھی اور حفاظت کا پورا سامان کر لیا تھا۔

۲۴- اپریل ۱۸۵۸ء کو صبح کے آٹھ بجے خاکی ڈویژن نے دُشمن پر
گولہ اندازی کی دشمن کے تینون مورچون سے جواب ملنے لگا اور ہنگامۂ جدال
و قتال گرم ہوا زیارت والے مورچے کے دہنی جانب دشمن کے دو سو سوار آگے
بڑھے ہوے کھڑے تھے یعقوب خان داروغۂ کارخانجات کے پاس اُسوقت
بتیس زنبورچی مسلح تھے اُنھون نے حسین نجش خان سے صلاح کی کہ اِس طرف
لڑنے دو تاکہ دشمن کی قوت تمام اس طرف رہے اور ہم اگر دشمن کی آنکھ بچا کر
اُن دو سو سوارون پر حملہ کرین تو غالبًا دشمن کا بہت نقصان ہوگا یہ دونون
اس بات پر متفق ہوے۔ حسین نجش خان رسالدار نے اپنے ہندو رسالے کے
چالیس سوار ہمراہ لیے اور یعقوب خان نے اپنے ہمراہی زنبورچی لیے۔ پھر دونون
باتفاق یکدگر دشمن کا رُخ بچا کر مع سوار اور زنبورچیون کے دوسرے کنارے پر
پہونچے دشمن کی پوری قوت مقابل کے مورچون پر متوجہ تھی اُس کو اس فوج کے
آنے کی خبر نہین ہوئی۔ حکیم سعادت علی خان بھی اپنی فوج کے ہمراہ ہوکر اُس پار اُترکر
اُن دونون سردارون کے شریک حال ہوے جب دیکھا کہ دشمن ہم سے بالکل

بے خبر ہے تو حکیم سعادت علی خان نے یہ راے دی کہ تم ان سوارون پر
زنبورک کی باڑھ مارو جب وہ تمھاری طرف متوجہ ہونگے تو ہم سامنے سے
توپخانہ بڑھا کر اُن پر گولہ باری کرینگے اسکے بعد حکیم سعادت علی خان اپنے
ارادے کی تکمیل کے واسطے پھر اپنی فوج مین واپس چلے اور توپخانے کے
بڑھانے کی تدبیر کرنے لگے۔ حسین بخش خان اور یعقوب خان نے دشمن کے
سوارون پر ایک باڑھ ماری جس سے اُن مین پوری ابتری ہوئی لیکن
پھر سوارون نے بہت جلد درست ہو کر اپنے گھوڑے اُٹھائے جبکہ وہ بہت
قریب آگئے تو دوسری باڑھ اُن پر ماری گئی جس کی وجہ سے دس بارہ آدمی
کام آئے اور سوار بھاگے ریاست کے یہ دونون سردار فنون جنگ سے واقف نہ تھے اسلیے
اُنکے فرار کو مژدۂ فتح سمجھکر مع کل زنبورچی و سوارون کے تعاقب کیا جبکہ یہ
دشمن کے مورچے کے مُنھ پر آگئے تو سوار ادھر اُدھر پھٹ گئے اور اُنپر گولیان
برسنے لگین اب نہ آگے بڑھنے کی گنجائش تھی اور نہ پیچھے ہٹنے کی کوئی
صورت تھی۔ حکیم سعادت علی خان بھی وقت پر اپنی فوج وہان نہ لاسکے اور
دشمن نے چارون طرف سے اس جماعت کو گھیر لیا اگر اس موقع پر تھوڑی سی بھی فوج
اور پہونچ جاتی تو دشمن کو پوری شکست ہونے مین کوئی شبہ نہ تھا مجبوری
یہ تھوڑی سی فوج اس حالت مین لڑتی رہی اُس وقت چند آدمی مثل وزیر خان
وسمند خان وغیرہ زنبورچی اور چھ سوار مارے گئے محمد حسین خان جمال خان
اور نادر شاہ خان شدید زخمی ہو کر گر پڑے جو گھوڑے یا اونٹ خالی ہوتے تھے
دشمن اُنکی کونچین مار دیتے تھے تھوڑی دیر تک نجیال مدد اُسی مقام پر مقابلہ کیا

جب دشمن کی فوج زیادہ ہونے لگی تو اُسی حالت مین لڑتے ہوے
دوسری جانب نکل گئے اور ایک جگہ ٹھہر کر اپنی منتشر جماعت کو جمع کیا
اُس حالت مین صرف تیس آدمی اُنکے ساتھ رہ گئے تھے یہ لوگ ابھی جمع بھی
نہوے تھے کہ فیروز شاہ اُس مقام پر سو ڈیڑھ سو سوارون کے ساتھ ظاہر ہوا
اور کسی قدر فاصلے سے کہا کہ افسوس تم مسلمان ہو کر ہماری جان کے درپے ہو
اور کفار کی حمایت مین تکلیف دینا ہمکو گوارا کرتے ہو اسکا جواب حسین بخش خان نے
یہ دیا کہ ہم تو مسلمان رئیس کے ملازم ہین اور صرف تم سے اسواسطے مقابلہ
کیا جاتا ہے کہ تم غیر کے حق کو غصب کرتے ہو یہ اس سوال و جواب مین مصروف تھے
کہ اُدھر سے ایک شخص نے یعقوب خان کے گولی ماری جو سینے پر کپڑا جلاتی ہوئی
آڑی نکل گئی حسین بخش خان نے اسکے جواب مین اپنی گولی سے اُس شخص کو مار دیا
اور دوبارہ لڑائی طرفین سے شروع ہو گئی اُس وقت دشمن کے چند آدمی مارے گئے
اور ریاست کے تین ملازم کھیت رہے۔ قریب بارہ بجے دن کے فیروز شاہ
مقابلے سے مع سوارونکے بھاگا کیونکہ اُسکے مخبرون نے جنرل جونس کے قریب
پہونچ جانے کی خبر اُس کو لا کر دی تھی کچھ لوگ اُس کے ساتھی مقابلہ کرتے رہے
خود فیروز شاہ دریاے گانگن پر مقیم ہوا اور اُسکے ساتھی بھی اُس طرف جانے لگے
بارہ بجے کے بعد لڑائی موقوف ہوئی اور لوگ اپنے اپنے عزیزون اور یگانون کو
تلاش کرنے لگے حکیم سعادت علی خان مع حسین بخش خان رسالدار اور سرداران
فوج کے شہر مین گھسے فیروز شاہ کا پتہ نہ ملا اور نہ فوج معلوم ہوئی پس جہان جہان
مقام شبہے کے تھے جیسے بازار خوشحال راے اور سنبھلی دروازہ تلاش کیا

کہین پتہ نہ معلوم ہوا۔ خوشحال رائے کے کارندے نے کہا کہ شاہزادہ
کُل فوج لیکر یہان سے کبھی کا چلا گیا اب ریاست کی فوج آجانی چاہیے تاکہ
انتظام رہے حکیم سعادت علی خان نے تامل کیا کہ مبادا شہر والون نے چھپا رکھا ہو
اور فوج کے آتے ہی جنگ ہو کر شہر لُٹ جائے۔ حکیم صاحب نے سید موسی رضا
کے ساتھ پچیس سوار کیے اور کہا کہ اگر فیروز شاہ واقع مین چلا گیا ہے
تو توپین لے آؤ وہ جاکر توپین لے آئے لیکن ریاست کی فوج مع صاحبزادہ سید
کاظم علی خان وغیرہ افسرون کے چکر کے میدان مین ٹھہری آدھی رات تک یہ مرحلہ
طے ہوا پھر شہر کا انتظام ہو گیا۔

چونکہ حسین بخش خان و یعقوب خان فوج سے علیحدہ ہو گئے تھے بعضون نے ہوائی اُڑائی
کہ غنیم سے جا ملے اور نواب صاحب کی خدمت مین بھی یہ اطلاع مرادآباد سے
بھیجی گئی کہ وہ دونون باغیون کے شریک ہو کر چلے گئے اور جنگ کی حالت
کچھ اچھی نہین ہے اس حالت کو سُن کر نواب صاحب مع باقی ماندہ فوج کے
بغرض مدد خود سوار ہوے پنواڑن کے تکیے تک سواری پہونچی تھی کہ مژدۂ
فتح سنا اور زبانی جمال خان زنبورچی کے جو چار پائی پر ڈالکر رامپور بھیجا گیا تھا
کُل کیفیت معرکۂ جنگ کی اور جو جو کارنمایان یعقوب خان اور حسین بخش خان
نے کیے تھے نواب سید یوسف علی خان بہادر کو ظاہر ہوے اور بدزبانون کے
مُنھ کالے ہو گئے۔ جمال خان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔

دشمن سے بحالت فراری کچھ میگزین اور سامان موقع پر چھوٹ گیا تھا تمام فوج
اُسکی لوٹ پر ہمہ تن متوجہ تھی کسی طور سے اُس مین آگ لگ گئی جس کے صدمے سے

ستر اسّی آدمی رامپور کے اُڑ گئے اِن مین وہ غالب علی خان رسالدار بھی تھا
جس نے ابتداءً ریاست سے سرکشی کی تھی۔

جنرل جونس گورہ فوج کی بھاری جمعیت کے ساتھ نجیب آباد وغیرہ کا
بندوبست کرتا ہوا چلا آتا تھا۔ ۲۴۔ اپریل کو مراد آباد باغیونکے وجود سے پاک ہوا۔
۲۵۔ اپریل کو یک بیک جنرل جونس مراد آباد مین آگیا۔ اہلکاران ریاست نے
مراد آباد کی حکومت و انتظام اُسکے سپرد کیا اور تمام و کمال فوج نہایت شادمانی سے
رامپور کو واپس چلی آئی۔ جنرل جونس کے آتے ہی مسٹر انگلس بنگال سول سروس کا
نوکر جو باغیون کے حال سے پورا پورا واقف تھا مراد آباد پہونچا اور اُس کے بیان
اور شناخت کے بموجب باغیون کی گرفتاری شروع ہوئی۔ مجو خان ایک مکان کی
چھت پر بندوق چلاتے ہوئے معلوم ہوے سات سپاہی ہتھیار بند اُنکے پکڑنے کو
گئے اُنھون نے بڑی دلیری سے تین آدمیون کو تپنچے سے مارا اور باقیون کو تہ تیغ کرنا
شروع کیا آخر کار اور مدد پہونچی اور وہ گولی سے مار ڈالے گئے۔

نینی تال سے انگریزون کی آمد۔ نواب صاحب کا اپنے ہمراہ اُن کو مراد آباد پہونچانا

جبکہ مراد آباد مین گورنمنٹ کی فوج نے مفسدونکی سزادہی اور انتظام ضروری سے
فرصت پائی تو کل اضلاع مین امن کی صورت ہوئی راستے کھُل گئے تجارت نے
از سر نو ترقی پائی کاروبار زراعت بڑھا اُس وقت مقیمان نینی تال نے بھی
نیچے اُترنا چاہا۔ چونکہ وہان سواری وغیرہ کا کوئی بھی بندوبست نہ تھا اس لیے

نواب صاحب بہادر نے کچھ فوج اور اپنے خیر خواہ معتمدین ہمرکاب ولیعہد ریاست (نواب سید کلب علی خان) کالاڈھونگی کو بھیجے تاکہ صاحب کمشنر و دیگر یورپین کو بحفاظت تمام مرادآباد پہونچائین اور خود نواب صاحب دڑہال تک جو رامپور سے بیس بائیس میل کے فاصلے پر ہے مع فوج کے حفاظت اور انتظام کے لیے گئے۔ کالاڈھونگی سے کُل یورپین ہاتھیون پر سوار ہوکر چلے اور اُنکے ساتھ ساتھ نواب ولی عہد بہادر مع فوج کے تھے۔ موضع دڑہال سے نواب صاحب بھی شریک ہوگئے۔ صاحب کمشنر اور ہر ایک انگریز نے نواب سید یوسف علیخان بہادر سے کہا کہ نواب صاحب ہم ٹوپی سے موزے تک آپکے بندۂ بے دام ہین ہماری جانین آپکے سبب سے قائم رہی ہین۔ سب کو بخیریت تمام مرادآباد مین پہونچایا۔ انگریز سب کوٹھیون اور خیمون مین فروکش ہوے اور نواب صاحب کے ہمرکاب فوج وغیرہ تھی اِس لیے علٰحدہ کیمپ بنایا گیا اور ایک عرصے تک باوجود شدت گرمی کے مرادآباد مین قیام فرمایا۔

جس روز کہ مرادآباد مین نینی تال سے انگریز آئے اُس روز قریب تھا کہ ایک نیا ہنگامہ پیدا ہوا اور بہت طول کھینچے آراستگی کیمپ نواب سید یوسف علیخان بہادر کے بعد سب سپاہی اور افسر اِدھر اُدھر پھرنے کو چلے گئے یعقوب خان بھی ولسن صاحب جج کے اصطبل مین اُنکے گھوڑے دیکھنے گئے۔ اتفاقاً جج صاحب بھی وہان آگئے اور اُنھون نے اُن کا نام وغیرہ دریافت کیا کُل کیفیت سُن کر جج صاحب نے اپنے آدمیونکو بُلاکر یعقوب خان کو گرفتار کرایا اور کہا کہ فیروزشاہ باغی کے آنے کی وجہ مرادآباد مین تم ہی لوگ ہوے تھے اور نواب صاحب کے

ایما سے اُسنے فوج کشی کی تھی۔ لیکن جب تم نے سُنا کہ انگریزی فوج قریب آگئی تو اُسکے ساتھ جنگ زرگری کرکے بھگا دیا اب اسکی ہم پورے طور پر تحقیقات کرینگے اُس وقت تمکو سزائے اعمال دیجائے گی۔ یہ بیچارے حیران کھڑے ہوئے اُن کی تقریر کو سُنتے تھے اُنکے ساتھ کے دو ایک آدمی فوراً ریاست کے کیمپ مین آئے اور نواب صاحب سے اس حال کو گذارش کیا چونکہ وِلسن صاحب کی کارروائیون سے یہ واقف تھے اِس لیے بہت ملال ہوا اور علی بخش خان کو بھیجا کہ اگر پھانسی دیدی ہو تو لاش اُٹھا لاؤ ورنہ جس طرح ممکن ہو اُن کو زندہ پہونچاؤ اور اُسکے ساتھ ہی فوج کی کمربندی کا حکم دیا۔ علی بخش خان فوراً وہان پہونچے دیکھا تو یعقوب خان حراست مین تھے قریب جاکر کہا دیکھتے کیا ہو گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اُن کی آواز سُن کر اور سپاہی اُنکی طرف متوجہ ہوئے اور یعقوب خان موقع پاکر گھوڑے پر سوار ہو کر چلدیے اب لوگون نے ان پر ہجوم کیا غل کی آواز سُنکر جج صاحب بھی کوٹھی سے باہر آگئے علی بخش خان نے اُن سے صرف اِسی قدر کہا کہ آپ کے نزدیک خیرخواہی اور جان نثاری کا شاید یہی صلہ تھا جو آپ نے دیا۔ وہ کچھ جواب دینا چاہتے تھے کہ یہ خود بھی وہان سے چلدیے اور نواب صاحب کے پاس حاضر ہوئے اُسی وقت اس معاملے کی اطلاع صاحب کمشنر کو کی گئی دو گھنٹے کے بعد صاحب کمشنر مع وِلسن صاحب جج کے نواب صاحب کے پاس آئے اور کہا جج صاحب سے بہت بڑی غلطی ہوئی آپ اِن کا قصور معاف فرمائین آپ نے جس قدر احسان گورنمنٹ کے ساتھ کیے ہین اُن کا شکریہ کسی طرح بھی ادا نہین ہو سکتا۔ غرض یہ اہم مرحلہ بھی خوش اسلوبی سے طے ہوا اور کوئی فساد

نہ ہونے پایا۔

وِلسن صاحب کے خیالات ریاست رامپور اور رئیس کی طرف سے دو وجہ سے اچھّے نہ تھے۔

(۱) جبکہ ابتداءً مراد آباد مین ہنگامۂ میرٹھ کی خبرین آئین تو وِلسن صاحب نواب صاحب کے پاس آئے اور اُن سے مدد کی استدعا کی نوابصاحب نے اُسوقت یہ جواب دیا کہ مین کیا کر سکتا ہون اور مجھ سے کیا ہو سکتا ہے نواب صاحب کے اس جواب سے وِلسن صاحب کے دل مین کدورت جم گئی تھی اُنھون نے ۲۷ جولائی ۵۷ء کو گورنمنٹ مین نواب صاحب کے متعلق رپورٹ کی تو اُس مین اس امر کی بابت چٹکی لیدی تھی اور یہ لکھدیا تھا کہ نواب صاحب گورنمنٹ کو کسی قسم کی مدد نہ دے سکے لیکن وِلسن صاحب کو یہ معلوم نہ تھا کہ رامپور کے پٹھان شکل وشمائل کی نمایش کے قابل ہین خانہ جنگ اور لاف زن پرلے درجے کے ہین قواعد کی پابندی سے انکی طبیعت بالکل نفور ہے جب دبے ہوے ہون تو ان سے جو کام چاہو لے لو اگر ذرا بھی ان کو آزادی کا سہارا مل جائے تو کسی کے بھی نہ دل سے فرمان پذیر نہین رہتے اور ہمیشہ اُس کام کے کرنے پر حریص رہتے ہین جس مین بغیر جان جوکھون کے مال ہاتھ لگ جائے اور ذرا سی مذہبی بات پر مشتعل ہو جاتے ہین لیکن غُصّہ اُترتے ہی فوراً بزدلی انپر سوار ہو جاتی ہے نواب صاحب کا غدر مین ذرا سا ان سے کام پڑا چونکہ وہ وقت ایسا تھا کہ کامل دباؤ ان پر باقی نہ رہا تھا پھر دیکھو کتنی خود سری دکھلانے لگے تھے۔ اور غدر کے فرو ہونے کے بعد بھیگی بلّی بن گئے تھے پس ایسے خود غرض اور شورہ پشت لشکر سے

نواب صاحب کیا کسی کو واقعی اور حقیقی مدد دے سکتے تھے جس کام کو بھیجے جاتے وہ کام بھی بگاڑ دیتے۔

(۲) ریاست کی جانب سے شاہ دہلی کے پاس نذر اور عرضی بھیجی گئی تو ولسن صاحب کے یہ امر ذہن نشین ہو گیا کہ یہ جو خیر خواہی ریاست کی طرف سے وقوع مین آئی یہ محض نمائشی کارروائی تھی دلی میلان نواب صاحب کا گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف نہ تھا موقع مناسب کے منتظر تھے۔ چونکہ مسٹر الگزینڈر کمشنر نواب صاحب سے بیحد خوش اور ریاست سے موافق تھے۔ اُنھون نے وِلسَن صاحب کی مخالفانہ کارروائیونکی ریاست کے حق مین روک تھام بخوبی کر دی اور وِلسَن صاحب کو بھی ریاست سے موافق کر دیا۔

بابو رام نرائن باغی کی سرکوبی کے لیے اسلام نگر کو فوج کی روانگی اِس کا استیصال کر کے فوج کا واپس آنا۔ نواب صاحب کی مراد آباد سے معاودت

بابو رام نرائن نے جو میدان خالی پایا اور چند آوارہ گرد بھی اُس کے ساتھ جمع ہو گئے تو اُس نے اسلام نگر مین ایک ہنگامۂ عظیم برپا کیا چونکہ اس وقت انگلش فوج مراد آباد مین آ گئی تھی اس لیے نواب صاحب نے دست اندازی مناسب نہ سمجھی جب مفسدونکی شرارتین بہت زیادہ ہو گئین تو صاحب کمشنر نے نواب صاحب سے تحریک کی کہ سردست فوج سرکار کو بہت سے امر اہم سرانجام دینا ہین آپ اپنے ملازمون سے وہان کا بندوبست کرائین تو بڑی عنایت ہو۔

چنانچہ نواب صاحب نے ایک عمدہ فوج بسرکردگی حکیم سعادت علی خان انتظام اسلام نگر کے لیے مراد آباد سے روانہ کی ۲۹ مئی ۱۸۵۸ء کو اس فوج نے بابو رام نرائن سے مقابلہ کیا جس مین وہ خود مع بہت سے مفسدون کے مارا گیا تین توپین اور بہت سامیگزین فوج ریاست کے قبضے مین آیا جبکہ وہ خطہ بالکل مفسدون سے پاک ہوگیا تو وصول مالگذاری اور دوسرے انتظامات کی خدمتین بھی حکیم صاحب کے سپرد ہوئین جب کلکٹر بدایون نے لکھا کہ اب یہان ریاست کے انتظام کی ضرورت نہین ہے اُس وقت حکیم سعادت علی خان وہان سے مع فوج کے واپس آئے اور ۱۲ جون کو مراد آباد مین نواب صاحب کے پاس حاضر ہوے۔

۱۵ جون کو صاحب کلکٹر مع اور فوج کے مراد آباد مین آئے ۱۶ جون کو نواب صاحب نے کُل اختیارات انتظامی اضلاع مراد آباد کے کلکٹر صاحب کو سپرد کیے اور آپ مع تمامی فوج اور سامان کے دار الریاست مین داخل ہوے البتہ ایک کمپنی پلٹن کی کلکٹر صاحب کے ایما سے مراد آباد مین چھوڑ دی گئی۔

مُفسدون کو سزا اور انتزاع اسلحہ

اب زمانہ امن کا آیا جا بجا حکومت انگریزی از سرِ نو قائم ہوئی مفسدون کو سزاے اعمال ملنے لگی بد اعمالی کی سزائین چونکہ خُشک و تر مجرم غیر مجرم یکسان تھے اسلیے لوگ اپنی جانین چھپاتے پھرتے تھے رام پور مین کسی شخص سے کوئی باز پُرس نہوتی تھی اس سے بہت سے مجرم یہان پوشیدہ ہوے نواب صاحب نے گرفتاری مجرمان کی بابت صاحب کمشنر سے رائے طلب کی اُس وقت تک بریلی کا مفسدہ فرو نہین ہوا تھا صاحب کمشنر کی یہ رائے ہوئی کہ ہنوز گرفتاری کا موقع نہین ہے لہٰذا نواب صاحب نے

نقشۂ آیندہ و روند شہر و بیرونجات تیار کرالیا۔ جب ہنگامۂ بریلی سے فرصت ہوکر تسلّط کامل ہوگیا تو رامپور مین مجرمونکی گرفتاری شروع ہوئی بہت سے آدمی گرفتار ہوکر مختلف مقامات کو بھیجے گئے اور اُن کو سزاے اعمال ملی۔ اِن مین سے کئی شخص صاحب وجاہت اور نواب صاحب کے روشناس تھے۔ گورنمنٹ نے بخیال حفظ آیندہ حکم عام فرمایا کہ کوئی شخص اپنے پاس اسلحہ مین سے کوئی چیز بلا اجازت گورنمنٹ کے نرکھنے پائے اور جن لوگونکے پاس جہان ہتھیار ہون وہ داخل سرکار کردین اس حکم کا عمل درآمد ریاست رامپور مین بھی نہایت سختی کے ساتھ ہوا۔ اہلکاران ریاست نے اس قدر جبر کیا کہ لوگ شکایتین لے کر حضور مین آتے تھے لیکن صرف بنظر انتظام اُن کی شکایتون پر کوئی توجہ نہین ہوتی تھی اہل خاندان اور معززین شہر تو صاحب سلاح رہے جن کو خاص طور پر اجازت حاصل ہوئی باقی کل رعایا مثل رعایاے انگریزی کے بے دست و پا ہوگئی اور تمام اسلحہ خراب کردیے گئے۔

یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے اپنی رعایا سے ہتھیار کیون لیے اگر وہ نہ لیتے تو گورنمنٹ اُن سے بازپرس نکرتی جیسا کہ راجپوتانہ وغیرہ کی ریاستون نے اپنی رعایا سے ہتھیار نہین لیے تو گورنمنٹ نے اُن سے مواخذہ نہ کیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ رامپور کے پٹھان بیحد مغلوب الغضب اور ناعاقبت اندیش ہین ان سے ہتھیار لینا انکی اصلاح کا باعث تھا اب جبکہ ہتھیار نہین رکھتے تو چاقو اور لاٹھی وغیرہ سے قتل کرتے ہین ہتھیار ہونے کی صورت مین خدا جانے کیا غضب ڈھاتے اور قرب وجوار کے انگریزی علاقے کو بے چین کردیتے بلکہ انگریزی

ہمسوایہ علاقے کے ڈاکو بھی ہتھیار یہان لاکر رکھا کرتے اور ریاست آئے دن مُفت مین بدنامی اُٹھاتی۔ غدر مین بھی انھون نے کوئی دقیقہ سرکشی کا اُٹھا نرکھا ہوتا اگر نواب سید یُوسف علی خان کی والا نظری اُنکے ارادون کا سر نہ دلبے رہتی اور نواب صاحب کے عمائد اور فوج گورنمنٹ کی نظرون مین خود بغاوت پر آمادہ اور نواب صاحب کو اس بات کی ترغیب دینے والے ثابت نہو جاتے تو اُن کو اس قدر مدد کے عوض مین کوئی بڑا علاقہ ملتا جیسا کہ اور مددگار ریاستونکو اس مدد کے صلے مین ملا اور جبکہ گورنمنٹ کی نظرون مین غدر مین اُنکی فوج اور عمائد خود نواب صاحب کے نافرمان اور دشمن ثابت ہوے تو ایسی صورت مین اُن کا رعب و داب کیا ثابت ہوسکتا تھا رئیس کا وقار اور ہیبت اور شان اُسکی فوج کی وفاداری اور قوت پر منحصر ہے گورنمنٹ کو کیا ضرور تھا کہ وہ نوابصاحب کا ملک خوب بڑھا کر اپنے بغلی دشمنونکی وجہ معاش اور زور کو توسیع دیتی اِس راز کے کھُل جانے سے گورنمنٹ سمجھ گئی کہ پھر کسی بُرے وقت پر نوابصاحب کے آدمی ستانے مین دریغ نکرینگے اور اکیلے نوابصاحب اور اُن کے خاص خاص سردار کیا کرسکتے ہین۔

نواب صاحب بہادر کی ترقی مناصب و مراتب

نواب سید یوسف علی خان بہادر کی تمام کارگذاریون اور دلسوزیون سے عموماً انگلش حُکام کو نہایت شکرگذار کیا اور جابجا اُنکے کارنامے قیمتی الفاظ کے ساتھ مشتہر ہوے۔ بہت سے یورپین حُکام نے بالاتفاق ایک نادر اور نقرئی پیالہ ولایت سے بنواکر منگایا اور ریاست مین جس وقت فتح بریلی کی خوشی مین انگریزونکی دعوت ہوئی اُس وقت جلسۂ عام مین وہ پیالہ جس پر نواب صاحب کا نام کندہ تھا پیش کیا

اس موقع پر روشنی اور آتش بازی کا بہت بڑا اہتمام تھا۔ کئی ہزار روپے اس
تقریب مین صرف ہوے۔ صاحب ایجنٹ اور وِلسن صاحب کی رپوٹین جو گورنمنٹ کو
گئی تھین اُن کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نواب صاحب نے کس قدر خیرخواہی
انگریزونکے ساتھ کی۔ لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل نے ۱۵ نومبر ۱۸۵۹ء
مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ ہجری کو مقام فتح گڑھ مین ایک بہت عالیشان دربار
منعقد فرماکر نواب سید یوسف علی خان کی شکر گذاری کا اظہار کیا اس دربار مین بہت سے
دیسی رئوسا اور بہت سے یورپین معزز حکام خصوصاً کمانڈر انچیف صاحب شریک تھے۔
اس موقع پر گورنر جنرل نے ایک پُرزور اسپیچ کہی تو کُل رئیسون کو سکوت ہوا مگر نواب
سید یوسف علی خان نے اُنکی اسپیچ کے جواب مین نہایت شستہ برجستہ الفاظ کے ساتھ
اعتراف حکومت کر کے تمام والیان ریاست ہندوستان کی طرف سے اظہار اطاعت
کیا۔ اس دربار مین کسی کو بولنے کی جُرأت نہین ہوئی مگر نواب وزیر الدولہ والی ٹونک
اور نواب سکندر بیگم صاحبہ والیۂ بھوپال نے نواب سید یوسف علی خان بہادر کے
بیان کی تائید کی تھی جسکے سُننے سے تمام اہل دربار کی باچھین کھل گئی تھین اس دربار عام مین
گورنر جنرل نے نواب سید یوسف علی خان سے مخاطب ہو کر کہا "مجکو بڑی خوشی اس
بات کی ہے کہ اُن خدمات کے عوض جو آپنے ملکہ معظمہ کی کین آج آپ کا شکریہ ادا کرنیکا
موقع ملا آپ اپنی ذات خاص سے زمانۂ غدر مین نہایت مستعد اور صادق رہے اور
آپ نے باوجود خوف جان و ریاست کے گرد و نواح مین نہایت مشقت اور
مستعدی سے حکومت برقرار رکھی اور ملکہ معظمہ کے افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی
سب سے بڑھکر یہ ہے کہ آپ نے ایک مجمع کثیر ہمقوم ملکہ معظمہ کی جانین بچائین

اُن کو سب آفتون سے محفوظ رکھا اور اُن کو ہر طرح کی آسایش دی حالانکہ وہ زمانہ چارون طرف خوف سے گھرا ہوا تھا مین بڑی خوشی سے روبرو سپہ سالار افواج ہند ملکہ معظمہ اور بہت سے معزز افسر اور حاکمان مُلکی کے جو گردو نواح اور دیگر مقامات ہندوستان مین عہدہ ہاے جلیلہ پر منصوب ہین آپ کے حُسن خدمات کا اقرار کرتا ہون مجکو یقین ہے کہ آپ کی کارگذاریون کو یہ لوگ ہرگز نہ بھولینگے ''

اِس دربار مین گورنر جنرل نے نواب سید یوُسف علی خان بہادر کو خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ کا عطا کیا۔ اور سلامی کے فیر بجاے گیارہ کے تیرہ مقرر ہوے علاوہ اسکے فرزند دلپذیر کا خطاب عنایت ہوا القاب وآداب اِن الفاظ کے ساتھ قرار پایا۔

''نواب صاحب مشفق بسیار مہربان کرم فرماے مُخلصان سلامت''

بعد از شوق ملاقات مسرت آیات مشہور خاطر الطاف ذخائر میدارد۔

اسی دربار مین پرویٹ طور سے لارڈ موصوف نے نوابصاحب سے اُنکے خاندان کی حرکات ناپسندیدہ کی شکایت کی اور کہا کہ آپ نے اپنے خاندان کا انتظام نہ کیا کہ آپ کے خاندان مثل سید بخش اللہ خان وسید عنایت علی خان وسید نوازش علی خان و سید عباس علی خان وغیرہ تیرہ اشخاص نے بہادر شاہ بادشاہ اور نواب خان بہادر خان کے ساتھ رسم وراہ رکھی اور ہر قسم کی تحریرین اور عرضیان اُنھون نے بھیجین یہان تک کہ ۱۳ عرضیان اور خطوط اُن لوگون کے (یعنی آپ کے خاندان کے) دفتر دہلی و بریلی سے گورنمنٹ مین آچکے ہین ہم سُنتے ہین کہ آپ نے اُن باغیون کا کچھ تدارک نہ کیا نہ کچھ دباغت دکھائی تعجب ہے کہ آپکے خاندان کے گورنمنٹ کے اور آپکے ساتھ

باغیانہ خیالات ہون" جسکے جواب مین نواب صاحب نے کہا کہ میرا اہل خاندان پر کچھ اختیار نہین ہے فرا کچھ تہدید کی جاتی ہے تو وہ لوگ فی الفور حدود ریاست سے باہر چلے جاتے ہین اور وہین بیٹھ کر مجھ سے تنخواہ لیتے ہین اور مین بپاس عہد نامۂ مقبولۂ والد ماجد دیتا ہون جو زیادہ میری ندامت کا باعث ہے اس صورت مین مجھ سے اِن کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے" یہ سُن کر گورنر جنرل نے فرمایا کہ جو شخص آپ کے خاندان کا آپکی مرضی کے خلاف کوئی کام کرے یا بلا اجازت آپ کی حدود ریاست سے قدم باہر رکھے تو آپ اُسکی تنخواہ بند کرنے اور نہ دینے کے مجاز ہین خاندان کی تنخواہ ریاست کی اطاعت کے ساتھ ہے :۔

نواب صاحب نے اِس دربار مین لارڈ کیننگ صاحب سے اپنے چھوٹے بھائی سید کاظم علی خان کی سفارش کرکے وہ جو موضع گُنتی پتریان کی غارتگری کا جرم اُنکے ذمے قائم تھا معاف کرایا۔[۱]

گورنر جنرل نے اِس دربار مین ذیل کے ارکان ریاست کو بھی خلعت عطا کیے :۔

پانے والے کا نام	قیمت خلعت	
صاحبزادۂ سید عبد العلی خان عرف منجھلے صاحب۔	۱۰۰۰۰	روپیہ
صاحبزادۂ سید علی اصغر خان۔	۵۰۰۰	"
حکیم سعادت علی خان۔	۵۰۰۰	"
شیخ علی بخش خان۔	۵۰۰۰	"
شیخ وحید الزمان۔	۲۰۰۰	"

[۱] یہ بیان اُس رپورٹ سے ماخوذ ہے جو جنرل اعظم الدین خان نے ۲۳ مارچ ۱۸۶۱ع سے ۲۲ ستمبر ۱۸۶۱ع تک کے حالات رامپور مین لکھی ہے ۱۲

غلام ناصر خان۔ ۵۰۰ روپیہ

تنبیہ جو اہل کمال اول سے آخر تک ہماری اس کتاب کو پڑھینگے وہ اس موقع پر یہ تلاش کرینگے کہ جن پٹھانونکی شمشیر آبدار کی مدد سے نواب سید علی محمد خان اور نواب سید فیض اللہ خان شہریاری کو پہونچے اُنکی اولاد مین سے ایک شخص کا نام بھی اس اعزاز مین شریک نہین۔ مین اُنکی تسکین خاطر کے لیے کہتا ہون کہ جب تک انگریزی حکومت ہندوستان مین تسلیم نہین ہوئی تھی اُس وقت تک رئیس اور ریاست کا دارومدار اعوان و انصار کی تلوار پر تھا جب انگریزون نے اپنے سایۂ حمایت مین لیکر اعوان و انصار کی مدد سے بے غم کر دیا تو اب اُنکی مصاحبت جوہر تلوار سے گذر کر جوہر بذلہ گوئی۔ لطیفہ بازی سخن سنجی پر آرہی اور رامپور کے تلوار چلانے والے پٹھان اِن اوصاف سے عاری تھے۔

نوابصاحب کو خیر خواہی غدر کے صلے مین نیا ملک مِلنا اور اپنے جانشین کے انتخاب کا اختیار حاصل ہو جانا۔ مالگذاری مراد آباد کی رقم گورنمنٹ کا اُنکو معاف کر دینا

۲۳ جون ۱۸۶۰ء کو بصلۂ خیر خواہی غدر لارڈ کیننگ صاحب گورنر جنرل ہند نے ۶ ۴۷ مواضعات جمعی ایک لاکھ اٹھائیس ہزار پانسو ستائیس روپے چار آنے کے ہمیشہ کے واسطے عطا فرمائے اول یہ تجویز ہوئی کہ پرگنۂ کاشی پور دیا جائے مگر بعد ازان چوہ محلہ سرسادان۔ اجاؤن۔ سرولی کا علاقہ دیا گیا یہ علاقہ ضلع بریلی کے شمال کی سمت سے جنوب کی جانب ایک پتلی دھجی کے طور پر چلا گیا ہے یہ علاقہ

ریاست کی تحصیلات شاہ آباد و ملک اور بلاسپور مین لگا دیا گیا۔ اور اس مین حکومت بھی مثل علاقہ قدیم ریاست کے تسلیم ہوئی اور اس جاگیر کی سند مین لکھا "چونکہ فرزند دلپذیر نواب سید یوسف علی خان بہادر نواب رامپور نے شروع مفسدے سے اخیر تک بہم رسانی امداد نقد و جسمانی و پناہ دہی و حفاظت جان عیسائیان و انجام دہی دیگر حسن و خدمات سے خیر خواہی لاجواب حسب اطمینان سرکار انگریزی ثابت کی سابق نواب کا شکریہ اور خلعت امتیاز عطا کیا گیا ہے اور اُنکی توپونکی سلامی زیادہ اور خطاب مین افزونی کی گئی ہے۔ علاوہ اسکے بجلدوے خدمات سرکار دہات علاقہ بریلی و مراد آباد کے بموجب فہرست علیحدہ جنکی جمع ایک لاکھ اٹھائیس ہزار پانسو ستائیس روپیے چار آنہ مقرر ہے براے دوام نسلاً بعد نسل ان کو عطا فرما کر دہات مذکورہ نواب کے مُلک قدیم مین شامل کیے گئے اور اُنھی شرائط پر جیسے اُس پر قابض ہین ان پر بھی متصرف رہینگے" یہ حصّہ مُلک کا علاقہ جدید مشہور ہے۔ دیوانی۔ مال اور فوجداری کے معاملات مین نواب صاحب کو وہی اختیارات حاصل ہین جیسے اپنے ملک قدیم مین چنانچہ ۹ جولائی ۱۸۷۰ء کو ہائی کورٹ ممالک متحدہ نے بھی اس امر کو بمقدمہ لالہ لچھمی نرائن اور راجہ پرتاب سنگھ شیو پوری والے کے تسلیم کیا ہے۔ اس علاقہ مین حقوق زمینداری اشخاص جو قبل از انتقال منجانب گورنمنٹ انگریزی کے مُعین کیے گئے تھے نواب صاحب کی طرف سے بھی اُسی طرح بحال رہے۔ چنانچہ آپ نے جو خط اس بارے مین گورنمنٹ کی اطلاع کے لیے لکھا ہے اُس کا ترجمہ یہ ہے (بعد آداب معمولی) خط آپ کا بدین مضمون کہ عرضی چودھری گردھاری لال وغیرہ زمینداران دہات کہ

جو اضلاع مراد آباد و بریلی مین بطور انعام عطا ہوے ہین باستدعاے بحال رہنے حقوق زمینداری بعد انقضاے بندوبست حال پیشگاہ گورنمنٹ ہند مین گذری اور مجکو اُمید قوی ہے کہ آپ سائلون کے حقوق جائز پر لحاظ رکھنے مین کوتاہی نکرینگے صادر ہوا۔ گذارش یہ ہے کہ میرے انتظام کا عین منشا یہ ہے کہ قواعد معلومہ انصاف و معدلت کے بموجب جو حکومت انگریزی مین جاری ہین رعایا پر حکومت کی جائے اس واسطے آپ اطمینان فرمائین کہ انشاء اللہ تعالی حقوق زمینداری مذکورہ اور نیز حقوق دیگر اشخاص پر جو اُن دہات مین ہین لحاظ واجب اور توجہ کامل رہے گی۔

نواب سید یوسف علی خان شعر بھی کہتے تھے ناظم تخلص تھا اس عطیہ کی نسبت ایک قطعۂ تاریخ موزون فرمایا۔

جب گورنمنٹ سے ہوا حاصل ۔۔۔ ملک مجھکو بصیغۂ انعام
ناظم از روے ہمت عالی ۔۔۔ سال بخشش ہے بخشش حکام

اسد اللہ خان عرف مرزا نوشہ متخلص بہ غالب نے اس تہنیت مین ایک نظم لکھی ہے جسکے چند شعر یہ ہین:۔

باشند آب گر برہت بہر رفع گرد ۔۔۔ ہر قطرہ زان نمونۂ دُرِّ یتیم باد
ہر صیغۂ کہ وضع وے از بہر رحمتست ۔۔۔ فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
چون غنچۂ کہ پہلوے گل بشگفد بباغ ۔۔۔ ملک جدید شامل ملک قدیم باد

چوتھی مئی سنہ ۱۸۶۰ع کو لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل کشور ہند نے ایک سند مرحمت فرمائی جسکی روسے رئیس رامپور کو اپنے جانشین کے انتخاب کا اختیار حاصل ہوگیا اور گورنمنٹ سے منظوری جانشین کی ضرورت نہ رہی (ترجمہ سند) جناب ملکہ معظمہ کی

مرضی ہے کہ سرکارین رؤسا و امرائے ہندوستانی کی جو اپنی اپنی مملکت کی حکومت کرتی ہین ہمیشہ کے واسطے مستقل کی جائین اور اُنکے خاندان مین مراتب مسند نشینی جاری رہین۔ بہ تعمیل خواہش مذکور آپ کا اطمینان کرتا ہون کہ وارثان اصلی کی عدم موجودگی مین آپکی ریاست کی حکمرانی کے واسطے جو وارث مقرر کیا جاے گا اور بموجب قانون اسلام کے جائز ہو بحال رہے گا مطمئن رہیے کہ جب تک آپکا خاندان سلطنت کا خیر خواہ اور شرائط نامجات و اقرار نامجات و عطا نامجات پر جنمین آپکے فرائض بجانب سرکار انگریزی درج ہین ثابت قدم و وفادار رہے گا اس عہد مین جو آپ سے ہوتا ہے کوئی خلل انداز نہو گا۔

دستخط کیننگ

ریاست رام پور کا لاکھون روپیہ ہنگامۂ غدر مین صرف ہوا جس کی پوری تعداد محاصل ریاست سے کئی درجہ زیادہ تھی لیکن پھر بھی نواب سید یوسف علی خان نے کوئی معاوضہ گورنمنٹ سے لینا نہ چاہا۔ ہرچند کہ اس مین اصرار بھی ہوا اور منشی گردھاری لال سرشتہ دار صدر اور لالہ مدن لال جمع خرچ نویس ملازمان ریاست کو مراد آباد بھیجکر ابتداے غدر سے اختتام غدر تک کا حساب کل جمع خرچ علاقہ کا حکام انگریزی کو سمجھا دیا۔ مبلغ ۷ لاکھ اکتالیس ہزار ۹ وصول مالگذاری گورنمنٹ کے ریاست مین جمع تھے جب نواب صاحب نے اس روپیے کو بھی واپس کرنا چاہا تو اُس وقت اس رقم کے نہ لینے مین گورنمنٹ کی جانب سے بہت کچھ اصرار ہوا مجبوری نواب صاحب نے اس رقم کو قبول کیا چنانچہ بموجب چٹھی مورخہ ۲۵ نومبر ۱۸۵۹ء سکرٹری گورنمنٹ ہند بنام کمشنر صاحب یہ روپیہ معاف ہوا اور جمع خرچ ہندوستان

"صرف مقابلۂ باغیان" مین لکھا گیا۔

ترجمہ چٹھی نمبری ۸۰۴ از طرف سیٹل بیڈن صاحب سکرٹری گورنمنٹ ہند شامل دورۂ گورنر جنرل بہادر بنام گورپر صاحب سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی (ممالک متحدۂ آگرہ و اودھ) از مقام کمپ اعتماد پور مرقومہ ۲۵ نومبر ۱۸۵۹ء از محکمۂ فارن ڈپارٹمنٹ

دفعہ ا حسب الارشاد بیان کرتا ہون کہ آپ کے قبل کے سکرٹری کی چٹھی نمبری ۵۱۳ مرقومۂ ۱۰ دسمبر ۱۸۵۸ء (نواب صاحب کو خدمات غدر کے عوض مین انعام دیے جانے کی تجویز کے باب مین مع رپورٹ صاحب کمشنر قسمت روہیلکھنڈ کے جس مین نواب صاحب کی اُن خدمات کا ذکر تھا جو انھون نے غدر مین انجام دی تھین) پہونچی اور مطابق ارشاد کے یہ بھی ظاہر کرتا ہون کہ دوسری چٹھی آپکے قبل کے سکرٹری کی نمبری ۵۲۳ مرقومۂ ۱۴ ماہ مذکور بھی پہونچی۔

دفعہ ۲ ولسن صاحب سے رپورٹ طلب ہوئی تو وہ اپنی چٹھی نمبری ۳۵ مرقومہ ۲۷ جولائی ۱۸۵۸ء مین جسکی نقل شامل ہے لکھتے ہین کہ اُس زمانے مین نواب صاحب کیلیے نہایت مشکل کا مقام تھا اُنکو لوگ ظاہر مین طعنہ زنی کے طور پر کرستان کہنے لگے تھے اور وہ سازوباز کے ساتھ اپنے اقارب کا اور اپنی فوج کی بغاوت کا مُقابلہ کرتے تھے اور انھون نے باوجود ان مشکلات کے گورنمنٹ کے ساتھ خیر خواہانہ برتاؤ کیا گوکہ وہ ہوشیاری سے گورنمنٹ کو کسی قسم کی مدد نہ دے سکے لیکن ضلع مرادآباد کا انتظام پوری تدبیر سے انجام دیا اور مقیمان نینی تال کو زر نقد اور غذا پہونچاتے رہے

دفعہ ۳ مسٹر الگزینڈر صاحب اپنی رپورٹ مین بیان کرتے ہین کہ
نواب صاحب کی روش بڑے اوصاف کے ساتھ رہی۔ اُنھون نے ابتداے
شورش سے انتہاتک گورنمنٹ انگریزی کی اطاعت واجبی مین تفارق نہین کیا
حالانکہ وہ مسلمانونکے ایک پُرجوش گروہ مین اور اپنے ایسے عمائد اور فوج کے
درمیان مین تھے جو نواب صاحب پر اطمینان نہین رکھتے تھے اور بغاوت پر
آمادہ تھے اور ایسے لوگون نے نواب کو گھیر رکھا تھا جو کہ ظاہر ظہور بلوہ کرتے تھے
اور اُن کو بھی علانیہ بغاوت کی ترغیب دیتے تھے اور کبھی گستاخی کے ساتھ اُن پہ
چڑھائی کرتے تھے اور زبان سے بدمذہب کہکر اُن کو دھمکاتے تھے لیکن وہ گورنمنٹ
انگریزی کی دوستی پر اپنی قائم مزاجی سے جمے رہے اور نہ اپنی ذات سے نہ اشیاسے
گورنمنٹ کے فائدے کے لیے دریغ کیا نواب صاحب کے ذریعہ سے علاقہ مرادآباد کا
جو زرمالگذاری وصول ہوا وہ سرکار انگریزی کے موقع مناسب اور محل جائز مین
صرف ہوا اور نواب صاحب نے مستحکم طریقہ جاری رکھا اور مُلک انگریزی مین
امن وامان قائم رکھنے کے لیے تدبیر کی اور بریلی اور دوسرے اضلاع روہیلکھنڈ کے
حاصل کرنے کے لیے ایسے وقت مین خیال رجوع کیا کہ ہمارا اس طرح کا کوئی شریک
نہ تھا اور وہ زمانہ تھا کہ گورونکی فوج جنگ سے تھرّائی تھی۔ بڑا خوف تھا اور
سرکار انگریزی نواب صاحب کی اس وجہ سے زیادہ ممنون ہے کہ اُنھون نے
زرنقد اور سامان سے مدد کر کے صاحبان انگریز کی جانین بچائین اور انگریز مرد وعورت
اور بچونکے بڑے گروہ کو جو نینی تال مین پناہ گزین تھا خود پہونچایا اور اُنکی یہ بے زوال
اور بے نظیر وفاداری اُنکے گرد و نواح مین بطور یادگار کے ہمیشہ قائم رہے گی۔

دفعہ ۴ یہ اعلیٰ درجہ کی خدمات جس کی کیفیت مشکل سے ادا ہو سکتی ہے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ گورنر جنرل صاحب نے دربار عام مین جو مقام فتح گڑھ مین ۵ نومبر کو منعقد ہوا تھا اس کا اعتراف کیا۔ اس وقت گورنر جنرل نے نواب صاحب کو کمانڈر انچیف صاحب اور مجمع کثیر صاحبان انگریز و ہندوستانی رؤسا کے سامنے مخاطب کر کے یون تقریر کی تھی نواب صاحب رام پور مجھے اس موقع پر بڑی خوشی اس بات کی ہے الخ (دیکھو صفحہ ۹۷)

دفعہ ۵ گورنر جنرل نے اسی وقت مین نواب صاحب کو خلعت قیمتی بیس ہزار روپے کا عطا کیا اور نواب صاحب کو مطلع کیا کہ انکی مستحکم وفاداری اور اعلیٰ درجہ کی امداد کے سبب سے جو انھون نے گورنمنٹ کو دی ہے انکو پرگنہ کاشی پور ضلع مراد آباد جسکی جمع ایک لاکھ چار ہزار چار سو روپے سالانہ ہے معافی مین بخشا ہے جس کو وہ اور انکے وارث اپنی جاگیر کے ایک ٹکڑے کے طور پر اپنے قبضے مین رکھین اور انکی سلامی کے فیر بجاے گیارہ کے تیرہ مقرر ہوے اور انکے مراتب تحریر مین زیادہ کیے

دفعہ ۶ ایک خریطہ نواب صاحب کے نام جس مین انکی خدمات اور عطیات یادگار کے طور پر گورنمنٹ انگریزی کی خوشنودی کے عوض مین انکی وفاداری کے باعث سے گورنر جنرل کی طرف سے تحریر ہین نواب صاحب کو دینے کے لیے اس تحریر کے ساتھ مرسل ہے۔

دفعہ ۷ عطیہ پرگنہ کاشی پور ضلع مراد آباد کی نسبت حسب الارشاد یہ بات ذہن نشین کی جاتی ہے کہ گورنر جنرل کا ارادہ یہ ہے کہ یہ پرگنہ نواب صاحب اور انکے وارثون کو ہمیشہ قبضے مین رکھنے کے لیے عطا ہوتا ہے اور اس مین وہی حقوق

رکھے جائینگے جو اُنکو اپنی جاگیر قدیم مین حاصل ہین بجز اسکے کہ اس مین سے
کسی ادنےٰ روہیلہ سردار کو جسکی روزی جاگیر قدیم مین زمانہ نواب سید احمد علیخان سے
مطابق عہدنامہ ۱۷۹۴ء کے جاری ہے مالگذاری نہ دین۔ لفٹننٹ گورنر بہادر
بنظر مہربانی بلا تامل تدبیر کرکے پرگنہ مذکور نوابصاحب کے تفویض کوین اور اُسکی
کُلی حکومت نواب صاحب کے افسرونکے سپرد کر دین۔

دفعہ ۸ یہ بات ظاہر ہے کہ نوابصاحب اپنی خوشی سے جس قدر زمین کی
حاجت سڑک ریلوے بنانے کے لیے ہوگی وہ پرگنہ کاشی پور اور اپنی جاگیر قدیم مین سے
دینگے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نوابصاحب راجہ شیوراج سنگھ کاشی پور کو (جو اپنی
عُمدہ خدمات کے عوض مین گورنمنٹ کی خوشنودی کے مستحق ہوے ہین اور اپنے اور اپنی
اولاد کے واسطے ایک عطیہ کی سند ہمیشہ کو حاصل کی ہے) دہات اُسی جمع پر جس جمع پر
اُنکے پاس سرکار انگریزی کی طرف سے اس وقت ہین دینے مین موافق ہونگے۔
گورنر جنرل بہادر مجھے ارشاد فرماتے ہین کہ اِن دونون باتون کو حاکم ضلع کی معرفت
نواب صاحب پر ظاہر کرکے سبیل کی جائے۔

دفعہ ۹ گورنر جنرل بڑے شوق سے نوابصاحب کا خطاب "فرزند دلپذیر"
مقرر کرتے ہین اور نوابصاحب کے القاب و آداب کو اس عبارت کے ساتھ ترقی
دیتے ہین "نوابصاحب مشفق بسیار مہربان کرم فرماے مخلصان سلامت۔
بعد از شوق ملاقات مسرت آیات مشہود خاطر الطاف ذخائر میدارد"۔

دفعہ ۱۰ نوابصاحب کے عزیزون اور متوسلون کی بابت جن کا ذکر الگزینڈر
صاحب نے کیا ہے مطابق حکم کے ذیل مین ظاہر کرتا ہون۔

سید کاظم علی خان برادر نوابصاحب

اِنکے رویہ مین اگرچہ ابتدائے یورش مین شبہ تھا مگر پھر اسکے دفعیہ کی غرض سے فیروز شاہ کے ساتھی باغیون کا مقابلہ کیا اور نوابصاحب کو رامپور کے بندوبست مین مدد پہونچائی۔ گورنر جنرل نے اپنے خریطے مین نوابصاحب کو ایما کیا ہے کہ وہ اِس مدد دہی کی بابت گورنمنٹ کی طرف سے سید کاظم علیخان کا شکریہ ادا کرین۔

سید عبد العلی خان عموی نوابصاحب

انھون نے نوابصاحب کے ساتھ متفق ہوکر انکی طرف سے زمانہ غدر مین مراد آباد کا اچھا انتظام کیا اِسلیئے گورنر جنرل نے اُن کو دس ہزار روپے کا خلعت بخشا اور اپنے سکرٹری کیطرف سے ایک خریطہ انکی خدمت کی قبولیت کی بابت بھیجا جو اس تحریر کے ساتھ مرسل ہے۔

سید اصغؔر علی خان برادر زادہ و داماد نوابصاحب

اِن صاحب کو گورنر جنرل نے اپنے روبرو ایک خلعت پانچہزار روپے کا بخشا اور

لہ صاحبزادہ سید علی اصغر خان جنرل خلف سید جعفر علیخان ابن سید نظام علیخان ولد نواب سید فیض اللہ خان بہادر کو یہ انعام دیا گیا تھا اور وہ نوابصاحب کے داماد نہ تھے۔ خلاف تحقیق اُنکے نام کو سید اصغر علیخان لکھدیا ہے اور نوابصاحب کا داماد بتایا ہے۔ سُنا جاتا ہے کہ نواب سید یوسف علیخان نے جس وقت صاحب کمشنر سے سید علی اصغر خان کی جانفشانی کا حال بیان کیا اور اُن کا تعارف کرایا تو اُسوقت صاحبزادہ سید محمد رضا خان ولد سید اصغر علی خان ابن سید عبد اللہ خان خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر بھی موجود تھے یہی نواب موصوف کے داماد اور بھتیجے تھے۔ نوابصاحب نے سید علی اصغر خان اور سید محمد رضا خان کیطرف ہاتھ کا اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ میرے بھائی اور بھتیجے داماد ہین۔ صاحب کمشنر اس تقریر و اشارے سے مغالطے مین پڑگئے ۱۲

جناب ممدوح نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ انکو ضبط شدہ مواضع جنکی آمدنی سالانہ
دو ہزار روپے داخل سرکار ہوتے ہین عطا کیے جائین۔

حکیم سعادت علیخان وفادار نوکر سرکار رامپور

انکی کوشش سے نواب صاحب نے اپنی ریاست پر اکثر حکومت جاری رکھی اور
اُنھون نے بہت سی عیسائی رعایاے جناب ملکہ معظمہ کو حفاظت کے ساتھ میرٹھ
پہونچایا۔ گورنر جنرل صاحب نے انکو اپنے روبرو ایک خلعت پانچہزار روپے کا دیا اور
مواضع ضبطی جنکی آمدنی سالانہ مالگزاری مین چار ہزار روپے داخل سرکار ہوتے ہین
اِن کو بخشنے کی اجازت ہوئی ہے۔

علی بخش خان

انھون نے خاص کئی تدبیر سے نوابصاحب اور افسران سرکار انگریزی مقیم نینی تال
کے درمیان پیام رسانی جاری رکھی۔ گورنر جنرل بہادر نے ان کو اپنے سامنے
پانچہزار روپے کا خلعت بخشا اور مجھے ارشاد ہوا ہے کہ ان کو مواضع جنکی آمدنی تین ہزار
روپے سالانہ داخل سرکار ہوتے ہین بخشکر انکی خدمت آیندہ اقبال کی جائے۔

شیخ وجیہ الزمان خان سفیر نوابصاحب

یہ تمام زمانۂ غدر مین سرکار انگریزی کے خیر خواہ رہے انکے سبب سے انکے بھائی
اور بھتیجے کی جان بخشی ہوئی جو بغاوت کے جرم مین صاف ماخوذ تھے انکو گورنر جنرل
بہادر نے دو ہزار روپے کا خلعت اپنے سامنے بخشا۔[۱]

لہ بظاہر ان کے خلعت مین کمی اور جاگیر نہ ملنے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ انکے بھائی اور
بھتیجے کی جان بخشی انکی وجہ سے ہوئی ۱۲

غلام ناصر خان

اِس لائق افسر کو جناب گورنر جنرل نے پانسو روپے کی قیمت کا خلعت عطا کرنا منظور کیا۔

دفعہ ۱۱ دوسرے افسران ریاست جنکی خیر خواہی کا ذکر الگزینڈر صاحب نے اپنی رپورٹ مین کیا ہے گورنر جنرل صاحب کی اجازت سے ایما کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے اُنکا شکریہ لفٹنٹ گورنر صاحب جس طرح مناسب سمجھین ادا کرین۔

دفعہ ۱۲ مبلغ ۷ لاکھ ۱۱۴۱۱ العہ حساب سے نوابصاحب کے ذمہ باقی نکلتے ہین ملک روہیلکھنڈ پر حکومت قائم رکھنے مین اُن کا صرف ہوا اِس لیے یہ رقم اُن سے نہ لینا چاہیے۔ خرچ مین "صرف مقابلۂ باغیان" اُن کو لکھدینا چاہیے۔ نوابصاحب کو نوٹون کا سُود بدستور سابق دیا جاے۔ اور گورنر جنرل صاحب بلحاظ چھٹی نمبری ۹۶ مرقومہ ۸ مارچ گذشتہ کے نوابصاحب کی اِس استدعا کو کہ "جو چار ہزار اشرفیان خزانہ نینی تال کے صرف کے لیے اُنھون نے اپنے پاس سے بھیجی تھین وہ ایک وفادار رئیس سرکار انگریزی کی نذر کے طور پر قبول کر لی جائین" قبول کرتے ہین۔

ترجمہ چھٹی نمبری ۲۰۵ از طرف جارج کوپر صاحب سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی (ممالک متحدہ) بنام ولیم رابرٹ صاحب قائم مقام کمشنر روہیلکھنڈ از کمپ شاہ جہان پور مرقومہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۹ء محکمہ پولٹیکل

دفعہ ۱ حسب الارشاد نقل چھٹی سکرٹری گورنمنٹ ہند محکمہ فارن ڈیپارٹمنٹ

نمبری ۸۰۔ ۴ مرقومہ ۲۵ نومبر آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے جس سے آپ کو ظاہر ہوگا
کہ آپ پرگنہ کاشی پور ضلع مراد آباد نواب صاحب رام پور کے حوالے کر دین
جس کی معافی نواب گورنر جنرل نے اُنکو اور اُنکے وارثون کو ہمیشہ کے لیے بطور اُنکی
ریاست کے بخشی ہے احکام جاری کرنے کے وقت آپ خیال رکھین کہ جو کہ زمانہ
بندوبست ہنوز ختم نہین ہوا ہے اس وجہ سے نواب صاحب کو اطلاع دیجائے
کہ تا زمانہ بندوبست نواب صاحب پر واجبات سے ہے کہ جو کچھ سرکار انگریزی
خواہ افسران انگریزی نے مقرر کیا ہے اُسکو جاری رکھین۔
دفعہ ۲ زمانہ بندوبست کے گذر جانے کے بعد نواب صاحب کو اختیار حاصل ہے
جیسا چاہین ویسا کرین لیکن زمانہ بندوبست کے ختم ہونے تک جو کچھ وعدہ
گورنمنٹ کے مطابق ہے اُس کا مستحکم کرنا واجب ہے اور ہر طرح لحاظ اور خیال
اُس کے اوپر رکھنا چاہیے۔
دفعہ ۳ اس پرگنے کے کاغذات کا نوابصاحب کے افسرونکو دینا مناسب ہے۔
دفعہ ۵ آپکو ارشاد ہوتا ہے کہ جن مواضع کی آمدنی سرکار مین مندرجہ حاشیہ کے
مطابق ہو اُن مواضع کو حاشیہ والونکے نام عطا کرنیکا بندوبست کرین۔
(سید اصغر علی خان اعــ علی بخش خان ہمــ حکیم سعادت علیخان للعـ)
دفعہ ۶ خریطہ مندرجہ دفعہ ۶ و ۹ نوابصاحب اور اُنکے چچا سید عبد العلی خان
کے پاس پہونچانے کے لیے اس مین ملفوف کیے جاتے ہین۔ گورنمنٹ کی چٹھی کی
بارھوین دفعہ اکونٹنٹ کے پاس اطلاع کے لیے بھیجی جائیگی۔
دفعہ ۷ آپکے پاس ایک اور چٹھی دوسرے افسرونکے باب مین پہونچے گی جسکا حوالہ

دفعہ گیارہ مین بہ ترتیب دیا گیا ہے۔

تذکرہ

جن اشخاص کا چیٹھی سکرٹری گورنمنٹ ہند کی دسوین دفعہ مین ذکر ہے اُن کو جاگیرات اور خلعت اور پروانہ خوشنودی مزاج عطا کرنے کے لیے الگزینڈر صاحب کمشنر نے گورنمنٹ کو اپنی رپورٹ مین اس طرح سفارش کی تھی جسکی ترمیم گورنمنٹ نے اسطرح کی۔

نواب صاحب بہادر۔	جاگیر دولاکھ روپیہ۔
سید کاظم علیخان۔	انکی نسبت یہ خیر خواہی لکھی کہ رامپور اور سڑک کا بندوبست ماہ مئی ۱۸۵۷ء سے جون ۱۸۵۸ء تک خوب کیا۔
سید عبد العلی خان۔	گورنر جنرل کی طرف سے خط تعظیمی اور دس ہزار روپیہ کا خلعت عطا ہو۔
سید اصغر علیخان۔	زمینداری ضلع بدایون مین پانچہزار روپے کی
حکیم سعادت علیخان۔	بہادری کا خطاب اور پانچہزار روپے کا خلعت اور دس ہزار روپے کی زمینداری عطا ہو اور جس جائداد مین حکیم صاحب کی بے دخلی رہی اُسکی ۱۲۶۵ء فصلی کی باقی معاف ہو اور مئی و جون ۱۸۵۸ء کی قسط جو سرکار مین داخل کردی ہے وہ واپس ہو اور خیر خواہی کی چٹھی گورنمنٹ کی طرف سے دی جاے۔

علی بخش خان۔ انکو دہات زمینداری جنکی آمدنی پانچہزار روپیہ ہو اور دو ہزار روپے کا خلعت اور پروانہ گورنمنٹ کی طرف سے مرحمت ہو۔

شیخ وجیہ الزمان خان۔ دہات زمینداری دوہزار روپیہ اور دو ہزار روپے کا خلعت۔

غلام ناصر خان۔ ایکہزار روپے کی زمینداری اور پانسو روپے کا خلعت

صاحب کمشنر نے دوسرے خیرخواہون کا ذکر اپنی رپورٹ مین کرکے اُنکے لیے یہ سفارش کی کہ ایک ایک پروانہ اُن کو گورنمنٹ سے خوشنودی مزاج کا عطا ہو۔

نواب سید یوسف علی خان بہادر نے سید کاظم علی خان عرف چھوٹے صاحب کو خیرخواہی غدر کے صلے مین اپنے خزانے سے چار لاکھ روپے مرحمت کیے۔

نواب صاحب نے غدر کے بعد مردم شماری اس غرض سے کرائی کہ کس قدر آدمی ملک غیر کے ریاست رامپور مین سکونت پذیر ہین۔

نواب صاحب کو ستارۂ ہند کا خطاب ملنا

قاعدہ ہے کہ فرمان روا اپنے فرمان برون کو عمدہ عمدہ خدمات کا صلہ دیا کرتے ہین اور خطاب والقاب وجاہ ومنصب اور مدارج اعزاز سے ممتاز کیا کرتے ہین تاکہ اورون کو خدمات عالی کی بجاآوری مین ترغیب ہو اور اس سے رعایا پر بادشاہ کی شفقت اور عاطفت کا ثبوت ہوتا ہے اور بادشاہ کو رعیت کی نیک خواہی اور جان نثاری پر اعتبار ہوتا ہے اسلیے جناب ملکۂ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کا ایک فرمان واجب الاذعان ۲۰ جولائی ۶۱ء کو صادر ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ما بدولت نے اپنی مرضی خاص اور علم کامل

اور عزم مبارک سے ایک رتبہ جدید بہادری جو آج سے دوام کے لیے خطاب
موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا سے موسوم ہوکر مشہور اور معروف ہوگا
تجویز اور ایجاد کیا ہے اور مابدولت کا ارشاد ہوتا ہے کہ رتبہ مذکور مین ایک شخص
سورین (یعنی سردار اعلیٰ) اور ایک گرینڈ ماسٹر (یعنی سردار) اور پچیس نائب (یعنی بہادر)
شریک رہین اور والیان ہند اور سرداران ہندوستانی اور ہماری رعایا مین سے
وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتے ہون اس رتبہ عالی سے محروم نہ کیے جائین۔
مابدولت کی تجویز اقدس سے مابدولت کے عزیز معزز اور مشیر اکبر چارلس جان
ارل کیننگ گورنر جنرل ہندوستان اس رتبہ موسٹ اگزالٹڈ آف دی اسٹار آف انڈیا کے
اول سردار مقرر ہوے اور یہ مقتضاے دانشمندی و مصلحت ہے کہ رتبہ مذکور کا سردار
ایسے اشخاص کو جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سے نامزد ہوکر اس رتبے کے
بہادر مقرر کیے جائین عہدہ موسومہ نائٹ بیچلر عطا کرنے کا مجاز ہے اس لیے
مابدولت اقتدار و اختیار بخشتے ہین کہ گورنر جنرل موصوف مابدولت کی طرف سے
خطاب اور مرتبہ اور اعزاز نائٹ بیچلر کا اُن اشخاص کو عطا کرین جو مابدولت کی
تجویز سے رتبہ مذکور کے بہادر مقرر ہوے۔

اب اس کام کے واسطے لارڈ کیننگ صاحب نے ایک دربار الہ آباد مین مقرر کرنیکی
تجویز کی اور نواب سید یوسف علیخان کو بھی بلایا۔ نواب صاحب مع خدم و حشم
الہ آباد تشریف لے گئے۔ یکم نومبر ۱۸۶۱ء کو ایک دربار شاہانہ منعقد ہوا اُس دربار مین
سرہیو روز کمانڈر انچیف اور مہاراجہ صاحب گوالیار اور مہاراجہ صاحب پٹیالہ
اور بیگم صاحبہ بھوپال بھی شریک تھے۔ جب تمام اہالی جلسہ اپنی اپنی کرسیون پر

بیٹھ گئے تو نواب صاحب بہادر اور وہ تینون رئیس تخت شاہی کے محاذی تشریف لیگئے اور گورنر جنرل نے اپنے ہاتھ سے اس رتبے کے تمغے عطا فرمائے۔ اور پھر کھڑے ہو کر بیان کیا اے مہاراجہ سیندھیا اور مہاراجہ پٹیالہ اور بیگم صاحبہ بھوپال اور نواب رامپور ہم نے آپ صاحبون کو رتبہ اور تمغاے موسوم اسٹار آف انڈیا عطا کر کے جناب ملکۂ معظمہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اب ہم آپکو اس امر کی مبارکباد پہونچاتے ہین کہ آپ اس رتبۂ جلیل القدر کے بھائی بندون مین شریک ہوے اور یہ وہ رتبہ ہے جو حسب ارشاد مبارک حضور ممدوحہ اس غرض سے مقرر ہوا ہے کہ مملکت ہند کے والیون اور سردارون اور باشندون کو جناب ممدوحہ کی شفقت کا ثبوت کامل علانیہ حاصل ہووے اور قلمرو انگریزی واقع ہندوستان کا انتظام خاص ملکۂ معظمہ سے متعلق ہونیکے باب مین ملکہ معظمہ کی رضاے خاطر ہمیشہ رعایا کے دلپر منقوش رہے اور طریقۂ سلاطین کے مطابق حضور ممدوحہ کو ایسے اشخاص کے انعام سے ممتاز کرنے کا موقع ملے جو بدرجۂ اعلی خیر خواہ اور کارگذار رہے ہون۔ حضور ممدوحہ اپنی خواہش ظاہر کر چکی ہین کہ جناب موصوفہ کے احکام کی تعمیل مین کوئی رسم تواضع اور تکریم کی (جس سے ملکہ معظمہ کی محبت اور شفقت آپ کی ذات کی نسبت واضح ہو اس وجہ سے کہ آپ نے کمال خیر خواہی اور ثابت قدمی اور عمدہ خدمات سے جناب ممدوحہ کی عاطفت کا استحقاق پیدا کیا ہے) یا کوئی ایسا امر جس سے اس رتبۂ اعظم مقررۂ ملکۂ معظمہ کی عظمت ہو فرو گذاشت نہ ہووے ہمکو یقین ہے کہ آپ صاحبونکی طرف سے ہمیشہ اس رتبۂ عظیم کی حق شناسی اور قدردانی ہوگی۔ اور چونکہ یہ رتبہ سب سے پہلے آپ صاحبون کو عطا ہوا ہے امید ہے کہ آپ ہند کے باشندون مین

ایسا طریقہ اختیار کرینگے کہ آپ کا طرز عمل دیکھنے سے ہند کے سرداروں یا جاگیرداروں کو ملکہ معظمہ کے ساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا ہو بعد اس تقریب کے دربار برخاست ہوا اور نواب سید یوسف علی خان گورنر جنرل سے رخصت ہو کر اپنی دار الریاست کو واپس تشریف لائے۔ میر محمد زکی بلگرامی نے قطعۂ تاریخ اس طرح موزون کیا ہی قطعہ

زہے خطاب نکونامی وخوش انتما — کہ بانشانِ سعادت بود ستارۂ ہند

چنین عطیۂ عظمے سزد بہ حمد و ثنا — کنون گرفت فروغ ابد ستارۂ ہند

دبیر چرخ بتاریخ چون قلم برداشت — نوشت آب بخور شید زد ستارۂ ہند ۱۲۷۸ھ

صاحبزادہ سید حیدر علی خان کی شادی

۱۲۷۸ ہجری مین صاحبزادہ سید حیدر علی خان خلف اوسط کی شادی دختر شمسہ تاجدار بیگم بنت نواب سید احمد علی خان کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے ہوئی نواب سید یوسف علی خان نے اس تقریب مین تمام ملازمان سول وملیٹری کو جوڑے اور خلعت مرحمت فرمائے شہر کے کل باشندون کو کھانا تقسیم ہوا۔ ہر ہر محلے کے ہر ہر گھر مین ہر ہر شخص کو حصہ ملا ارباب نشاط کے طائفے دور دور سے آئے اور تمام شہر مین رقص و سرود کی محفلین گرم ہوئین یہ جشن رامپور مین ہمیشہ اہل شہر کو یاد رہنے کے قابل ہے کہ شادی کے دن ہر شخص دولھا بنا ہوا تھا شہر مین جابجا شربت کی سبیلین تھین اور ہر ایک کنوین مین شکر ڈلوائی گئی تھی روشن باغ سے مکان عروس تک جسکا فاصلہ کچھ کم تین میل ہے دورویہ روشنی اور آتشبازی کا لطف قابل دید تھا۔ مسٹر جان انگلس صاحب ایجنٹ ریاست اور دوسرے حکام اضلاع بریلی ومرادآباد بھی اس جشن مین شریک تھے اس تقریب مین ایک لاکھ نو ہزار ایک سو اسی روپے پانچ آنے صرف مین

آئے تھے نواب سید یوسف علیخان نے تین سہرے لکھے ہین جنکے اشعار منتخب یہ ہین ۔

ظلِ علمِ احمدِ مختار ہے سہرا ۔۔۔ سر کو بھی حیدر کے سزاوار ہے سہرا
دیکھو رخِ نوشہ سے پسینے کا ٹپکنا ۔۔۔ اب بھی نہ کہون ابرِ گہربار ہے سہرا
ہین جمع زبس دیکھنے والونکی نگاہین ۔۔۔ پھولون کا بنا تو بھی گرانبار ہے سہرا

ناظم مجھے یہ روزِ دل افروز مبارک
سرمایۂ آرائشِ انظار ہے سہرا

زہرہ نے دائرۂ چاند پہ گایا سہرا ۔۔۔ چشم بد دور بڑی دھوم سے آیا سہرا
گوندھ کر تارِ شعاعِ مہ و خورشید بہم ۔۔۔ گنگا جمنی یدِ قدرت نے بنایا سہرا
تجھکو سرسبزی جاوید مبارک نوشہ ۔۔۔ ہے ترے سر پہ یداللہ کا سایا سہرا
فرطِ نازش اسے کہتے ہین کہ باندھا مضبوط ۔۔۔ اس پہ بھی آپ مین پھولا نہ سمایا سہرا

شاد ہون اور یہ شادی ہے مبارک ناظم
مجھکو اللہ نے حیدر کا دکھایا سہرا

ملائک کی رگ جان کا ہے سہرا ۔۔۔ مگر حیدر علی خان کا ہے سہرا
دلھن کے گھر کی شوکت کا نشان ہے ۔۔۔ کہ یہ آیا ہوا اون کا ہے سہرا
بہم تارون مین رشتہ داریان ہین ۔۔۔ بہت مشتاق دامان کا ہے سہرا

نہ کیونکر خوش ہو سارا ملک ناظم
مرے آسائش جان کا ہے سہرا

ولی عہدی کا معاملہ

مین نے بعض معتبر اشخاص سے یہ سنا کہ نواب سید یوسف علی خان بہادر کو

اپنی اولاد مین صاحبزادہ سید حیدر علیخان سے بہت محبت تھی۔ نوابصاحب کا مذہب
اثنا عشری تھا نواب سید کلب علیخان بہادر نے ابتدا ے سن شعور سے مذہب اہلسنت
اختیار کر لیا تھا اور گو اُن کو نواب سیّد یوسف علیخان کی طرف سے ہر طرح ترغیب
دلائی گئی مگر وہ اپنے اُسی عقیدے پر راسخ دم ثابت قدم رہے اور مذہب تسنن
چھوڑ کر تشیع کی طرف مائل نہ ہوے۔ جبکہ نواب سید احمد علیخان بہادر کی نواسی
کے ساتھ سید حیدر علی خان کی شادی ہو گئی تو صاحبزادے سید مہدی علی خان بھی
اُنکے بے حد معاون ہو گئے۔ سیّد مہدی علی خان کو شمسہ تاجدار بیگم کے باعث سے
ریاست کا دعوے تھا ہی اب سید حیدر علی خان کو ولی عہد ریاست بنانے کے لیے
در پردہ کوشش کرنے لگے اور نواب سیّد یوسف علی خان کو بھی اس بات کی طرف
مائل کر لیا یہانتک کہ اُنھون نے سید حیدر علی خان کی ولی عہدی کے منظور ہو جانے
کے لیے گورنمنٹ انگریزی مین بھی فی الجملہ تحریک کی۔ اُس زمانے مین صاحبزادہ سید
علی اصغر خان نواب سید کلب علی خان سے در پردہ بہت موافق تھے اور افسران انگریزی مین
اُنکی بڑی رسائی تھی۔ سید علی اصغر خان نے اس تمام معاملے سے نواب سیّد
کلب علی خان کو آگاہ کیا اور اُن کو اطمینان دلایا کہ حتے الامکان مین اس خواہش کے
منظور ہونے کو روکون گا۔ سیّد علی اصغر خان نے افسران گورنمنٹ پر یہ بات
ثابت کر دی کہ گو نوابصاحب کا خیال سید حیدر علی خان کے لیے ولیعہدی کا ہے
مگر واقع مین ریاست کی قابلیت سید کلب علیخان ہی مین ہے چنانچہ نواب سید
یوسف علیخان کی وہ منشا کرسی نشینی نہوئی اور سید حیدر علی خان ولیعہد نہ ہو سکے۔
یہی وجہ ہے کہ صاحبزادہ سید علی اصغر خان کو نواب سید کلب علیخان بہادر نے

اپنی ریاست مین بہت کچھ ترقی دی۔ پھر نواب سیدؔ یوسف علی خان نواب سید کلب علیخان کی قابلیت سے خوش ہو گئے تھے اور اُن ہی کو اپنا ولیعہد کیا تھا۔

نواب صاحب کو گورنر جنرل کی واضع قانون کونسل کا ممبر بنایا جانا

۱۸۶۲ء مین سر جان لارنس بہادر گورنر جنرل کشور ہند نے نواب سید یوسف علیخان کو بوجہ اُنکی دانائی اور ہوشیاری کے اپنی کونسل واضع قانون کا ممبر مقرر فرماکر کلکتہ کو طلب کیا۔ نواب صاحب نے دو تین جلسون مین ترتیب و ترمیم قوانین مین نہایت معقول اعانت فرمائی جس سے گورنر جنرل بہت مسرور ہوے چنانچہ تقرر قاضیان منجانب گورنمنٹ اور انسداد قمار بازی اور نگہداشت حقوق زمیندار و کاشتکار وغیرہ کی بابت پاس شدہ قانون آپکی یادگار ہین۔ لیکن آب وہوا کی ناموافقت کے سبب سے برضامندی گورنر جنرل بہت جلد ریاست کو مراجعت فرمائی۔

نوابصاحب جس وقت کلکتے کو جانے لگے تو فتح محمد خان کے مشورے سے ایک لاکھ روپے کی روئی یہان سے خرید کرواکر کلکتے کو لیتے گئے یہ روئی اول کانپور گئی وہان گٹھے پیچ مین دبواکر کشتیون کے ذریعہ سے کلکتے پہونچائے۔ تمام خرچ نکالکر دس ہزار روپے کا نفع ہوا جب کلکتے سے ریاست کو مراجعت کی تو وہان سے ڈیڑھ لاکھ روپے کا کپڑا خرید کرواکر ساتھ لائے۔ یہ کام بھی فتح محمد خان کی تجویز سے کیا گیا۔

نواب صاحب کے چھوٹے بھائی سیّد کاظم علیخان کی رائے سے انتظامات

نواب سیّد یوسف علیخان بہادر نے سید کاظم علیخان عرف چھوٹے صاحب کے اختیارات مین توسیع کر کے انتظام ریاست مین دخیل کر دیا تھا صاحبزادہ صاحب بڑے منتظم اور قابل شخص تھے اُنھون نے نواب کی عنایت اور اعتبار اور اپنی لیاقت اور حُسن تدبیر سے بہت عمدہ انتظامات جاری کیے جن کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔شہر کے گرد بانسی کے نیچے ایک کچّی سڑک چکر کی بنوائی اور بانسی کے گھٹّون مین سے آمد و رفت کی ممانعت کر دی۔

۲۔بذریعہ مُلّا ظریف سے جیلخانے تک ایک چوڑی سڑک بنوائی۔

۳۔مواضعات کے پٹواری کاغذات شش ماہی پر داخل کیا کرتے تھے پنجگانہ کا طریقہ جاری کیا۔

۴۔رجسٹری کی فیس مقرر کی اور بموجب محکمہ رجسٹری مُراد آباد قانون رجسٹری جاری کیا۔

۵۔مقدمات دیوانی اہل ہنود مین اکثر تصفیہ مقدمات بموجب دھرم شاستر ہونے لگا

۶۔جیلخانے کی نسبت دستور العمل جاری کیا۔

۷۔فوجداری مین تعزیرات ہند جاری کی۔

۸۔درخواست پٹہ باہم مالگذار و کاشتکار اور خرید و فروخت نشکر کی رجسٹری

ہونے کا حکم دیا۔

۹۔ ۱۸۶۰ و ۱۸۶۱ء کے قحط مین محتاجین کیلیے خیرات روزانہ مقرر کی اور فیصدی آٹھ آنے جمعبندی مالگذارون سے وصول کر کے خزانۂ ریاست مین داخل کیا۔ روشن باغ کے مقام پر روزانہ نقد و جنس محتاجون اور فاقہ کشون کو تقسیم کیا جاتا تھا بانسی محیط شہر جو رامپور کیلیے شہر پناہ تھی اس مین پھول آگئے تھے قحط زدہ لوگ بانس کے پھل کھاتے تھے لوگونکے تجربے مین ہے کہ پچاس برس کے بعد بانس کے درخت مین پھول آتا ہے اور یہ علامت قحط سالی کی خیال کی جاتی ہے۔

۱۰۔ ملازمان پولیس کی وردی تجویز کر کے حکم دیا کہ غیر شخص کوئی اس قسم کی وردی نہ پہنے۔

۱۱۔ اشتہار جاری کیا کہ کوئی شخص ہتھیار بند طوائف کے مکان پر نہ جائے اور اگر جائے تو طوائف رپٹ لکھائے۔

۱۲۔ فوجداری مین مجسٹریٹی تجویز کی اور ایک کتاب دستور العمل مقدمات فوجداری کیلیے تالیف کرا کے جرائم فوجداری اُس کا نام رکھا۔

مگر آخر مین صاحبزادہ سیّد کاظم علیخان کی سخت مزاجی نے اُن کو بدنام کیا اور چند روز کے بعد زمانے نے انکا ورق بھی اُلٹا۔

ٹھیکہ دہات کا بندوبست اکثر نامی پدھانون کے نام ہونے لگا ہنگام دورہ بقدر حیثیت ولیاقت کسی کو شالی رومال کسی کو چادر کسی کو دوشالہ عطا ہوتا تھا۔ اور پھر جابجا علاقے کے پدھانون کو پگڑیان دینا شروع کین اور اُسکے عوض مین اُن سے نذرین لی جانے لگین نواب سیّد یوسف علی خان کے عہد مین کچھ تو حسن انتظام کی وجہ سے اور کچھ نرخ غلہ کی

گرانی کی ترقی کے سبب سے مُلک کی آمدنی بہت بڑھ گئی چنانچہ جس سال اُن کا انتقال ہوا یعنی ابتداے اکتوبر ۱۸۶۴ء سے ستمبر ۱۸۶۵ء تک ایک سال کی آمدنی مال علاقہ جدید سمیت گیارہ لاکھ گیارہ ہزار چھ سو اُنتیس روپے گیارہ آنے تین پائی اور آمدنی سواے چار لاکھ بارہ ہزار چار سو ساٹھ روپے بارہ آنے ۲ پائی کُل پندرہ لاکھ چوبیس ہزار نوّے روپے ساڑھے سات آنے ہوئی تھی۔

نوابصاحب کی علالت اور وفات کا تذکرہ

نواب سید یوسف علیخان ۱۲۸۱ہجری مین بعارضۂ سرطان علیل ہوے۔ شوال کے مہینے مین نوروز کے دن غسل صحت ہوا۔ تاریخ صحت چھوٹے صاحب نے یون موزون کی

سرطان دور و بیفزاے شفا | بکن از ظہر جناب نواب

حل اس تاریخ کا یہ ہے کہ اعداد حروف ظہر جناب نواب سے کہ مجموع بارہ سو بیس ہوتے ہین اعداد لفظ سرطان کہ تین سو بیس ہین ساقط کیے جائین تو نو سو رہ جائینگے اُس نو سو پر اعداد لفظ شفا کہ تین سو اکاسی ہین بڑھائے جائین تو پورے بارہ سو اکاسی ہونگے۔ مرزا نوشہ غالب نے اس غسل صحت کی تہنیت مین تاریخ اس طرح موزون کی ہے۔ ؎

دائم شنیدہ کہ در اقصاے مغرب ست | سرچشمۂ کہ خضر شد از وے بقا پذیر
جوے بریدہ اند و روان کردہ اند آب | حمام را بحوض ازان فرخ آبگیر
ہنگام شب کہ زیر زمین باشد آفتاب | از تاب مہر گرم شد آن آب ناگزیر
حمام حوض ہنگر و گل جامش آسمان | وان را سفید کردہ فروغ مہ منیر
آمد براے غسل بہ گرمابہ اندرون | مانند معنی کہ نہد روے در ضمیر

اینک فراغ و اختر نیک و خجستہ روز   پیداست زین سہ لفظ سہ تاریخ دلپذیر

اس خوشی مین چھوٹے صاحب کی تجویز سے باغ بے نظیر مین بڑا بھاری جشن کیا گیا۔ منشی امیر احمد مینائی مرحوم نے بھی ایک تاریخ اس تقریب مین موزون کی تھی اور وہ یہ ہے۔ ؎

شرف ان مہر کو ہی یان عروجِ ماہ دولت ہے   عجب صحت عجب جلسہ عجب شادی کی ساعت ہے
کسے سال ہمایون ہاتھ آتا ہے امیر ایسا   مہینا عید کا نوروز کا دن غسل صحت ہے

چونکہ مادۂ مرض کا پورا استیصال نہین ہونے پایا تھا اس لیے پھر طبیعت ناساز ہوئی اور اُسی مرض نے ترقی کی۔ ذیقعدہ کی چوبیسوین تاریخ بارہ سو اکاسی ہجری مطابق ۲۱۔ اپریل ۱۸۶۵ء کو جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت انتقال کیا۔ دس برس چار مہینے گیارہ دن ریاست کی۔ ۵ ربیع الثانی ۱۲۳۱ ہجری مطابق ۵ مارچ ۱۸۱۶ء روز دوشنبہ کو پیدا ہوے تھے اس حساب سے پچاس برس آٹھ مہینے ۲۵ دن کی عمر پائی۔ امامیہ مشرب تھے مگر اُن سے سُنت وجماعت کے مذہب کے باب مین بداخلاقی نہین پائی گئی۔ حسب وصیّت چھوٹے صاحب نے اُس مذہب کے موافق تجہیز وتکفین کی اور امام باڑے کے بیرونی دالان مین اپنے والد ماجد کے پاس دفن ہوے اُن کا لقب وفات کے بعد فردوس مکان مقرر ہوا۔ مرحوم ومغفور منشی امیر احمد صاحب امیر نے جو تاریخ رحلت رشتۂ نظم مین پروئی ہے وہ یہ ہے۔

در فراق ناظم معجز بیان یوسف لقا   جوش زد سیلاب خون از دیدۂ گریان من
تاب از دل رفت و دل از دست و دست از کار رفت   رفتن او جملہ برہم زد سرو سامان من

تیره شد چون شام ماتم در نظر این خاکدان | چاک شد مانند دامان سحر دامان من
شکر نعمتهاے او ایمان خود دانسته ام | ذکر او تا بوده ام بود ست حرز جان من
بسکه از شور فغانم محشرے بر پا شده است | می شود شور قیامت هر نفس قربان من
گریه ام در ماتمش رنگ فراوانی گرفت | می چکد طوفان نوح از گوشهٔ دامان من
بهر سال آن عزیزِ مصرِ دلها گفت میر | مسند آراے جنان شد یوسف دوران من ۱۲۸۱ھ

یہ مصرعِ تاریخ بھی نہایت عمدہ ہے ع

یوسف زجہان رفت و سکندر آمد

نواب صاحب کی ذاتی قابلیت اور شعر گوئی کا مذاق

نواب سید یوسف علیخان نہایت خوش اخلاق شیرین زبان بیدار مغز رئیس تھے۔ علوم کی طرف بہت رغبت رکھتے تھے۔ کاملون سے صحبت رہتی تھی علوم عقلیہ منطق و حکمت مین اعلیٰ دستگاہ تھی اور اِن علوم کو مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی سے حاصل کیا تھا اور زبان فارسی مین خلیفہ غیاث الدین صاحب مؤلف غیاث اللغات سے تلمذ تھا۔

پستول اچھا لگاتے تھے۔ خوش بیانی اِن کا حصہ تھا جو کچھ تقریر کرتے پہلے چپکے چپکے اُس کو زبان سے ادا کر کے الفاظ کو جانچ کر مُنھ سے نکالتے تھے تاکہ کوئی لفظ اُلٹا سیدھا سہواً مُنھ سے نہ نکل جائے۔

داڑھی مونچھین مُنڈا کر صفاچٹ رہتے تھے اور رُخسارے میدان لق و دق نظر آتے تھے حالانکہ نواب بہت سجیلے جوان اور دیدارو تھے اگر داڑھی رکھتے تو خوبصورتی تصویر کا عالم دکھاتی۔ شعر کے نکتہ شناس تھے۔ طبیعت موزون تھی

اُردو شعر کہنے کا شوق تھا۔ پہلے تو مومن خان دہلوی سے مشورہ تھا۔ پھر مرزا نوشہ غالب سے تلمذ ہوا۔ اس کے بعد مرحوم منشی مظفر علیخان صاحب آسیر لکھنوی کو کلام دکھایا۔ سب سے اخیر مین جناب امیر صاحب مینائی سے بھی شعر و سخن مین مشورہ رہتا تھا اول مرتبہ دیوان مختصر جو صرف مرزا اسد اللہ خان غالب کا دیکھا ہوا تھا ۱۲۸۷ھ ہجری مین چھپا دوسری بار وہ جو منشی مظفر علیخان آسیر لکھنوی کی نظر سے گذرا ہوا تھا کلام اول مین شریک کر کے صاحبزادہ سید حیدر علی خان نے طبع کرایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لطیف استعارون رنگین تشبیہون بلند مضامین نازک خیالات فصیح زبان لفظون کی عمدہ تراشون اور دلکش ترکیبون ادائے مطلب کے اندازمین غالب و آسیر نے چار چاند لگائے تھے خصوصًا یہ غزل ؎

مین نے کہا کہ دعوے اُلفت مگر غلط

مرزا غالب کی طبع نازک نے اُنکی زبان مین ڈالی ہے۔ اِسی لیے اِن کا تمام کلام اہل فن کے اُصول سے کہین بال بھر بھی نہین سرکا۔ مرزا کے تلمذ پر اُن کو ناز تھا۔ اور اُنکا بہت ادب کرتے تھے۔ خود مرزا میر مہدی مجروح کو ایک خط مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۸۶۰ء مین لکھتے ہین کہ "نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے جس کو یہ دسوان مہینہ ہے سو روپے ماہ بماہ بھیجتے ہین اب جو مین وہان گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا یعنی رامپور مین رہون تو دوسو مہینا پاؤن اور دلی مین رہون تو سو روپے بھائی سود و سو مین کلام نہین۔ کلام اس مین ہے کہ نوابصاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہین مجکو نوکر نہین سمجھتے ہین۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعظیم جس طرح احباب مین رسم ہے وہ صورت ملاقات کی ہے لڑکون سے مین نے نذر دلوائی تھی بس۔"

نوابصاحب کی خاطر سے مولوی سعد اللہ صاحب نے معیار الاشعار کی شرح کر کے میزان الافکار نام رکھا اور ایک متن عروض وقافیہ کے بیان مین زبان عربی مین لکھکر اُس کا نام یوسفیہ رکھا اور اُسکی شرح بھی کی جس کو عروض باقافیہ کہتے ہین - یہ اُنکے دیوان کا انتخاب ہے -

اشعار قصیدہ

خالق نے بنایا ہے مجھے عِلم مُجسم | قرآن ہے مرا دل تو مرا سینہ ہے تفسیر
والشمس کا ہے نور ہر اک حرف سے روشن | ہر نقطے مین ہے آیۂ والنجم کی تنویر
کِلکِ دو زبان ہاتھ مین تیغ دو زبان ہے | آسان مجھے مُلکِ معانی کی ہے تسخیر
کھولینگے زبان خاک سخندان مرے آگے | ہے بُلبلِ شیراز یہان بُلبلِ تصویر
گر بحث کرے مجھ سے کبھی طوطیِ آمل | موجِ عرقِ شرم کا حلقہ ہو گلو گیر
ہے نقش مرے صفحۂ خاطر پہ ازل سے | جو خامۂ قدرت نے کیا لوح پہ تحریر
ہون قید تعلق مین تعلق سے بری مین | سدّرہِ آواز کوئی ہوتی ہے زنجیر

باطل نہین حق ہے جو کرون دعوے عرفان
دو شاہد عادل ہین مرے شبر و شبیر

غزل

بے پردہ آ کے کل مجھے صورت دکھا گیا | اِک پردہ تھا نہ آنے کا وہ بھی اُٹھا گیا
کافر ہون گر رہی ہو توقع جواب کی | قاصد سے یہ سُنون کہ مرا خط پڑھا گیا
اپنے دل وجگر کا پڑا پیٹنا مجھے | تیری گرہ سے دیدۂ خونبار کیا گیا
کیون میری ضد سے سوگ مین بیٹھو رقیب کے | کیا جانتے نہین ہو کہ جو مر گیا گیا

کیونکر پھر اُسکی راہ مین سر تک دریغ ہو — اپنا سمجھ کے جو مرے گھر کو لُٹا گیا
ہوتے ہی دردِ دل کا بیان اُٹھ کھڑے ہوے — یعنی یہ ایسے ہین کہ نہ اِن سے سُنا گیا
خواہش سے اُنکی کام دل اُن سے کیا حصول — اب وہ کہا کرین کہ مین کیون دم مین آگیا
ہے ہے وہ مدعی کے نہ سمجھے فریب کو — جو میرے مدعا کو اشارے سے پا گیا

تم خوش ہوے ہو بزم مین آنے سے غیر کے
یہ بھی نہین خبر ہے کہ **ناظم** چلا گیا

دِل ہو تو کیجے آہ کی تاثیر پر گھمنڈ — جاتی رہی کمان تو کیا تیر پر گھمنڈ
باتون مین کوئی کام نکلتا ہے ہمنشین — تھا نامہ بر کو خوبی تقدیر پر گھمنڈ
دیکھو عدو کا جنبشِ ابرو نے کیا کیا — ہے اب بھی تمکو بُرّش شمشیر پر گھمنڈ
گر تو نہین ہے پر تری تمثال ہو تو ہو — ہے مہ کو اپنے گردۂ تصویر پر گھمنڈ
واعظ بُرے ہین رند چلے جاؤ تم شتاب — اچھا نہین ہے عزّت و توقیر پر گھمنڈ
جو کچھ ہوا ہے اسکی کچھ اُس کو خبر نہین — بیجا ہے یاریِ فلکِ پیر پر گھمنڈ
وہ حور ہے۔ پری نہین آجائے سامنے — ہو جس کو سحر و دعوت و تسخیر پر گھمنڈ
نظارگی ہون صورتِ بزمِ شہود کا — تقدیر کا گلہ ہے نہ تدبیر پر گھمنڈ

ناظم ہمین تتبع غالب پہ ناز ہے
ہوگا کسی کو پیرویِ میر پر گھمنڈ

مین نے کہا کہ دعوے اُلفت مگر غلط — کہنے لگے کہ ہان غلط اور کس قدر غلط
تاثیر آہ و زاری شبہاے تار جھوٹ — آوازۂ قبول دعاے سحر غلط
سوز جگر سے ہونٹ پہ تبخالہ افترا — شور فغان سے جنبش دیوار و در غلط

ہان سینے سے نمائش داغ درون دروغ — ہان آنکھ سے تراوش خون جگر غلط

آجائے کوئی دم مین تو کیا کچھ نہ کیجیے — عشق مجاز و چشم حقیقت نگر غلط

بوس و کنار کے لیے یہ سب فریب ہین — اظہار پاکبازی و ذوق نظر غلط

وصاحب آفتاب کہان اور ہم کہان — احمق بنین ہم اس کو نہ سمجھین اگر غلط

سینے مین اپنے جانتے ہو تم کہ دل نہین — ہمکو سمجھتے ہو کہ ہے اُنکی کمر غلط

کہنا ادا کو تیغ خوشامد کی بات ہے — سینے کو اپنے اُس کی سمجھنا سپر غلط

مٹھی مین کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی — جان عزیز پیش کش نامہ بر غلط

پوچھو تو کوئی مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام — کہتے ہو جان دی ہے سر رہگذر غلط

ہم پوچھتے پھرین کہ جنازہ کدھر گیا — مرنے کی اپنے روز اُڑانی خبر غلط

آیت نہین حدیث نہین جسکو مانیے — ہے نظم و نثر اہل سخن سر بسر غلط

یہ کچھ سنا جواب مین ناظم ستم کیا
کیون یہ کہا کہ دعوے اُلفت اگر غلط

کہتے ہین تجھے لوگ کہ تو سرو روان ہے — دیکھین تو سہی سرو مین رفتار کہان ہے

شرمندہ نہین گر ترے قامت سے قیامت — بے وجہ پس پردۂ تقدیر نہان ہے

ہے توڑ سوا اس سے تری تیغ ادا کا — ہر چند کہ جلاد قضا سخت کمان ہے

جسوقت چمکتی ہے تو چھپ جاتی ہے مُڑ کر — کیا برق پہ تمکو مرے نالے کا گمان ہے

گا ہے نہ پھنسا دام مین میرے کوئی طائر — حلقے کی گرہ مین بھی چشم نگران ہے

زاہد ہے اگر معتکف حجرۂ مسجد — آرام گہ اپنا بھی در پیر مغان ہے

مقدار مین اک قطرۂ خون بیش نہین دل — حیران ہون کہانسے شرۂ خون تابشان ہے

ہکلانے مین گھبراتے ہین گھبرائین نہ کیونکر | بارِ سخن اُن کے لبِ نازک پہ گران ہے
رو کونگا تو کیا دل پہ غضب ڈھائے گا ناظم
یہ اشک جو یون آنکھ سے دن رات روان ہے

مخمس

ماہ کھاتا تھا قسم جسکے رُخِ پُرنور کی | دیکھکر جس کو جھپک جاتی تھین آنکھین حور کی
لن ترانی گفتگو تھی جس بُتِ مغرور کی | جلوۂ رُخسار جس کا تھا تجلی طور کی
شکل موسیٰ آج وہ خود طالبِ دیدار ہے

رباعی

منظور ہے یان دو کی ثنا خوانی ایک | ہے نام ونشان مین ایک کا ثانی ایک
یعنے حسن وحسین اللہ اللہ | پانی سے سوا ہے ایک بے پانی ایک

رباعی

سجادہ ہے میرا فلک نیلی فام | تسبیح کواکب آفتاب اُس کا امام
تارے گنتا ہون مین سحر تک ناظم | تسبیح امام تک پہونچ کر ہو تمام

قطعہ

وہ مہر مرتبہ نواب ذی حشم جن کا | خطاب خان بہادر ہے نام فیض اللہ
گئے ارم کو تو تاریخ سال سے سب کو | کیا سروش نے لفظ غروب سے آگاہ
ہوے وہ خان بہادر رئیس بعد اُنکے | کہ جن کا نام ہے احمد علی [۱۲۰۸] عالیجاہ
غروب کو کب اگر اُنکا سال رحلت ہے | تو راست ہے کہ وہ تھے آسمان حسن کے ماہ
پھر اُنکے [۱۲۵۶] بعد ہوے رام پور کے حاکم | سپہر رتبہ معلّےٰ خطاب عدل پناہ

ہے اسم پاک محمد سعید خان نواب | بہادر ایسے کہ عالم بہادری پہ گواہ
جو وہ جناب ہوے زیب بخش باغ جنان | تمام خلق کو آیا نظر زمانہ سیاہ
سروش غیب یہ بولا غروب کوکب ہے | شمار سال اسی مین ہے کیجیے جو نگاہ

عجیب طرح کے تینون رئیس تھے ناظم
رہین ریاض جنان مین بزیر ظلّ اللہ

اولاد نواب سید یوسف علی خان

(۱) فرزند اکبر نواب سید کلب علی خان بہادر خلد آشیان فیروز النسا بیگم صاحبہ ملقب بہ نواب بہو بیگم دختر سید عبد العلی خان خلف نواب سید غلام محمد خان کے بطن سے۔

(۲) صاحبزادہ سید حیدر علیخان طوطی طوائف ملقب بہ سردار دلھن کے بطن سے۔

(۳) صاحبزادہ سید محمود علیخان حسینی خواص کے بطن سے۔

(۴) سید سیّد علیخان صاحبزادی بیگم سیدہ ممتوعہ کے بطن سے۔

(۵) اُمراؤ بیگم فیروز النسا بیگم کے بطن سے۔ یہ صاحبزادہ سید محمد رضا خان ولد سیّد اصغر علی خان ابن سیّد عبد اللہ خان خلف نواب سیّد غلام محمد خان سے بیاہی گئی تھین اُن کے انتقال کے بعد نکاح ثانی اُن کے بڑے بھائی صاحبزادہ سید زین العابدین خان عرف کلن خان سے ہو گیا۔

(۶) ننھی بیگم بطن فیروز النسا بیگم سے۔

(۷) کلثوم بیگم ملقب بہ حاتم زمانی بیگم بطن سردار دلھن سے زوجۂ سیّد فدا علیخان فدا تخلص ولد سیّد کاظم علیخان عرف چھوٹے صاحب خلف نواب

سیّد محمد سعید خان۔

(۸) حسینی بیگم بطن خورشید جہان بیگم ممتوعہ قوم مغل سے۔

(۹) امامی بیگم بطن زینب سلطان بیگم ممتوعہ سیدہ سے زوجہ سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب خلف سید کاظم علیخان۔

(۱۰) عباسی بیگم بطن زینب سلطان بیگم سے یہ اول سید عنایت حسین خان سے منسوب ہوئیں پھر عقد نکاح سید احمد علی خان عرف بَنّن صاحب فرزند سید مبارک علیخان خلف نواب سید محمد سعید خان سے ہوا پھر اُن سے علیحدگی شرعی طور پر ہو کر عقد شرعی سید احمد علیخان عرف شہریار دولھا ابن صاحبزادہ سید رضا علیخان ابن صاحبزادہ سید اصغر علیخان ابن صاحبزادہ سید عبداللہ خان ابن نواب سیّد غلام محمد خان بہادر کے ساتھ ہوا۔

نواب سیّد کلب علیخان بہادر خلف اکبر نواب سید یوسف علیخان بہادر کی مسند نشینی

نواب سیّد یوسف علیخان بہادر نے اپنے انتقال سے قبل نواب سید کلب علیخان بہادر کی ولی عہدی ۱۸۶۴ء مین آنریبل ایڈمنڈ ڈرمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کے توسط سے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل ہندوستان سے منظور کرا کر سندین اُن کو عطا کی تھین اور وصیت کی تھی کہ تمھارے دادا نے جو انتظام قائم کیا ہے اُس مین کسی قسم کا تغیر و تبدل اور اہلکارون کو حتی المقدور جُدا مت کرنا رعایا کی فلاح اور آرام سے غافل ہونا عیش وعشرت کی ممانعت نہین مگر بالکل مصروف ہو جانا کاروبار ریاست خود انجام دینا۔ ہر ایک صیغے کی خبر گیری رکھنا۔ دولت انگریزی سے اتحاد بڑھانا۔ جب ہمارا انتقال ہو تو فوراً خزانے کی کنجی لے کر ہتھیار لگانا اور مسند حکومت پر بیٹھ جانا۔ اور ہماری تجہیز وتکفین چھوٹے صاحب کے سپرد کرنا چنانچہ نواب سید کلب علی خان نے تمام کارروائیان نواب سید یوسف علی خان کی وصیت کے مطابق کین اور فوراً مسند نشین ہو کر ارکان دولت کی نذرین لین۔ سلامی کی توپین چلنا شروع ہوئین شادیانے بجنے لگے جنازہ چھوٹے صاحب کے سپرد کیا اور خود ایک مسجد مین جاکر نماز جمعہ ادا کی۔ پیش امام سید رستم علی نے نہایت



جناب نواب سیّد کلب علی خان بہادر۔ خُلد آشیان

خوش الحانی سے عبرت انگیز خطبہ پڑھا۔ جسکے چند شعر یہ ہین۔

کہان ہے سکندر کہان شاہ جم | کہان شاہ کاؤس کیوان عَلَم
یہ سب سو رہے ہین بزیر زمین | نشان ان کا جُز نام کے کچھ نہین
فلک شامیانہ مزارون کا ہے | یہ مدفن سبھی تاجدارون کا ہے
مسلمان جو ہووے اُسے چاہیے | گناہون سے ہر دم وہ بچتا رہے
خداوند کا حُکم لائے بجا | رہے قائم اسلام پر وہ سدا
نہ اُس کے کہے مین کرے کچھ قصور | رہے تابمقدور عصیان سے دُور
جو کچھ آج ہو وہ تدارک کرو | نہ شرمندہ تم تاقیامت رہو
یہ جب ہاتھ سے وقت جاتا رہا | تو رُو رُو کہوگے کہ واحسرتا
کیا ہم نے افسوس یہ کیا غضب | اُٹھاتے ہین دوزخ کے رنج وتعب
پھر آخر کو تحقیق پچتاؤ گے | نہ اِس وقت کو پھر کبھی پاؤ گے
کوئی اہل زر ہو کوئی بادشاہ | بہت سا ہو مُلک اور بہت سی سپاہ
فنا ایک دن سب پہ آجائے گی | قضا جوہرِ تیغ دِکھلائے گی
کوئی لاکھ رکھتا ہو حُسن وجمال | فلک اُس پہ لائے گا اِک دِن زوال
ستانا کسی دِل کا اچھا نہین | کہ جانا ہے اِک روز زیر زمین +

نواب سید کلب علی خان خُطبہ سُن کر زار زار روتے تھے اور تمام جمعیت مصروف گریہ و بُکا تھی بعد استماع خطبہ و ادائے نماز دالوان مین تشریف لائے اور تمام اہلکاران ریاست کی تسلّی وتشفی فرمائی۔ اُن کے عہد مین پہلی عیدالضحیٰ تھی جس مین بڑے جلوس سے ادائے نماز عید کو تشریف لے گئے اور

ہزارون روپیہ لٹوایا ۵ امحرم ۱۲۸۲ہجری مطابق ۱۰ جون ۱۸۶۵ء کو مسٹر جان انگلس صاحب ایجنٹ ریاست وکمشنر روہیلکھنڈ رامپور آئے اور اُسی روز چار گھڑی دن رہے خاص دیوان خانے مین گورنمنٹ کی جانب سے باضابطہ طور پر مسند نشین کیا۔ جناب منشی آمیر احمد صاحب مینائی نے اِس مسند نشینی کی یون تاریخ لکھی ہے ؎

آفتابِ سپہر حشمت نے   تخت پر جب جلوس فرمایا
فرط بالیدگی سے وقت جلوس   پایۂ عرش تخت نے پایا
عرشیون نے کہا مبارک ہو   فرشیون کے سرون پہ یہ سایا
سایہ اِس سایۂ الٰہی کا   ابرِ رحمت کی طرح سے چھایا
تخت دولت پہ ماہِ دولت نے   مہر ہو کر جلوس فرمایا
مہر کا رنگ ہو گیا پھیکا   ماہِ کامل فلک پہ شرمایا
نذر کو آسمان دُرِ انجم   طبق ماہتاب مین لایا
نور سے طور ہو گئی کوٹھی   پرتو حُسن نے یہ چمکایا
کیون نہ خوش ہو محمدی مشرب   عہد خُلق محمدی آیا
اُس سلیمان نے خُلق سے اپنے   خاتم ولپہ نقش بٹھلایا
جی اُٹھا جس سے چار باتین کین   رنگ اعجاز تازہ دکھلایا
چھک گئے میکشان بزم سوال   جام جود وکرم جو چھلکایا
نئے سر سے جوان ہوا اقبال   نخلِ دولت مراد پہ آیا
ہے یہ سرتاج تاجدارونکا   اسپہ اللہ کا رہے سایا
واقعی ہے آمیر سال جلوس   دور دورۂ فلاح اب آیا
۱۲۸۱

۱۷ محرم کو نوابصاحب نے تمام ملازمین کو بقاعدۂ مستمرہ خلعت عنایت کیے۔
۲۵ محرم کو حکیم سعادت علی خان جنرل فوج نے انتقال کیا۔ نوابصاحب نے
حکیم صاحب کی جگہ صاحبزادۂ سید علی اصغر خان کو جنرل مقرر کیا۔ پھر
ماہ رجب مین ملکۂ معظمہ کی جانب سے مسند نشینی کا خلعت آیا۔ گیارھوین رجب سے
حکام کی آمد آمد ہوئی دعوت کے سامان مہیا ہونے لگے۔ ۱۴ رجب ۱۲۸۲ ہجری
مطابق ۴ دسمبر ۱۸۶۵ع کو مسٹر جان انگلس کمشنر روہیلکھنڈ و ایجنٹ ریاست
مع اور صاحبان انگریز کے آغاپور مین آئے۔ ۱۵ رجب کو ایک ترپ سوارون کا
اور دو کمپنیان تلنگون کی ساتھ لیے صاحب ایجنٹ وہین ٹھہرے رہے
اُسی روز دس بجے دن کے نواب صاحب پہلے جریدہ آغاپور مین ملاقات کو گئے
اور وہانسے واپس آئے پھر قریب دو بجے دن کے سامان جلوس کے ساتھ
ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے تزک سے آہستہ آہستہ آغاپور کو روانہ ہوے تین بجے
سواری وہان پہونچی لشکر سے ایک تیر کے فاصلے پر دو انگریز افسر پیشوائی کو کھڑے تھے
اور صاحب ایجنٹ نے تیس صاحبان انگریز کے ساتھ درخیمہ پر استقبال کیا۔
جب ڈیرے مین بیٹھ گئے تو صاحب ایجنٹ نے گورنمنٹ کیطرف سے نوابصاحب کو
خلعت مسند نشینی جس مین ۲۲ پارچے تھے پہنایا ہاتھی اور گھوڑا بھی دیا۔ اور
ایک خلعت سے شیخ وجیہ الزمان خان مرحوم سفیر ریاست بھی مورد افتخار ہوے
نواب صاحب کی سواری وہان سے لَوٹی۔ راستے مین روپیہ لُٹاتے ہوے
قلعہ مین واپس آگئے۔ چوبے بلدیو داس تواری ابن چوبے جگنناتھ تواری
ابن باسدیو تواری نے اس خلعت پوشی اور زرافشانی کی تہنیت مین

یہ کبت کہا ہے۔

آئے جو نگر بیچ پہر کھلت آئے والی رام پر دان کینو من بھایو ہے

یعنی شہر مین جو والی رام پور خلعت پہن کر آئے تو خیرات خاطر خواہ کی

ہاتھی پی سوار موٹھ روپین کی بار بار پھینکن وار وار کھانساماں چھب چھایو ہے

ہاتھی پر سوار روپیونکی مٹھیان خانساماں نثار کرتے ہین

کب بلدیو سو بھانین نرکھ بنکی اپما کو انگ انگ سو میرے من آیو ہے

بلدیو شاعر کہتا ہی یہ کیفیت اپنی آنکھونسے دیکھی تو یہ تشبیہ سوجھی

مانو سیام گھٹا پی سوار مہاراجہ اندر بڑی بڑی بوندن اگھنڈ جھر لایو ہے

گویا ابر تیرہ پر مہاراجہ اندر نے سوار ہو کر بڑی بڑی بوندونسی جھڑ لگائی ہی

۱۶ رجب کو یورپین حکام کی دعوت تھی قریب ۹ بجے دن کے نواب صاحب جلوس کے ساتھ آغا پور کے کمپ کو گئے اور تمام انگریزون کو ہاتھیون پر بٹھایا اور میم صاحبون کو بگھیون پر سوار کرایا اور شہر کو لائے۔ شام کے قریب دیوانخانے مین دعوت کا سامان مہیا ہوا۔ عین دعوت کے وقت فتح محمد خان مہتمم پرچہ اخبار نے (جو ابتدا عیسوی مذہب رکھتے تھے اور پھر مسلمان ہوگئے تھے) صاحبزادہ سید علی اصغر خان پر بحالت سخت کلامی تلوار کھینچی۔ کیونکہ اُن کو جلسۂ دعوت مین جانے سے بحکم نواب صاحب روکا گیا تھا۔ فتح محمد خان کی اس حرکت سے یورپین حکام مین ریاست کی بدنظمی کا خیال پیدا ہو سکتا تھا لہذا فتح محمد خان فوراً حوالات کردیے گئے اور تین روز کے بعد بھاری بیڑیان ڈالکر جیل خانے بھیجدیا قریب سات بجے شب کے سب مہمانون نے کھانے سے

فراغت پائی۔ دیوان خانے کی چھت پر بیٹھ کر روشنی اور آتش بازی کا تماشا دیکھا جو جلو خانے مین تھی رخصت کے وقت سب کو گوٹے کے ہار پہنا کر رخصت کیا۔ ۱۷ رجب کو کمپ مین چاندماری کا نقشہ تیار ہوا۔ نوابصاحب بھی شریک صحبت تھے۔ مارکم صاحب اسسٹنٹ بریلی اور پرومن صاحب کلکٹر شاہجہان پور کو قدراندازی کا میدان ہاتھ آیا نواب صاحب نے دو پیالے نقرئی ولایت کے بنے ہوئے اور ایک شمشیر حسینی اصفہانی عطا کی شام کے قریب یہ جلسہ برخاست ہوا۔ ۱۸ رجب کو صاحب کمشنر اور تمام انگریز بریلی واپس ہوئے۔

مرزا نوشہ غالب اُردوے معلےٰ مین کہتے ہین کہ مین بھی نواب سید کلب علیخان کی مسند نشینی کے جشن مین رامپور گیا تھا۔ مرزا کا بیان ہے کہ نواب صاحب ازرُوے صورت رُوح مجسم اور باعتبار اخلاق ابر رحمت ہین۔ خزانہ فیض کے تحویلدار ہین جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اُسکے پٹنے مین دیر نہین لگتی۔ ایک لاکھ کئی ہزار روپے سال غلے کا محصول معاف کر دیا۔ ایک اہلکار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی۔ خلاصہ عرضی کا سُن لیا واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے۔ (انتہےٰ)

یادگار غالب سے معلوم ہوتا ہے کہ چند روز کے بعد نواب سید کلب علیخان کا نواب لفٹننٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ہوا۔ اُنکی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے چلتے وقت نواب صاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب سے کہا خُدا کے سپرد مرزا نے کہا حضرت! خُدا نے تو مجھے آپکے سپرد کیا ہے آپ پھر اُلٹا

خدا کے سپرد کرتے ہین"۔

نوابصاحب کے مسند نشین ہوتے ہی چھوٹے صاحب کی مسند بااقبالی اُلٹ گئی تھی اگرچہ نوابصاحب نے کچھ دنون اُن کے ساتھ ظاہری عمدہ برتاؤ رکھا مگر جب مسند نشینی مین کوئی خدشہ باقی نرہا اور چھوٹے صاحب کی تالیف کی حاجت جاتی رہی تو اُنکے ہان سے وہ اسلحہ جو نواب سید یوسف علیخان کے عہد سے سپاہیونکے لیے رہتے تھے منگا لیے اُنکو اپنی اندرونی بےوقری اور ظاہری رعب دواب مین فرق ناگوار گذرا اور شب مین بریلی کو چلے گئے نواب صاحب کو اطلاع بھی نہ کی اور اُنکے باغ و مکانات رام پور کی حالت بد تر سے بد تر ہوگئی۔ نوابصاحب کی حق شناسی اور معدلت پژوہی کے متعلق ایک اہم حکایت ہے جسکو لکھنے سے خامہ نہین رہ سکتا اُنکی مسند نشینی سے قبل عہد نواب سیّد یوسف علیخان مین منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم عدالت دیوانی کے مُفتی تھے اُن ایّام مین نواب سید کلب علیخان ولی عہد بہادر نے اپنے باورچی کے مقدمے مین بذریعۂ چوبدار مفتی صاحب کو کچھ کلمات سُفارشی کہلا بھیجے لیکن مُفتی صاحب کے یہان سے مقدمہ اُس باورچی کے خلاف فیصل ہوا بعض چوبدارون نے مُفتی صاحب سے بیان کیا کہ ولی عہد بہادر کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی ہے اور اُنھون نے اپنی جگہ پر یہ فرمایا بھی کہ دیکھا جائے گا۔ جب نواب سیّد کلب علیخان مسند نشین ہوگئے تو مفتی صاحب نے بنظر احتیاط اپنے رامپور سے چلے جانیکا تہیّہ کیا اس واقعہ کی اطلاع بذریعۂ پرچۂ اخبار نوابصاحب کو ہوئی کہ مُفتی صاحب شہر سے روانگی کا ارادہ رکھتے ہین آپنے مُفتی صاحب کو

خلاف معمول نماز مغرب کے بعد طلب فرماکر اُن سے دریافت کیا کہ "کیا آپ کا ارادہ یہان سے چلے جانے کا ہے" مفتی صاحب نے اثبات مین جواب دیا۔ نوابصاحب نے سبب پوچھا مُفتی صاحب نے عرض کیا کہ "مجھے حضور کی ناخوشی کا اپنی نسبت علم ہے" نواب صاحب نے فرمایا کہ "واقعی اُسوقت مجکو ناخوشی ہوئی تھی مگر اب آپ کی اُس کارروائی کا مجھ سے زیادہ کوئی قدرشناس دُنیا مین نہین ہے۔ جب آپ نے میرا اثر نہ مانا تو امید ہے کہ آپ انصاف کے جاری کرنے مین کسی کا لحاظ نہ کرینگے بخاطر جمعی یہان رہیئے" مفتی صاحب نے ارادہُ روانگی فسخ کردیا

میلہ باغ بے نظیر

۱۲۸۲ ہجری مطابق ۱۸۶۵ء سے باغ بے نظیر مین ایک میلہ جاری کیا آٹھ روز بڑی رونق سے یہ میلہ رہتا تھا۔ مال بکثرت آتا تھا۔ باغ مین بہت سی دوکانین ہوتی تھین اور روہیلکھنڈ کے اکثر معزز رؤسا اس میلے مین شریک ہوا کرتے تھے نوابصاحب خود بھی آٹھ روز برابر وہین مقیم رہتے اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لے جاکر اسباب خریدتے قسم قسم کے جلسے طرح طرح کے تماشے ہوا کرتے تھے بائیس میلے نواب سید کلب علیخان بہادر نے کیے تیئسوان میلہ قریب تھا کہ رحلت کی۔ یہ میلہ ہر سال مارچ کے آخر مین مرتب کیا جاتا تھا۔ نواب صاحب نے ۱۲۸۹ ہجری مین اس میلے کی ترقی کیلیے قدم شریف حضرت رسول کی عمارت تیار کرا کے اُس مین قدم شریف رکھوا دیا تھا جس پر ہر میلے مین بڑی دھوم دھام سے پنکھا چڑھایا جاتا تھا۔

گورنر جنرل کی کونسل واضع قانون مین شریک ہونے کیلیے کلکتے جانا

مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست نے نواب سید کلب علیخان کے ہونہاری اور بلند اقبالی کے آثار دیکھ کر بہت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈرمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ کے حضور مین رپورٹ کی اور اُنھون نے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خدمت مین نواب سید کلب علی خان کی لیاقت خداداد کی اطلاع کی گورنر جنرل نے باظہار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کے نواب سید کلب علی خان کو بھی لیجس لیٹو کونسل مین ممبر تجویز کیا۔ نوابصاحب نے ہنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت وضعف باقتضاے عزم بلند ممبری قبول کی ۲۰ شعبان ۱۲۸۳ھ ہجری مطابق ۲۸ دسمبر ۱۸۶۶ء کو رامپور سے علی گڑھ تک گاڑی کی ڈاک مین اور علی گڑھ سے کلکتہ تک تخمیناً پانسو ہمراہیونکے ساتھ ریل کے ذریعہ سے گئے۔ اثناے راہ مین کانپور الہ آباد اور بنارس وغیرہ ہر مقام پر حکام نے استقبال کیا اور سلامی سر ہوئی مہاراجہ ایسری پرشاد نرائن سنگھ صاحب جی۔ سی۔ ایس۔ آئی والی کاشی نرئیس نے بنارس مین بنظر اتحاد قدیمی دھوم سے دعوت کی۔ کلکتے مین گورنر جنرل کی طرف سے بطرز مرغوب استقبال ہوا۔ سلامی سر ہوئی آب وہواے کلکتہ نے انکے مزاج سے بھی مخالفت کی اور طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف رہی۔ پھر بھی کونسل مین کئی اجلاس کیے۔ جب ناسازی زیادہ بڑھی تو حسب اصرار

گورنر جنرل ڈاکٹر بیلی سے علاج شروع ہوا۔ ڈاکٹر کی رائے ہوئی کہ آب وہوا یہان کی انکے مخالف ہے بلکہ قیام کلکتہ سے امراض شدید لاحق ہونے کا اندیشہ ہے مگر نواب صاحب نے اُسے قبول نہ کیا۔ جب گورنر جنرل کو اس کا علم آیا تو بمقتضاے محبت خاص بکمال اصرار واپس کیا۔ ۲۷ رمضان ۱۲۸۳ہجری مطابق ۳ فروری ۱۸۶۷ء کو کلکتے سے رامپور واپس ہوے۔

خانسامان وزیر علی صاحب اور شیخ علی بخش صاحب اور شیخ وجیہ الزمان خانصاحب کی وفات کا بیان

۲۵ ذیحجہ ۱۲۸۳ہجری مطابق یکم مئی ۱۸۶۷ء کو خواجہ محمد وزیر علی خانسامان داروغۂ توشہ خانہ نے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے اور ایک قدیمی معتمد اہلکار تھے انتقال کیا نواب سید کلب علیخانصاحب بھی عیادت کو گئے۔ ایک حکایت یہ بھی سُنی ہے کہ خواجہ صاحب نے ایک صندوقچہ جس مین کئی لاکھ روپئے کا جواہر تھا نواب صاحب کو دیا اور عرض کیا کہ یہ صندوقچہ عہد نواب سید فیض اللہ خان بہادر سے مخفی چلا آتا ہے اور درج کتاب موجودات نہین ہے۔ چونکہ اب زمانہ اس قسم کے معتمد اور معتبر لوگونسے ہر گروہ اور ملک مین خالی ہوتا جاتا ہے اس لیے بے ساختہ مورخ کا شبدیز قلم اس پُرانے معتمد کی تعریف کے لیے جولانی کرتا ہے چونکہ ناظرین خود اس امانت کی داد دینگے اسلیے قلم روک لیا گیا۔

۲ محرم ۱۲۸۴ہجری کو شیخ علی بخش صاحب تحصیلدار حضور تحصیل ابن شیخ

محبوب بخش صاحب ابن شیخ امان اللہ صاحب نے انتقال کیا۔ یہ ۱۴ شوال ۱۲۳۷ھ ہجری کو مقام نجیب آباد مین پیدا ہوے تھے اور اُنکے نانا اور دادا اسی ریاست کے قدیمی نوکر اور عزت یافتہ تھے۔ نواب سید کلب علی خان بہادر اُنکی علالت مین عیادت کے لیے گئے تھے اور نوابصاحب نے اپنی مسند نشینی سے ایک سال بعد اُن کو چالیس ہزار روپے نقد یک مُشت عطا کیے تھے۔ اور ۱۲۸۹ھ ہجری مین جب شیخ وجیہ الزمان خان صاحب کی علالت طویل ہوگئی تو نواب صاحب نے بنظر حقوق دیرینہ اور اُنکی خوبی کے خود بھی اُنکی عیادت فرمائی اُنکے بعد اُنکے متعلقین کی عمدہ طور پر پرورش کی چنانچہ ابتک بھی اُن کے خاندان کے لوگ وظیفہ خوار ریاست ہین۔

نوابصاحب کا آگرے کو ڈیوک ایڈنبرا صاحب فرزند دوم ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ آنجہانی کی مُلاقات کے لیے جانا۔

۱۵ شوال ۱۲۸۶ھ ہجری مطابق ۱۸۷۰ء کو نواب سید کلب علیخان ڈیوک ایڈنبرا سے ملاقات کے لیے آگرے کو عازم ہوے۔ ۱۷ شوال کو سر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے ملاقات ہوئی۔ ۱۸ شوال کو ڈیوک ایڈنبرا کلکتے سے آگرے مین داخل ہوے تمام رؤسا نے گھوڑ و بنر استقبال کیا اور نواب سید کلب علی خان نے بوجہ علالت کے گاڑی مین سوار ہو کر رسم استقبال ادا کی ۱۹ شوال کو نواب سید کلب علیخان مع ولیعہد سید محمد ذوالفقار علیخان و صاحبزادہ سید حیدر علیخان و چند ارکان دولت کے شہزادے کی ملاقات کو گئے

معمولی رسم استقبال کے بعد شہزادے صاحب نے تالب فرش استقبال کرکے بڑے شوق سے ہاتھ ملایا۔ مسند پر دو کرسیان بچھی تھین شہزادۂ بلند اقبال نے داہنی طرف نواب سید کلب علی خان کو بٹھایا۔ اور مزاج پرسی کے بعد فرمایا کہ ہم سے لفٹنٹ گورنر بہادر نے آپکی ریاست کی خوش نظمی کا حال بیان کیا جس کو سُنکر ہم نہایت خوش ہوے۔ نواب سید کلب علی خان نے اس مدحت سرائی کا شکریہ ادا کیا اور دیر تک کلمات شوقیہ ہوتے رہے۔ شہزادۂ موصوف نے خود عطر و پان دیکر رخصت کیا۔ بوقت آمد و رفت سلامی سر ہوئی۔ شب کو تاج گنج مین شاہزادے صاحب کی دعوت ہوئی جس مین نواب صاحب بھی شریک کیے گئے اور ڈیوک موصوف نے بکمال اعزاز آپ سے ملاقات کی۔ ۲۱ شوال کو ڈیوک اڈنبرا نواب صاحب کی ملاقات بازدید کو آئے اور آپکی تصویر طلب کی اور ایک تصویر اپنی آپکو دی اور فرط ارتباط سے کہا کہ مین کل جاؤنگا آخری ملاقات آپ مجھسے ضرور کرین۔ نوابصاحب نے بخوشی خاطر منظور کیا۔ ۲۲ شوال کو دم رخصت بڑے تپاک سے ملاقات ہوئی۔

سیّد ذوالفقار علی خان ولی عہد بہادر کی شادی

۱۲۸۷ ہجری مین نواب سیّد کلب علی خان نے بتقریب شادی سیّد ذوالفقار علیخان ولی عہد (جو ۱۲۷۲ ہجری مین پیدا ہوے تھے اور پندرہ برس کی عمر تھی) ایک عالی شان جشن ترتیب دیا۔ نواب صاحب موصوف نے اس شادی مین بڑی علو ہمتی کی کہ تمام اہل خاندان اور اعلیٰ درجے کے حکام کو تورہ دیا اور مردم شماری کے کاغذات موجود تھے گھر گھر اُسی موافق

حصّے بھیجے گئے۔ علاوہ باشندگان شہر کے مسجدون اور مسافر خانون مین
جو شخص اُترا اُسے بھی کھانا دیا گیا تمام فوج سوار و پیدل اور کُل ملازمین کو
سُرخ جوڑے اور معززین خاندان وارکان دولت کو بیش قیمت خلعت عطا کیے
ایک مہینہ تک یہ جشن رہا ہر محلے مین نوبت خانے اور ارباب نشاط کے
جلسے قائم اور اکثر کنوین شکر و قند سے لبریز کیے گئے اور درِ دولت سے
بے نظیر تک کہ ۳ میل کا فاصلہ ہے برابر دورویہ ٹھاٹھر اور آتشبازی بکثرت تھی
جس وقت برات بڑے جلوس اور سامان کے ساتھ بے نظیر سے خانۂ عروس کو
روانہ ہوئی تو روشنی ہو رہی تھی اور آتشبازی چھوٹتی جاتی تھی۔ بہت سے
رؤسا اور حکام مدعو تھے۔ جب رُخصت ہو کر دولت سرا کی طرف پھرے
تو تا درِ دولت جواہر وغیرہ لٹایا۔ اس شادی کا صرف جہان تک معلوم ہوا
ایک لاکھ اٹھانوے ہزار تین سو سینتالیس روپے پندرہ آنے اور چھ ہزار
نو اشرفیان تھین۔ نواب صاحب نے خود ایک سہرا لکھا تھا جو یہان
درج کیا جاتا ہے ؎

صدقے ہین شمس و قمر ایسا ہے پیارا سہرا ... حق نے اپنے یدِ قدرت سے سنوارا سہرا
ہر لڑی سہرے کی ہے یا الف اللہ کا ہے ... نور کے کھو نوتسے پُر نور ہے سارا سہرا
دیکھکر عارض نوشاہ کو مصحف کی طرح ... عرش اعظم سے ملائک نے اُتارا سہرا
ہفت کشور جو ملین انکی عوض مین تو نہ لون ... ہے مجھے تخت سلیمان سے بھی پیارا سہرا
محفلین عیش کی ایسی ہی رہین اے نواب ... گائین سب اہل طرب روز ہمارا سہرا

افسوس ہے کہ اس شادی کو ایک ہی برس گذرنے پایا تھا کہ اُس نوجوان

دولھانے سولہ برس کی عمر مین انتقال کیا اس واقعۂ جانکاہ کے باعث نواب سید کلب علی خان بلکہ تمام شہر پر صدمہ ہوا مگر نواب صاحب نے صبر و استقلال ہاتھ سے ندیا۔ مرنے کے ساتھ کون مرگیا ہے چند روز کے بعد ہی عیش کے جلسے تھے اور یہ تھے اور اُن کی جگہ نواب سید مشتاق علی خان بہادر کو ولیعہد بنایا

نواب صاحب کا کعبۃ اللہ کو جانا

نواب سید کلب علیخان کو زمانۂ ولی عہدی سے شوق حج و زیارت حرمین شریفین جوش زن تھا آخر کار شوق زیارت نے اُن کا دامن کھینچا اور سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین اس سفر ہمایون کا ارادہ مصمم کیا جمعہ کے روز مسجد جامع مین آکر سب سے عفو تقصیرات کرایا۔ اور اپنے حقوق سے رعیت کو بری کیا۔ ۲۳ رمضان سنہ ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۲۵ دسمبر سنہ ۱۸۷۲ء کو مع صاحبزادۂ سید علی اصغر خان و صاحبزادۂ سید محمود علی خان و مولوی ارشاد حسین صاحب نقشبندی و سیّد حسن شاہ صاحب محدث و محمود علیخان رسالدار ابن شیخ علی بخش صاحب و سیّد مجاور علی وغیرہ قریب چار سو آدمیون کے روانہ ہوے اور صاحبزادۂ سیّد حیدر علیخان نے بمبئی پہونچکر نوابصاحب کی شرکت کی ریاست مین محمد عثمان خان ابن حافظ غلام شاہ خان ابن شرف الدین خان کو اختیار دیے۔ ایوان خاص مچھی بھون اور ڈیوڑھیات پر صاحبزادہ سید مہدی علیخان خفیف تخلص ابن صاحبزادۂ سید حفیظ اللہ خان ابن نواب سید غلام محمد خان کو مقرر کیا مگر سید مہدی علیخان نے ۲۷ رمضان کو دفعۃً قضا کی جس سے سب انتظام مولوی محمد عثمان خان کو کرنا پڑا۔ نوابصاحب مراد آباد سے اسپشل ٹرین کے ذریعہ سے بمبئی کو گئے اثنائے راہ مین استقبال کی رسم بخوبی ادا ہوئی۔ ۲۷ رمضان کو بمبئی مین داخل ہوکر ڈھاکہ نامی

جہاز مین جو آمد و رفت کے واسطے ایک لاکھ دس ہزار روپے پر کرایہ کیا گیا تھا، شوال کو ظہر کے وقت سوار ہوے دو سو مسکین جو بمبئی مین پریشان حال موجود تھے اُن کو پانچہزار پانسو چو راسی روپے پونے چھ آنے کے صرف سے حج کے لیے دوسرے جہاز پر سوار کرا دیا۔ عصر کے وقت کارکنان جہاز نے لنگر اُٹھایا ۱۴ شوال کو عدن پہونچے وہان کے حاکم نے استقبال کر کے اپنی کوٹھی مین ٹھہرایا۔ یہان پر ابان بن حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور حضرت عیدروس رضی اللہ عنہ کے مزارات کے خادمون کو انعام دیا۔ ۱۵ کو وہان سے جدّے کی جانب روانہ ہوے اور ۲۰ کو جدّے پہونچے۔ حسین پاشا برادر شریف مکہ و پاشاے جدہ اور شیخ عبداللہ صاحب شیبی اور شیخ عمر نصیف وکیل شریف صاحب مکہ اور بہت سے عمائد عرب نے رسم استقبال ادا کی اور بحری فوج سلطانی مقیمۂ جدہ نے ۱۹ ضرب توپ کی سلامی دی اُس روز بندرگاہ جدہ مین قیام کیا اور شیخ عمر نصیف نے تین وقت دھوم سے دعوت کی نواب صاحب نے ایک خریطہ شریف صاحب جدہ کے نام تیار کرا کے شریف صاحب کے پاس بھیجا اُنھون نے جو مکان نواب صاحب کے ٹھہرنے کے لیے تجویز کیا تھا وہ اُنکے سفیر کو دکھایا اسکے بعد نواب صاحب کا سفیر واپس آیا نواب صاحب ۲۱ کو جدّے مین داخل ہو کر شب کو شریف جدہ کی کوٹھی مین ٹھہرے۔ ۲۲ کو مکہ معظمہ مین داخل ہوے شریف مکہ نے مع دیگر عمائد کے استقبال کیا۔ ایک کوٹھی مقام حجالیہ مین جو شہر سے تین میل کے فاصلے پر ہے قبل سے آراستہ تھی وہین قیام کیا ۱۹ ضرب توپ کی سلامی سر ہوئی۔ رات ہی کو نواب سید کلب علیخان بہادر ولولۂ شوق کے باعث جریدہ طور سے حالت احرام مین

زیارت بیت اللہ شریف کو حاضر ہوے اور مناسک عمرہ سے فارغ ہو کر
واپس گئے۔ ۲۲ رمضان کو چو اسپہ بگھی مین سوار ہوکر شریف صاحب کی
ملاقات کو گئے گاڑی کے ہمراہ شریف صاحب کے تمام بھائی اور بہت سے
علما و فضلا۔ عمائد اور افسران فوج سُلطانی گھوڑون پر سوار تھے جب
شریف صاحب کی کوٹھی مین پہونچے تو ۱۹ ضرب توپ کی سلامی سر ہوئی
نواب صاحب مدرسۂ داؤدیہ مین کہ حرم شریف سے متصل ہے بلکہ ایک جانب
اُسکی حرم مین داخل ہے ادا ے نماز کو اکثر تشریف لاتے تھے ظہر سے عشا تک
اُس مین قیام کرتے تھے سات روز مکۂ معظمہ مین قیام کرکے ۲۷ شوال کو
مدینۂ طیبہ کی جانب عزیمت کی پانسو اونٹ اور لشکر سلطانی کا گارد اور
شریف صاحب کی جانب سے ایک شخص نہایت سنجیدہ و فہمیدہ شریف
عبد المحسن نامی ہمرکاب تھے نواب صاحب نے یہ سفر پالکی کی سواری مین طے کیا۔
سلطنت ٹرکی کی طرف سے جو اعزاز ہوا قابل توصیف ہے راہ مین جہان قلعے
اور حصار ملے وہان کے افسرون نے سلامی دی اور استقبال کو آئے ایک وجہ
اعزاز کی یہ بھی ہے کہ نواب صاحب کی استدعا پر گورنمنٹ برطانیہ نے
اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کے ذریعہ سے سلطان سے سفارش کی تھی کہ نواب
صاحب کے ساتھ سلطان کی طرف سے حجاز مین اعزاز کا برتاؤ کیا جائے اور
اُنکی حفاظت کے لیے لشکر سلطانی سے گارد دیا جائے۔ راستے مین نواب صاحب کے
ایک سپاہی نے ایک بدّو کو مارا کئی بدّوون نے اُس سپاہی پر حملہ کرنا چاہا
ترکون نے سپاہی کی حمایت کی کُل بدّو ہتھیار سنبھال کر لڑنے کو آمادہ ہوے

نواب صاحب یہ حال دیکھ کر ترکون اور بدّوون کے درمیان مین اپنی سواری
لے آئے اور اپنے تمام آدمیون کو اُن مین حائل کر دیا اِسلیے یہ فساد موقوف رہا
نواب صاحب نے راہ مدینہ مین بدوؤن کی جماعت کو انعام دیا اور جس گروہ نے
سرکشی کی اُس کو انعام دینے سے اعراض کیا۔ چنانچہ ایک بار راستے مین
نواب صاحب کی سواری لشکر سے کئی میل آگے نکل گئی۔ آپ پالکی مین سوار تھے۔
شریف عبد المحسن اور پچیس تیس آدمی ہمراہ تھے۔ قریب حدیدہ قلعہ و نخلستان کے
متصل ایک پہاڑ کی گھاٹی مین چارون طرف سے بدّوؤن نے سواری کو گھیر لیا
اور روپے طلب کیے نواب صاحب نے تپنچہ بھرا ہوا ہاتھ مین اُٹھایا اور کہا
کہ اِن کو ایک حبہ نہین دیا جائے گا اگر ان کی مرضی لڑنے کی ہے تو ہم موجود ہین۔
بعض ہمراہیون نے اِنپر فیر کرنا چاہا نواب صاحب نے فرمایا کہ اِدھر سے ابتدا
نکرنی چاہیے اور جب تک مین حکم ندون کوئی فیر نکرے۔ جب بدّوؤن نے دیکھا
کہ نواب صاحب ہمارا دباؤ نہین مانتے ہین اور شریف عبد المحسن نے بھی اُن کو
سمجھایا تو شرمندہ ہو کر کہنے لگے کہ ہم انعام کی غرض سے حاضر ہوے تھے
ہمارا ارادہ مخالفت کا نہین۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ اگر مخالفت کا ارادہ نہ تھا
تو مانگنے کے طریق سے مانگا ہوتا۔ ہماری سواری کیون روکی اور ہمکو خوف
کیون دلایا یہ لوگ ہمارے مقام پر آئینگے تو انعام دیا جائے گا بعد اِس گفتگو کے
بدّوؤن نے راستہ کھولدیا۔ نواب صاحب پڑاؤ پر پہونچے اور وہان یہ بدّو
انعام کے لیے حاضر ہوے تو فرمایا کہ تم کو گے مین انعام دیا جائے گا ۱۲ ذیقعدہ
روز دوشنبہ کو نواب صاحب مدینہ منورہ مین پہونچ گئے۔ حسین ہاشم کے مکان مین

اُترے یہان بھی ۱۹ ضرب توپ کی سلامی سَر ہوئی۔ آٹھ روز اکثر وقت روضۂ
مبارک کی زیارت کی۔ پیدل پھرے سوار نہین ہوے۔ اور بمعیت شیخ الحرم
خلعت باریابی حجرۂ مقدسہ بھی پایا۔ نواب صاحب نے قندیل حرم نام ایک نثر
زبان فارسی مین مشتمل بر نعت و مناجات تصنیف کی تھی اور اُسے خط نستعلیق مین
خوشنویس سے لکھوا کر مطلا و مُذہّب کرایا تھا۔ زیارت روضۂ انور سے مشرف ہو کر
اُس کو پیش کش کیا۔ کتب خانۂ خاص مین داخل ہوئی۔ ۱۲ ذیقعدہ سے
مدینۂ طیبہ سے مکہ معظمہ کو مراجعت کی خالد پاشا شریف مدینۂ منورہ نے
بکمال عظمت رُخصت کیا اور قاضی ابراہیم حاکم ینبوع کو مشایعت کے لیے
ساتھ کر دیا۔ مدینے سے جہاز پر سوار ہونے کو ینبوع آئے راہ مین عمر بن سعد
بدّوؤن کا سَردار سلام کو آیا نواب صاحب نے اُس کو انعام دیا۔ ابکی بار
نوابصاحب کے قافلے کے بدّوؤن نے سرکشی کی۔ نوابصاحب تو صبح کے وقت
پالکی مین سوار ہو کر ینبوع کی طرف روانہ ہو گئے۔ شریف عبد المحسن اور مولوی
ارشاد حسین اور دوسرے پندرہ بیس آدمی ہمراہ تھے اور سُلطانی گارد کو
اُس راستے سے جدھر سے مدینے کو آئے تھے مکے کی طرف روانہ کر دیا اور صاحبزادہ
سیّد علی اصغر خان کو حکم دیا کہ تم قافلے کے ساتھ رہو اور تمام قافلے کو چھوڑ گئے
تاکہ سب آدمی یہان دوپہر کا کھانا کھا کر ینبوع کو آجائین قافلے کے ساربانون نے
سیّد علی اصغر خان سے کہا کہ ہم یہان سے اسباب اُس وقت لادینگے جبکہ ہمکو
انعام دیا جائے گا اُنکے سَرغنہ کو مُعلّا کہتے تھے سید علی اصغر خان نے رسالدار
محمود علی خان کو نواب صاحب کے پاس اس واقعہ کی اطلاع کرنے کیلیے بھیجا

یہ دوپہر پر دو بجے ینبوع کے کھادر مین نواب صاحب کے پاس جا پہونچے
نواب صاحب پالکی مین آرام کر رہے تھے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب نے
نواب صاحب کے بیدار کرنے کی غرض سے رسالدار صاحب سے بلند آواز سے
حال استفسار کیا۔ نواب صاحب بیدار ہوگئے اور محمود علیخان سے دریافت کیا
کہ تم کیسے آئے ہو۔ اُنھون نے عرض کیا کہ قافلے کے بدّو کہتے ہین کہ ہم پہلے سے
اُس وقت تک اسباب نہین لادینگے جب تک ہمکو انعام کا روپیہ نہ دیا جائیگا
حالانکہ اُنکی تمام اُجرت بے باق کردی گئی ہے۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ
اُن کو کچھ مت دو اور تم ترکون کے گارد کے پیچھے چلے جاؤ اور اُن کو واپس لاکر
ان بدّوؤن کا تدارک کراؤ شریف عبد المحسن نے نواب صاحب سے کہا
کہ ترک صبح سے روانہ ہوگئے ہین وہ منزل پر پہونچ گئے ہونگے ان کو نہین
مل سکینگے۔ مین اپنے دو غلام اِنکے ساتھ کرتا ہون وہ اُن بدّوون کو سمجھا کر
لے آئینگے چنانچہ شریف کے دو غلام اونٹون پر سوار ہو کر رسالدار محمود علیخان
کے ساتھ ہوے اور قافلے مین جا پہونچے اور اُن بدّوؤن کو سمجھا دیا اور اسکے بعد
قافلہ ینبوع کو روانہ ہوا۔ کچھ رات گئے وہان پہونچ گئے۔ نواب صاحب نے
بدّوؤن کو ایک حبہ نہ دیا اور جہاز جو تیار کھڑا تھا اُسپر اسباب بار ہونے لگا۔
مُعلّا نے بھی چاہا کہ مین جہاز مین سوار ہو کر نواب صاحب کی معیّت مین سکّے
چلا جاؤن جب اس نیت سے وہ جہاز پر سوار ہوا تو نواب صاحب نے منع فرمایا
نواب صاحب ینبوع سے بذریعہ جہاز جدّے آئے اور جدّے سے یکم ذی حجہ کو
مکۂ معظمہ مین داخل ہوے نواب صاحب نے حرمین شریفین مین بڑی سیر چشمی

اور والا ہمتی کے ساتھ داد و دہش کی شریف مکہ و مدینہ سے لیکر ایک مفلس تک
آپکے فیض عام سے محروم نرہا۔ وہ بدو یہان پر آئے جنھون نے مکّے اور مدینے
کے راستے مین ایک گھاٹی مین گھیر لیا تھا اور مُعلّے بھی حاضر ہوا۔ اِن سب کو
انعام دیا گیا اور شریف مکہ کو دو ہزار اشرفیان عطا کین چنانچہ ان دونون
مقدس مقامون مین ساٹھ ہزار چار سو بارہ روپے اور پانچہزار ایک سو انچاس
اشرفیان اور چار سو چودہ ریال ان لوگون کو عطا کیے گئے اور ان دونون
مقامات مین نواب صاحب اور اُن کے ہمراہیون کی۔ بڑی دھوم دھام سے
دعوتین کی گئین۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ حج اکبر نصیب ہوا۔ بعد انفراغ مناسک
حج وعمرہ ۱۴ ذیحجہ کو مراجعت کی دم رخصت تمام اکابر و اصاغر عرب زار زار
روتے تھے۔ الغرض نواب سیّد کلب علیخان مکّے سے جدے مین آئے اور
یہان سے ڈھاکہ نامی جہاز کے ذریعے سے بمبئی مین داخل ہوے۔ اور بمبئی سے
اسپیشل ٹرین کے ذریعہ سے جبل پور الہ آباد علی گڑھ مراد آباد اور وہان سے
چواسیبی گھبی مین مع الخیر ۶ محرم سنہ ۱۲۹۰ ہجری مطابق ۶ مارچ سنہ ۱۸۷۳ء کو جمعرات کے دن
رامپور مین داخل ہوے۔ اس سارے سفر مین نوابصاحب کے چھ لاکھ اُنتیس ہزار
چھ سو ساٹھ روپے آٹھ آنے اور تیس ہزار بہتر اشرفیان اور دو ہزار ریال خرچ ہوے جن مین سے
اُنتیس ہزار اور اڑتیس اشرفیان ہشت ماشی تھین اور ایک ہزار اور چونتیس پوری تھین
اس سفر مین مقام بمبئی پر شیخ فرید الزمان خان برادر زادہ شیخ وجیہ الزمان خان
ایک معزز اہلکار کو نوابصاحب نے مامور کیا تھا کہ وہ اُن کی معاودت تک
انتظام کرتے رہین۔

صاحبزادہ سید محمد عباس علی خان بیتاب تخلص ابن صاحبزادہ سیّد عبد العلیخان ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر نے نوابصاحب کے سفر حرمین سے واپس تشریف لانے کی تہنیت مین کہا ہے۔ ۵

نشان سجدۂ کعبہ ستارہ سان جبین پر ہے ۔ مبارک ہو ہلا اللہ کی سرکار کا تمغا

مولوی محمد عثمان خان کا مقتول ہونا

ان کو عہد ولی عہدی سے نواب سیّد کلب علی خان کی خدمت مین آمد و رفت کا شرف حاصل ہو گیا تھا اور نواب صاحب کے رفقا مین شمار پاتے تھے۔ نواب صاحب مسند نشین ریاست ہوے تو عثمان خان کو عمدہ اہلکار ریاست بنا دیا۔ نواب صاحب کا دربار دریاے قدرت تھا مصاحب موتی رولتے تھے عثمان خان سے تو ولی عہدی کی دوستی تھی یہ بھی غوطے لگانے لگے یہ بیچارے اپنی بے وسیلہ حالت کو دیکھکر اور بچپن سے جو کرو ہات سہنے کی مشق ہو رہی تھی اُسے یہان بھی کام مین لائے انجام یہ ہوا کہ وہ انتہاے رسوخ کو پہونچکر اور خدمت گذاری کی برکت سے مصاحب خاص ہو کر ریاست کی زبان ہو گئے ان کو نواب صاحب کے مزاج مین یہان تک دخل ہو گیا کہ جب پرچۂ اخبار پیش ہوتا تو یہ بھی نواب صاحب کی اجازت سے اُس مین دخل دیتے جاتے تھے ایک دن نواب صاحب یہان تک اُن سے کہہ بیٹھے کہ جو کچھ تمکو کہنا اور کرنا ہو وہ اب کہہ لو اور کر لو مبادا پھر یہ موقع باقی نرہے۔ باوصف اسکے نوابصاحب کا مزاج اتنا نازک تھا کہ ایک بار عثمان خان کو بہت دھمکایا اور فرمانے لگے کہ اگر تمھارا مزاج درست نہوا تو یہ غرور کا اسباب تم سے الگ کر لینگے تاکہ بگڑا مزاج

اور مغرور دماغ ٹھیک ہو جائے اور تم اصلی حالت پر آجاؤ یہ عجیب بات ہے
کہ جہان ذرا نواب کا تقرّب ہوا اور غرور ہوا گویا معاش کا فراغت سے
کھُل جانا غرور کا مواد ہے جو بہت سی انسانی صورتون کو بے عقل اور خبطی
کر دیتا ہے بلکہ اِنسانیت اور آدمیت کے رستے سے گرا دیتا ہے اور جنگل کے
بھوتون مین ملا دیتا ہے۔ عثمان خان کے باپ دادا غلے کی تجارت کیا کرتے تھے
اور یہ خود کتابونکی سوداگری کرتے تھے اصلی حالت پر آجانا اشارہ اس سے تھا
قوم انکی باجوڑی ہے فن حساب مین اچھّی دستگاہ رکھتے تھے۔ فارسی سے بھی
آگاہ تھے۔ عربی مین مداخلت کم تھی۔ خلیفہ غیاث الدین صاحب مؤلف
غیاث اللغات کے شاگرد تھے۔ خلیفہ صاحب خود بھی عربی سے نا آشنا تھے۔
عثمان خان نے قصائد بدر چاچ کی شرح دو ضخیم جلدون مین لکھی ہے اور اس مین
متعدد علوم کے رسالے بھر دیے ہین۔ جو لوگ علوم و فنون سے نابلد ہین اُن کو وہ
عجیب معلوم ہون تو ہون محققین و ماہرین کے نزدیک ایسے مباحث قابل وقعت نہین
یہی حال اُن کے رسالہ قواعد فارسی مسمّی بہ گلشن اکبر کا ہے۔
عثمان خان کے مزاج مین اِتنی سختی اور جبر و قہر تھا کہ اگر انکو اسم جبار و قہار
الٰہی کا مظہر قرار دیا جائے یا رامپور والون کے حق مین نادر شاہ مانا جائے
تو بے جا نہ ہوگا۔

پرتاب سنگھ راجہ شیوپوری کے دہات سے جو علاقۂ جدید مین واقع تھے
عثمان خان کو بہت بڑا نفع حاصل ہوا۔ نواب صاحب کی یہ مرضی تھی کہ راجہ
کے پاس علاقہ نہ رہے جب سنگین مقدمات فوجداری کے مواخذات راجہ پر

وارد ہونے لگے تو اُس نے جان بچانے کو اپنا تمام علاقہ عثمان خان کو مستاجری مین دیدیا۔

افسوس یہ ہے کہ یہ لائق اور مدبر اہلکار بہت جلد ایک ناخداترس کے ہاتھ سے بلاسبب قوی مارا گیا اس واقعہ کی کیفیت تفصیلی یہ ہے کہ ۱۱ ربیع الاول ۱۲۹۰ سنہ ہجری کو جامع مسجد مین محفل میلاد رسول کا جو ریاست کیجانب سے ہوتی ہے انتظام کر رہے تھے۔ زیادہ اژدہام لوگون کا جس مین اندیشہ انسانونکی قیمتی جانونکے ضائع ہونے کا تھا دیکھ کر بھیڑ کو ہٹوانے لگے۔ چونکہ لوگون کے دلون پر انکا خوف زیادہ تھا اس وجہ سے اور بھی زیادہ گھبرا کر لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور ایک دوسرے پر گرنے لگے خان صاحب کے ہاتھ مین ایک پتلی چھڑی تھی اُس سے ہر طرف لوگونکو بیٹھ جانے کا اشارہ وا ایما کرتے تھے۔ شاید بعض کے اجسام پر احیاناً اُس سے کچھ صدمہ بھی پہونچا ہو بعض اشخاص اس حالت سراسیمگی مین جامع مسجد کے حوض مین بھی گر گئے۔ نادر شاہ خان نامی ایک غریب پٹھان شاہ آباد دروازے کے قریب کا رہنے والا اور اُس کا باپ دونون حوض کے قریب تھے خان صاحب کی لکڑی کے خوف یا صدمے سے نادر شاہ خان کا باپ کہ وہ ضعیف اور ایک مُسن آدمی تھا حوض مین گر گیا۔ لوگ ہنسے نادر شاہ خان کو یہ خندہ بیجا اور سُبکی ناگوار خاطر ہوئی اور اُسنے حالت غصہ مین عثمان خان کو گھات کے ساتھ بضرب چاقو صدمہ جان گُسل پہونچایا۔ قاتل فوراً گرفتار ہو گیا تھا۔ مجروح اور قاتل دونون شخص نواب صاحب کے روبرو پہونچائے گئے نواب صاحب نے حالت غیظ مین

قاتل کے مُنھ پر تپانچہ مارا لیکن جملہ مصاحب دست بستہ عرض پرداز ہوے کہ یہ ادنے شخص حضور کے ہاتھ اُٹھانے کے قابل نہین ہے یہ تو آخر اپنے فعل ناشائستہ کی سزا پائے گا۔ نواب صاحب نے عثمان خان کے علاج اور صحت کی طرف توجہ بلیغ فرمائی۔ مرادآباد و بریلی کے ہوشیار ڈاکٹر بلوائے گئے زخمون مین ٹانکے لگائے گئے۔ حالت زخمداری مین عثمان خان کی جرأت و تحمل تکلیف قابل تحسین تھی۔ چونکہ حیات مستعار باقی نہ تھی اور چاقو کاری لگا تھا آنتین کٹ گئی تھین دوسرے دن بارہ ربیع الاول کو انتقال کیا۔ لیکن دم واپسین تک پیشانی پر بل نہین آیا۔ حبیب الدین احمد سوزان دہلوی نے تاریخ لکھی ہے۔ ؎

بیداد گر بسینۂ عثمان چو کارد راند	زان سان کہ در دل و جگرش ناپدید شد
در خلق عالم از سر درد و بکا دگر	آوازہ در فتاد کہ عثمان شہید شد

بعد تحقیقات ضابطہ قاتل بغرض قصاص مقتول کے ورثہ کے سپرد کیا گیا جس کو فوجی حراست مین چھکڑے پر بٹھا کر عثمان خان کی قدیمی حویلی پر لیگئے۔ عثمان خان کے ورثہ نے اپنے دروازے پر تلوار سے اُسکی گردن مروادی۔ عوام کے دل عثمان سے ایسے کشیدہ تھے کہ جلاد کو برسون تک حقارت سے دیکھتے رہے اور قاتل کی قبر پر ہار اور پھول اور چادر چڑھاتے تھے۔ عثمان خان کے کوئی بیٹا نہ تھا تین بیٹیان اور ایک بی بی تھی جو اُنکی جائداد کی مالک ہوگئین اُنھون نے ایک عظیم الشان مکان جامع مسجد کے قریب تعمیر کرایا تھا جس مین اُن کو آرام لینا نصیب نہوا۔

عثمان خان کا اہل شہر نام کم لیتے تھے خانصاحب کہتے تھے تینتالیس برس کی عمر پائی۔ شاہ جمال اللہ صاحب کے جوار مین مدفون ہوے۔

اُن معزز مہمانون کا ذکر جو وقتاً فوقتاً رام پور آئے اور نواب سیّد کلب علیخان سے ملے

۱۔ ۱۸۷۱ء مین سر ولیم میور صاحب لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ اور لارڈ نیپیر صاحب فاتح حبش و کمانڈرانچیف افواج ہند یکے بعد دیگرے رامپور مین آئے اور نواب سید کلب علیخان کی مہمان نوازی سے کمال مسرور ہوے۔

۲۔ ۲۷ مارچ ۱۸۷۳ء کو آنرایبل مہاراجہ سر دگبجے سنگھ صاحب سی ایس آئی تعلقہ دار بلرام پور یہان آئے میلۂ بے نظیر کی سیر کی رنگ محل مین قیام کرکے ۳۱ مارچ سنہ مذکور کو رخصت ہوے۔

۳۔ ۱۸۔ اپریل ۱۸۷۳ء کو مہاراجہ جیاجی راؤ صاحب بہادر سیندھیا والی گوالیار یہان آئے ولی عہد بہادر (نواب سید مشتاق علیخان) سرکاری کمپ سے کوسی کے پل تک استقبال کے لیے گئے۔ اور نواب صاحب شہر کے دروازے تک بغرض استقبال تشریف لے گئے تھے۔ اور ۲۳۔ اپریل کو مہاراجہ صاحب واپس گئے پانچ روز نواب سید کلب علیخان نے اپنے مہمان عالیشان اور اُنکے ہمراہیونکی وہ خاطر کی کہ مہاراجہ سیندھیا تازلیست اسکو نہ بھولے۔ معتبر طور سے معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ سیندھیا اپنے دوستون سے

کہا کرتے تھے کہ جس تزک و احتشام سے نواب صاحب رام پور نے
ہماری مہمانداری کی ہے اگر وہ گوالیار آئے تو ہم سے کسی عنوان نہو سکے گی۔
اپنی خاطرداریونسے ہماری آنکھ نیچی کردی جب مہاراجہ سیندھیا اندور گئے
تو وہان مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر سے بھی یہی کہا۔ مہاراجہ ہلکر نے سُن کر بہت
افسوس کیا اور کہا کہ مہاراجہ صاحب آپ ایک مہاراجۂ عالی جاہ ہین آپنے
کیون اُن سے آنکھ نیچی کرلی مہاراجہ سیندھیا نے کہا کہ مہاراجہ مین نے
اپنی بات بڑھانے مین کوئی دقیقہ باقی نرکھا تھا نواب سید کلب علی خان
کی جانب سے جو عنوان مہمانداری جس شائستگی سے برتا جاتا تھا مین قائل اور
شرمگین ہوکر اُسکو قبول کرتا تھا تواضع مہمان کتابون مین پڑھی ہے نواب سید
کلب علیخان نے اُس کا موجود ہونا ثابت کردیا۔ ادنٰے بات یہ ہے کہ جو میرے
ادنٰے خدمتگار کا وہ احترام کرتے تھے غالباً آپ میرے کسی سردار کی اُس قدر
عزت نکرینگے یہ سُن کر مہاراجہ ہلکر کشیدہ خاطر ہوے اور کہا مہاراجہ صاحب
آپ ایسے مقتدر رئیس ہوکر اپنے اوپر دھبّہ لگا آئے خدا نے چاہا تو مین
بدری ناتھ کے تیرتھ کو جاؤنگا اُس وقت رام پور جاکر اس دھبّے کو دور کرونگا
مہاراجہ سیندھیا سُن کر مسکرائے اور کہا بہتر ہے مگر مہاراج آپ مجھ سے زیادہ
اُنکی تعریف کرینگے وہ رئیسان ہندوستان مین اپنی صفت کے ایک ہی شخص ہین
مہاراجۂ سیندھیا کی مہمانداری مین چھپن ہزار نوسو ترانوے روپے دس آنے
تین پائی کا نقد و جنس صرف ہوا۔

۱۸۷۷ء مین مہاراجہ جیاجی راؤ سیندھیا والی گوالیار کا دوبارہ

رامپور مین ورود ہوا چونکہ اس مرتبہ اُنھون نے نہایت سادہ طور پر اپنی مہانداری چاہی تھی اس لیے کُل بارہ ہزار تین سو بیاسی روپے سات آنے انکی مہانداری مین صرف ہوے۔

۴۔ ۲ جنوری ۱۸۷۶ء کو مہاراجہ پرتاب ساہ صاحب والی ٹہری گڑھوال مہمان آئے نواب سید کلب علی خان نے مہاراجہ سے بڑی محبت آمیز ملاقات کی۔ ایک ہفتے سے زیادہ مہاراج مہمان رہے۔

۵۔ یکم مارچ ۱۸۷۷ء کو سر سید احمد خان سی ایس آئی رام پور آئے نواب صاحب نے براہ مہمان نوازی مدرستہ العلوم علی گڑھ کیلیے دس ہزار روپے نقد دیے اور سو روپے ماہوار مقرر کر دیے۔

۶۔ اپریل ۱۸۷۷ء مین فخر الدولہ نواب مرزا علاءالدین احمد خان والی لوہارو مہمان آئے نواب صاحب نے معانقے کے وقت اظہار اشتیاق کے لیے یہ مصرع پڑھا ؎

چہ خوش وقتے و خُرّم روزگارے

ابھی دوسرا مصرع اس شعر کا نواب صاحب کی زبان پر آنے بھی نہ پایا تھا کہ فوراً اُنھون نے یہ مصرع پڑھا۔

بامیدے رسد اُمیدوارے

قریب دو ماہ قیام کرکے ۵ جون کو لوہارو واپس گئے۔ نواب سیّد کلب علیخان بہادر انکی ملاقات سے نہایت محظوظ ہوے اور قلبی محبّت کا برتاؤ کیا۔

۷- ۲۲- اپریل ۱۹۲۵ء کو مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر والی اندور مع اپنے ولیعہد سیواجی اور دوسرے فرزند اور مہارانی صاحب اور قریب سات سو ہمراہیون کے حکیم محمد اعظم خان المخاطب بہ ناظم جہان مؤلف اکسیر اعظم کی کوشش سے رامپور آئے۔ نواب صاحب نے مراد آباد کے ریلوے اسٹیشن پر سواریون کا سامان بکثرت بھیجدیا تھا۔ مہاراجہ اس جوش اخلاص پر متعجب تھے۔ بارہ بجے شب کو مہاراجہ نادر باغ مین جو شہر سے ایک میل کے فاصلے پر ہے آکر ٹھہرے۔ کھانا تیار تھا۔ کثرت روشنی سے دن ہو رہا تھا اور اصغر علیخان تحصیلدار حضور تحصیل منتظم تھے۔ ۲۳- اپریل کو داخلے کا شگون نہ تھا اسلیے ۲۴ کو مہاراجہ صاحب جلوس کے ساتھ داخل شہر ہوئے سلامی سر ہوئی۔ کوٹھی خورشید منزل مین قیام کیا پیشوائی کا برتاؤ اُسی عنوان سے عمل مین لایا گیا جس قاعدے کے ساتھ مہاراجہ سیندھیا کی تشریف آوری مین عمل مین آیا تھا جو گفتگو مہاراجہ سیندھیا نے مہاراجہ ہلکر سے نواب سید کلب علی خان کی بابت کی تھی اُس سے دہ چند مہاراجہ ہلکر نے بچشم خود حالات دیکھے۔ باہم مہاراجہ ہلکر اور نواب صاحب مین پگڑی بدلی گئی۔ نواب صاحب نے علاوہ رسم مہمانداری کے تحائف بھی دیے۔ ۶ مئی کو مہاراجہ تیرتھ کو گئے اور ۲۴ جولائی کو براہ نینی تال پھر رام پور مین وارد ہوئے اور دس گیارہ روز اور قیام کرکے ۳- اگست کو شملہ سدھارے اس سفر تیرتھ مین بھی سارا انتظام واہتمام ریاست رام پور کی طرف سے رہا اس مہمانداری کے مصارف تمام وکمال ایک لاکھ پچاس ہزار چار سو تاسی روپے دس آنے تین پائی

اور نو سو بیس عدد اشرفی ہین۔

۸ ۳۰ دسمبر ۱۸۸۲ء کو نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ رئیس حیدرآباد دکن مع پچاس ساٹھ ہمراہیون کے تشریف لائے۔ ۱۷ توپ سلامی سر ہوئی۔ نواب صاحب نے نہایت خاطر سے کوٹھی خورشید منزل مین ٹھہرایا۔ ۲۱ دسمبر کو یہان سے نینی تال گئے اور ۳ جنوری کو پھر براہ رام پور مراد آباد روانہ ہوے

الہ آباد۔ آگرہ۔ مراد آباد کو نواب صاحب کا سفر۔ اور مقام آگرہ مین عالی جناب شاہزادۂ ویلز بہادر (ایڈورڈ ہفتم) کے ہاتھ سے تمغۂ ستارۂ ہند پانا

(۱) ۱۱ اپریل ۱۸۶۸ء کو نواب صاحب نے الہ آباد جاکر سر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے رخصتی ملاقات کی اور سر جان اسٹریچی صاحب جدید لفٹنٹ گورنر سے ملاقات کرکے اُنکے تقرر پر مبارکباد دی۔

(۲) ۱۸۷۵ء مین عالیجناب البرٹ ایڈورڈ پرنس ویلز بہادر ولی عہد ہند و انگلستان سے جو ہندوستان کی سیر کو آئے تھے آگرے مین ملاقات کی اور نواب صاحب کی علالت سنگ مثانہ کے واسطے شاہی ڈاکٹر مقرر ہوا۔ مگر آپنے بلطائف الحیل عذر کیا اور شہزادہ موصوف نے ملکۂ معظمہ کوئن وکٹوریہ کیجانب سے تمغۂ گرینڈ کمینڈر اسٹار آف انڈیا پہنایا بڑے لطف کے ساتھ ملاقاتین ہوئین۔ نواب سید کلب علی خان نے رامپور واپس آکر اس خوشی مین بڑا دربار کیا۔

(۳) ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو نواب سید کلب علی خان سر الفرڈ لائل صاحب

لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ کی ملاقات کو مراد آباد گئے۔ ۱۸ کو ہز آنر موصوف اور نواب صاحب کی ملاقات ہوئی ۱۹ کو بازدید کی ملاقات اور دعوت کا جلسہ ہوا جس مین لفٹننٹ گورنر صاحب نے نواب صاحب کی تشریف آوری مراد آباد اور اُنکے عمدہ انتظام اور ایام غدر کی خیرخواہیونکا بڑی منت پذیری سے ذکر کیا۔ ۲۰۔ اکتوبر کو لفٹننٹ گورنر مراد آباد سے نینی تال سدھارے ۲۱ کو نوابصاحب رامپور مین داخل ہوے۔

دربار قیصری۔ اور نواب صاحب کے مراتب و مناصب مین ترقی

سنہ ۱۵۹۹ء مین ملکۂ الزبتھ نے چند سوداگرون کو ہندوستان مین سوداگری کرنے کا ٹھیکہ دیا۔ اُنھون نے اپنی تجارت شروع کی خدا نے اُس تجارت مین وہ برکت دی کہ اُسکے ساتھ سلطنت بھی قائم ہوتی گئی۔ اور بتدریج سارے ہندوستان مین ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک پھیل گئی۔ جو رموز سلطنت سے ماہر ہین وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہین کہ یہ سلطنت اُس قسم کی ہے کہ جسکا وجود پہلے دنیا مین نہ تھا یہ سلطنت انگریزونکی عالی دماغی اور بلند نظری اور مُغل بادشاہونکی عیاشی۔ کاہلی اور والیان مُلک کی باہمی پھوٹ اور غارتگری نے ایجاد کی ہے۔ اس ایجاد کا سلسلہ سوداگری سے شروع ہو کر قیصری پر پہونچا ہے۔ سنہ ۱۵۹۹ء اور سنہ ۱۸۷۷ء اور ملکہ الزبتھ اور ملکۂ محتشمہ وکٹوریہ کو دیکھنا چاہیے کہ ایک ملکہ نے ایک سنہ مین تجارت کرنے کا ٹھیکہ دیا اور

دوسری ملکہ نے دوسرے سنہ مین خطاب قیصری اختیار کیا۔ اس دربار قیصری مین نواب سیّد کلب علیخان بوجہ علالت شریک نہ ہوسکے مگر اپنی جانب سے ولی عہد سیّد مشتاق علی خان کو مع جنرل سیّد علی اصغر خان اور مختصر ہمراہیونکے دربار دہلی کو بھیجا۔ لارڈ لٹن صاحب ویسرائے نے نواب سیّد کلب علی خان کے عذر کو قبول کیا اور نشان قیصری جس پر نواب صاحب کا پورا نام مع خطاب لکھا ہوا تھا مرحمت کیا۔ بجاے تیرہ توپون کے پندرہ توپون کی سلامی مقرر ہوئی۔ اور ۱۸۷۸ء مین خطاب مشیر قیصرہ مزید ہوا۔ مگر یہ دونون اعزاز آپکی ذات سے متعلق رہے[1]

۲۶۔ اگست ۱۸۷۸ء کو مسٹر ایڈورڈ صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست بحکم سر جارج کوپر صاحب نفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ رام پور مین آئے اور ایک دربار ترتیب دے کر تمغاے قیصرہ مرسلہ لارڈ لٹن صاحب ویسرائے کشور ہند پہنایا اور سند شاہی عطیۂ جناب قیصرۂ ہند دے کر آپ کے حسن انتظام کی تعریف کی۔

قحط سالیون مین نواب صاحب کی طرف سے امداد

۱۔ ۱۸۷۴ء کے قحط بنگال مین نواب سیّد کلب علی خان نے قحط زدگان بنگال کے لیے متعدبہ رقم عنایت کی جس کی وجہ سے لارڈ نارتھ بروک صاحب گورنر جنرل کشور ہند نے نوابصاحب کا شکریہ ادا کیا۔

۲۔ ۱۸۷۸ء مین بوجہ نہونے بارش کے مخلوق سخت تکلیف قحط مین

---

[1] دیکھو تاریخ جلسہ قیصری مصنفہ جی ٹال بائز وہیلر ۱۲

گرفتار تھی خصوصاً غریب اشخاص مزدوری پیشہ اور کاشتکار لوگ بلائے فاقہ کشی مین روز و شب گریان و نالان تھے نواب سیّد کلب علی خان نے بنظر ترحم و الطاف اپنی فاقہ کش رعایا کی دستگیری کی اور غلّے وغیرہ کی تقسیم کا یہ طریق تجویز کیا کہ ہندوؤن کو دیال داس پسر شیو پرشاد کی معرفت چنے تقسیم ہوتے تھے اور مسلمانون کو شہر مین چند مقامات پر دوسرے اہلکاران ریاست کی معرفت غلّہ تقسیم ہوتا تھا۔ ریاست کی ہر ایک تحصیل کو ابتدائً دو دو ہزار روپیہ تحصیلدارون کے پاس بھیجدیا تھا کہ کاشتکارون کو بطریق مناسب مدد و یجاوے اور بہت سے کام عمارت اور سڑکون کے ڈالنے کے جاری کیے تھے تاکہ طاقتور آدمی مزدوری کرکے پرورش پائین اور ضعیف۔ کم طاقت بوڑھے لوگون کے لیے غلّہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ مزدورونکو روزکے روز مزدوری ملتی تھی ان مزدورون اور مزدوری کی کوئی تعداد مقرر نہین ہے البتہ غلّہ جو تقسیم کیا گیا تھا وہ بیس ہزار پانسو روپے کا تھا۔ اس فیاضی و دستگیری کی ضرورت تقریباً چار مہینے تک رہی تھی اس امداد و دستگیری کے کام مین مُلکی باشندے اور پردیسی سب برابر سمجھے جاتے تھے ایک کو دوسرے پر کسی طرح کا تفوق نہین دیا گیا تھا۔ تاہم فقرا کا ہجوم دلون کی بے صبری احتیاج کی مجبوری اور کبھی کبھی بعض کاردارون کی بے پروائی سے بہت سے آدمیون کو تکلیف بھی پہونچتی تھی اور اسی ہنگامے مین ایک یتیم خانہ ریاست کی جانب سے بنایا گیا تھا اُس مین لاوارث بچے شہر اور علاقے کے پرورش پاتے تھے۔ شہر کے متمول لوگون نے بھی اس ہنگامے مین اپنے طور پر

بہت روپیہ صرف کیا تھا۔

زخمیان روم کی امداد کے لیے چندہ بھیجنا سلطان کے یہانسے تمغاے مجیدی آنا

نواب سید کلب علیخان نے جنگ روم وروس واقع ۱۸۷۷ء مین زخمیان روم کی امداد مین ڈیڑھ لاکھ روپیہ اپنے خزانے سے دیا اور تیئیس ہزار چھ سو تراسی روپیہ شرفاے شہر سے چندہ کرایا اور یہ روپیہ مختلف وقتون مین اِس تفصیل سے بھیجا گیا۔

۲۱ مئی ۱۸۷۷ء کو اپنے خزانے سے پچاس ہزار روپیہ۔

یکم جون ۱۸۷۷ء کو چندے سے بیس ہزار روپیہ۔

۱۰ جولائی ۱۸۷۷ء کو اپنے خزانے سے پچاس ہزار روپیہ۔ اور چندے سے دو ہزار روپیہ۔

۲۲۔ جنوری ۱۸۷۸ء کو اپنے خزانے سے پچاس ہزار روپیہ۔ اور چندے سے ایک ہزار چھ سو تراسی روپیہ۔

اِس لیے سلطان عبد الحمید خان والی روم نے اس خیر خواہی کے صلے مین ۲۳ جمادی الاخرے ۱۲۹۶ ہجری کو ایک تمغاے مجیدی دوسرے درجے کا عطا کیا۔ چنانچہ ۱۷ دسمبر ۱۸۷۹ء کو حسین حبیب افندی سفیر دولت عثمانیہ سُلطانی تمغا لے کر آئے۔ سلامی سر ہوئی اور برٹش گورنمنٹ سے اجازت لیکر ۲۸ دسمبر کو مسٹر ایڈورڈ صاحب کمشنر وایجنٹ کی معرفت وہ تمغا نج کے طور پر لیا گیا اور

فرمان سلطانی مرقومۂ ذیل سفیر صاحب نے خود دیا۔ ۳۱ دسمبر کو اس خوشی مین دعوت اور روشنی کا جلسہ ہوا۔ یکم جنوری ۱۸۸۰ء کو سفیر صاحب رخصت ہوے۔

ترجمہ فرمان عالیشان سلطان المعظم عبد الحمید خان غازی خلد اللہ ملکہ

فرمان شریف عالی شان شانی مطاعان سلطانی وطغرا ے غرا ے جہان ستان سلطانی خاقانی حکمی اقالیم رکن عالی۔ چون ذات امارت مآب فخامت انتساب کلب علی خان بہادر زاد علوہ واجلالہ والی ریاست رام پور کہ در ہندوستان واقع ست باوصاف جمیلہ متصف و متحلی ست وآن صفات جلیلہ نزد ما بدولت احترامے حاصل کردہ جالب حسن توجہ والتفات شاہانہ ام گردیدہ۔ پس ارادۂ ملوکانہ ام براے اظہار آن بطور علامتے مخصوص و مستقل یک قطعہ مجیدی نشان ذی شان از طبقۂ ثانیہ بمشار الیہ عطا کردہ۔ بناءً علیہ این برات عالی شان تصدیر یافتہ۔ مرقومہ ۲۳ جمادی الاخرے ۱۲۹۶ ہجری۔ المحروسۃ المحمدیہ قسطنطنیہ۔

طغراے خاتمہ فرمان عالی شان ور دوجا عبد الحمید خان۔

عبارت پشت فرمان مجیدی نشان ذی شان برات مجلس۔

متفرق واقعات کا تذکرہ

۱۔ ۷ مارچ ۱۸۷۲ء کو نواب سید کلب علی خان نے بتقریب صحت شاہزادہ ویلز بہادر ولی عہد ہند وانگلستان بڑا بھاری جشن کیا۔ جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے نہایت منت پذیری کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا۔

۲۔ ۱۵ جون ۱۸۷۹ء کو نواب صاحب نے فتح کابل کے متعلق ایک

جشن کیا۔ ایک سو ایک توپ کی شاہی سلامی سرہوئی۔ اور بذریعۂ تار جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ کو فتح کی مبارکباد دی ۴۔ اگست کو سر جارج کوپر صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ کیجانب سے خوشنودی کا اظہار کیا۔

۳۔ ۱۸ ستمبر ۱۸۸۲ء کو ایک ہزار بندوقین مرسلۂ لارڈ رپن صاحب ویسرائے کشور ہند صاحب ایجنٹ ریاست کے توسط سے رامپور مین پہونچین یہ بندوقین ٹوپی دار پُرانی قطع کی اُتری ہوئی تھین گو کہ نواب صاحب نے پلٹن کے واسطے بقیمت طلب کی تھین مگر ویسرائے نے نواب صاحب کی قیمتی خیر خواہیون پر خیال فرماکر بلاقیمت عطا کین۔

۴۔ ۲۱ مارچ ۱۸۸۳ء کو ڈیوک کیناٹ صاحب بہادر ترائی کے جنگل مین شکار کھیلنے آئے نواب صاحب نے ۲۵ ہاتھی اور دوسرا سامان شکار اور خیمے وغیرہ جنرل اعظم الدین خان کے ہمراہ منڈیا گھاٹ بھیجے۔ جنرل صاحب نے بہت عمدہ طور پر شکار کھلایا۔ ۲۸ مارچ تک آٹھ شیر مارے شہزادۂ موصوف نواب صاحب اور جنرل صاحب کے کمال ممنون ہوے اور عمدگی انتظام کی نسبت اپنی چٹھی مورخہ یکم اپریل ۱۸۸۳ء مین جو مقام میرٹھ سے نواب صاحب کے نام لکھی تھی اظہار توصیف کیا۔ بلکہ اس خوشنودی کے جلدو مین اپنی اور اپنی لیڈی صاحبہ کی تصویرین نواب صاحب کے واسطے صاحب ایجنٹ کی معرفت ارسال کین۔

۵۔ نواب صاحب نے ڈیوک البینی فرزند چہارم جناب ملکہ معظمہ

وکٹوریہ کے قضا کرنے پر جن کا واقعہ ۲۸ مارچ ۱۸۸۴ء کو ہوا تھا بذریعہ تار جناب ملکہ وکٹوریہ کی خدمت مین تعزیت ادا کی ایک روز تمام محکمجات ریاست اور بازارون مین تعطیل اور ہرتال رہی۔

۶۔ دسمبر ۱۸۸۵ء مین فتح برہما کی مسرت مین جشن کیا صبح کو ۱۰۱ توپ کی شہنشاہی سلامی سر کی گئی اور شب کو روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی۔

۷۔ ۱۸ اجون ۱۸۸۶ء کو اندور سے تار پر خبر آئی کہ ۱۷ جون کو مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر والی اندور نے چالیس برس ریاست کر کے قضا کی اور اُنکی جگہ سیواجی راؤ ہلکر مسند نشین ہوے۔ نواب صاحب کو مہاراجہ کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا اور اُسی وقت تمام محکمجات اور بازار بند کیے گئے۔

۸۔ ۲۱ جون ۱۸۸۶ء کو گوالیار سے تار پہونچا کہ ۲۰ جون کو جیاجی راؤ سیندھیا والی گوالیار نے ۲۳ برس حکومت کر کے انتقال کیا۔ نواب صاحب کو اپنے دوست کے انتقال پر صدمۂ عظیم گذرا اور فوراً ہرتال کی گئی۔

۹۔ ۱۶ فروری ۱۸۸۷ء کو نوابصاحب نے بہ تقریب جشن جوبلی جناب ملکہ وکٹوریہ دربار کیا شاہی سلامی سر ہوئی شادیانے بجے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی دو روز تعطیل رہی ۲۹ قیدی رہا کیے گئے۔ نوابصاحب کی تمام کارروائیون مین جوبلی کا جشن آخری کام تھا۔

نواب سیّد مشتاق علی خان فرزند ثانی کی ولی عہدی کی گورنمنٹ سے باضابطہ منظوری

۱۸۸۰ء مین بہ سبب لاحق ہونے عوارض چند در چند کے نواب سیّد

کلب علی خان کو اپنی حیات کی جانب سے مایوسی ہونے لگی اور یہ خیال ہوا کہ کوئی تدبیر ایسی کی جائے کہ آیندہ کے واسطے قیام ریاست کا استحکام ہو وے اور اُمور ریاست ہمارے بعد درہم و برہم نہون پس نسبت منظوری ولی عہدی سید مشتاق علیخان گورنمنٹ سے تحریک کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بذریعۂ مراسلۂ صاحب ایجنٹ مورخہ ۲۶۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء نوابصاحب کو اس درخواست کی منظوری سے اطلاع ملی جس سے نوابصاحب کو فی الجملہ اطمینان ہوا۔ مگر منظور تھا کہ گورنمنٹ کی جانب سے ولیعہدی کا خلعت عطا ہو لہذا پھر اس بارے مین گورنمنٹ سے تحریک ہوئی یہ درخواست بھی منظور ہو کر چٹھی اطلاعی چیف سکرٹری لوکل گورنمنٹ موسومہ جنرل اعظم الدین خان سفیر ریاست مورخہ ۱۲ فروری ۱۸۸۴ء موصول ہوئی اور اس مین یہ بھی تحریر تھا کہ اس رسم کو خود لفٹنٹ گورنر بہادر ادا کرینگے۔ یہ چٹھی نیم ضابطہ تھی بعد اسکے ۲۳ فروری ۱۸۸۴ء کو باضابطہ مراسلہ صاحب ایجنٹ مورخہ ۱۹ فروری ۱۸۸۴ء مع نقل انتخاب چٹھی گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی نمبری ۱۶۷۶ ۱۸۸۴ء بحوالہ چٹھی گورنمنٹ آف انڈیا آیا۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو سر الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ آئے کوٹھی بے نظیر مین ٹھہرے۔ ۱۸۔ اکتوبر کو ہز آنر نے سید مشتاق علی خان کو ولی عہدی کا خلعت پہنایا نواب سید کلب علیخان علیل تھے اسلیے اسپیچ شکریۂ نواب صاحب کی جنرل اعظم الدین خان نے پڑھی اور عطر و پان تقسیم کیے۔ تمام شہر مین روشنی ہوئی اور آتشبازی چھوٹی چوبی دروازے

بنوائے گئے تھے جنکی روشنی قابل دید تھی بہت سے حکام اس جلسے مین مدعو تھے۔ ۱۹ کو لفٹنٹ گورنر واپس روانہ ہوے۔

جنرل اعظم الدین خان نے رپورٹ شش ماہی اوّل عہد نواب سیّد مشتاق علیخان مین لکھا ہے کہ نواب سیّد کلب علی خان نے بذات خود اپنے ولی عہد کی تعلیم مین نگرانی کی تھی۔ اور مادہ انتظام کی تکمیل کے لیے اُن کو اکثر دہات ریاست مستاجری مین اپنی آخر عمر مین دیے تھے اور سمجھا دیا تھا کہ مطالبۂ سرکاری باضابطہ طور پر ادا کیا جائے۔ اگر بہ انتظامی یا دوسرے سبب سے وہ قاصر رہین تو بلالحاظ بیٹا ہونے کے روپے کا بندوبست کرین۔ اور کئی سال تک ولی عہد موصوف نے لائق رفیقون کی امداد سے عہدۂ صدر مرافعہ عدالت کا کام انجام دیا۔ ایک روز نواب صاحب اُنپر ناراض ہوے جسکی وجہ سے اُن کے مزاج کو جو امراض جگر مین علیل تھے ایسا صدمہ پہونچا کہ ماہ شوال سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین اُن کی جانب راست پر فالج گرا بڑی کوشش سے علاج ہوا کسی طرح اُمید نہ تھی کہ جانبر ہونگے نوابصاحب بوجہ شدت بے قراری کے بے نظیر چلے گئے۔ تجہیز و تکفین کا سامان بھی مہیا ہو گیا تھا۔ خدا نے صحت دی نواب سیّد کلب علی خان کو جبکہ اپنے جانشین کیطرف سے اطمینان ہو گیا تو اپنے اسلاف کی حکمت عملی کے بموجب اپنے آخر زمانہ حیات مین صاحبزادہ سید شبیر علیخان کو ڈیڑھ لاکھ روپے کے پرامیسری نوٹ عطا فرما دیے۔

اہالی خاندان

نواب صاحب ارباب خاندان اور تمام ملازمین و رعایا کے لیے

علے الاطلاق فرمان روا تھے وہ اہالی خاندان جنکو ریاست سے وظائف اور پنشن دی جاتی ہے بعض کے وظیفے قدیمی اور موروثی ہین اور اکثر عنایت فرمانروا سے وقت پر منحصر ہین۔

اگرچہ نواب سید محمد سعید خان بہادر کے عہد سے یہ حکمت عملی رئیسون کی جاری تھی کہ جہانتک ہوسکے اُن اخوان ریاست کے پروبال مقراض تدبیر سے لیتے رہنا چاہیے جنکی نیش زنی کا کھٹکا ہو مگر نواب سید کلب علی خان کے اقبال اور حُسن تدبیر نے اس حکمت عملی کو بھی حدّ کمال تک پہونچا دیا تھا خاندانیون مین سے صاحبزادہ سید کاظم علی خان عرف چھوٹے صاحب اور صاحبزادہ سید حیدر علی خان اور شمسہ تاجدار بیگم اور سید مُحب علیخان عرف ننا صاحب کو ریاست کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ مقدمہ بازی کا اتفاق ہوا اور نواب سید کلب علیخان پر استغاثہ گورنمنٹ کے کانون تک پہونچایا مگر نواب صاحب کی گہری پالیسی نے اُنکو کامیابیان حاصل نہونے دین بلکہ جو صاحب ان مین سے جب تک مخالفانہ پیرایے مین ریاست سے باہر رہے نواب صاحب نے تنخواہ مین سے حبہ ندیا جب شہر مین آئے اور صفائی ہوئی تو تنخواہ کھولی۔ صفائی کے بعد بھی چھوٹے صاحب نے رامپور کی سکونت اختیار نہ کی بریلی مین ۹ محرم سنہ ۱۲۹۹ ہجری کو ستر برس کی عمر مین انتقال کیا۔

اس موقع پر جب ہم نواب سید کلب علی خان کے عدل و انصاف اور فیض و کرم پر نظر ڈالتے ہین تو تعجب ہوتا ہے کہ اُنھون نے اخوان ریاست کے ساتھ یہ کارروائیان کیون کین۔ لیکن یہ جو کچھ ہوا اُنکی خودسریون کا نتیجہ تھا

جب تک سید مہدی علی خان اور شمسۃ تاجدار بیگم اور ننّا صاحب زندہ رہے خیال مسند نشینی اُن کے ذہن سے رفع نہ ہوا ورنہ اس خصوص مین نواب سید کلب علیخان کا دامن انصاف ہر ایک قسم کے داغ سے پاک ہے اگر نواب صاحب اِن لوگون کو ایسی چشم نمائی نہ کرتے تو علاج کیا تھا۔ نہ اہل خاندان اپنی کارروائی سے باز آسکتے تھے نہ نواب صاحب اُن کو آزادی دے سکتے تھے۔ موقع ایسا پڑا تھا کہ بقاے ریاست اور اہل خاندان کی قوت کا اجتماع ناممکن ہو گیا تھا۔

نواب سیّد کلب علی خان کے عہد کا قانون و معدلت

اگرچہ شخصی اختیارات کا ایک لازمی خاصہ یہ ہے کہ فرمانرواے وقت کسی عام ملکی قانون کا پابند نہین ہوتا ہے۔ شریعت کے مسلمہ اُصول ہمیشہ اُسکی ذاتی خواہشون کے سانچے مین ڈھالے جاتے ہین مگر نواب سید کلب علیخان کا ملکی نظم و نسق اور پولیٹیکل انتظامات اور اُن کے سوشل حالات نہایت سنجیدہ تھے انتظام ریاست جس ہیئت پر اُنکے اب وجد نے منضبط کیا تھا اُسکو تا بمقدور اُسی طرح قائم رکھا کوئی بڑا تغیر و تبدل نہین کیا بلکہ حق یہ ہے کہ اُن کا طرزِ حکومت اپنے پیشروؤن سے بھی لاجواب تھا۔

اُنکے عہد مین کوتوال شہر کو دیوانی کے مقدمات خفیفہ کا بیس روپے تک فیصلہ صادر کرنے کا اختیار تھا اور مقدمات فوجداری مین کوتوال کو قید سہ ماہ کا اختیار تھا۔ تحصیلات مین تحصیلدارون کو دیوانی کے مقدمات مین جو زر نقد سے متعلق ہون فیصل کرنے کا اختیار تھا لیکن وہ ایسے مقدمات جن مین دعوے

جائداد غیر منقولہ کا ہو فیصل نہین کر سکتے تھے اور انکو فوجداری کا کوئی اختیار نہ تھا تحصیل صرف صیغہ دیوانی کی عدالت ابتدائی تھی۔

مُفتی دیوانی محض سول جج یعنی قاضی تھا اور اُس کو مقدمات دیوانی کی سماعت کا اختیار تھا اور یہ محکمہ باختیار ابتدائے دیوانی کی عدالت اعلیٰ تھا۔

مُفتی مرافعہ دیوانی کی تمام اپیلونکی تجویز کرتا تھا۔

صدر مرافعہ باختیارات دیوانی اعلیٰ عدالت اپیل کی تھی گو کہ اپیل خاص نواب صاحب کے حضور مین رجوع ہو سکتا تھا۔

انکے عہد مین عدالتہاے فوجداری کی یہ ترتیب تھی۔

عدالت فوجداری مُفتی فوجداری کو پورے اختیارات حاصل تھے یعنی قید ۲ سال جرمانہ ۲۰۰ سزاے تازیانہ ۳۰ ضرب۔

عدالت مرافعہ حاکم مرافعہ انتہائی سزاے قانونی صدر مرافعہ کی منظوری سے دے سکتا تھا۔

عدالت صدر مرافعہ اس مین حاکم صدر مرافعہ اختیارات ضلع ریاست کی عدالت عالیہ کے عمل مین لاتا تھا یہان کے فیصلے کا اپیل خاص نوابصاحب کے حضور مین ہوتا تھا۔

دیوانی کے حاکم کو مُفتی دیوانی اور فوجداری کے حاکم کو مفتی فوجداری کہتے تھے۔ عدالت مرافعہ کے حاکم کو بہ حیثیت سماعت مرافعہ دیوانی مفتی مرافعہ و بہ حیثیت سماعت مرافعہ فوجداری حاکم مرافعہ کہتے تھے۔ عدالتہاے دیوانی کے خرچ کا آمدنی اسٹامپ وغیرہ پر انحصار نہین تھا علاقہ قدیم مین جو بمقابلہ

علاقۂ جدید کے نہایت وسیع و زیادہ ہے اسٹامپ معاف تھا۔ اُنھون نے تیاری اسٹامپ کا کام کسی عہدہ دار سے متعلق نہ کیا تھا۔ اسٹامپ کی مُہر جواہر خانے مین محفوظ رہتی تھی اور ضرورت کے وقت اپنے مصاحبین مین سے چند اصحاب کو جمع کر کے مُہر اُن کو بالمشافہ ہدایت کے ساتھ دیدیا کرتے تھے۔ جو اپنی نگرانی سے سادے کاغذ پر مُہر کر دیا کرتے تھے۔ اُن کو جُرمانے کی سزا دینی بہت ناپسند تھی۔ اکثر مقدمات بموجب شرع شریف فیصل ہوتے تھے قانون انگریزی عام طور پر رائج نہ تھا حکام عدالت دیوانی علما مقرر ہوتے تھے۔ فوجداری مین مفتی کیلیے عالم ہونے کی قید اُڑا دی تھی۔

محکمۂ صدر اس مین عدالتانہ خط و کتابت اور کاروبار ریاست انجام پاتا تھا بعد اختتام بغاوت ۱۸۵۷ء کے صاحبزادہ سید عباس علی خان خلف صاحبزادہ سید عبد العلی خان عرف منجھلے صاحب فروری ۱۸۶۱ء تک کہ اس سال مین انکا انتقال ہوا حاکم صدر رہے وہ بالکل بہرے تھے انکو کچہری کے کام کی مشق اور تجربہ ہوگیا تھا البتہ اُنکے یہان اکثر محرر مزاج مین دخیل تھے۔ بعد اُنکے صاحبزادہ سید حیدر علیخان کچھ عرصے تک حاکم صدر رہے مگر وہ کبھی ایک گھنٹے سے زائد کارروائی روزمرہ کچہری مین متوجہ نہوے۔ سرشتہ دار اور نائب سرشتہ دار نے کامل طور سے اپنی مداخلت رکھی پھر چھٹن صاحب اور مولوی شمس الاسلام حاکم صدر ہوے لیکن ان کا بھی ترقی کے باب مین کوئی اثر نہ ہوا۔[51]

[51] دیکھو رپورٹ ششماہی من ابتدائے ۲۳ مارچ ۱۸۵۸ء لغایت ۳۰ ستمبر ۱۸۵۸ء نوشتہ جنرل اعظم الدین خان ۱۲

نواب صاحب کا انتقال ہوا تو محکمہ عالیہ صدر مین تین ہزار اور کئی سو مثلین اور اسی قدر دوسرے کاغذات معاملات ریاست محتاج حکم آخر پائے گئے۔ حمید الظفر خان عرف بڑے میان ڈپٹی کلکٹر مظفر نگر جو جنرل اعظم الدین خان کے بھائی تھے بحصول رخصت تین ماہ رامپور آگئے اور وہ مثلین اور کاغذات اُن کے سپرد کیے گئے اُنھون نے عرصہ دو ماہ مین تمام مثلین فیصل اور تمام کاغذات طے کر دیئے۔

محکمہ صدر کا سر رشتہ دار نواب سید کلب علیخان کی بھی پیشی کرتا تھا اور کاغذات اور مقدمات سنگین صدر و حکم کے لیے اُنکے پاس لیجایا کرتا تھا۔

آمدنی ریاست مالی حالت اور جواہر خانے و خزانے کی کیفیت

جس سال نواب سید کلب علیخان نے انتقال کیا تو جملہ اقسام خراج ریاست کی آمدنی بائیس لاکھ اڑتالیس ہزار نو سو ایک روپیہ سوا چودہ آنہ ہوئی تھی جسکی تفصیل یون ہے۔

علاقہ قدیم کی آمدنی مال	۱۶۷۳۹۵۳	روپیہ	۵/۱ آنہ
علاقہ جدید کی آمدنی مال جو نواب موصوف نے بتمامہ اپنی ذات خاص کے مصارف کیلیے مقرر کر لی تھی۔	۱۸۱۶۷۱	روپیہ	
آمدنی سولہے یعنی مال کے علاوہ نزول نمک پرمٹ چوکیدارہ اسٹامپ اور مسکرات وغیرہ کی آمدنی۔	۳۹۳۲۷۷	روپیہ	۹ آنہ

دو خزانے تھے ایک چھوٹا خزانہ جسکو خزانۂ عامرہ کہتے تھے اور دوسرے کو **خزانہ کلان**۔ خزانۂ عامرہ سے مصارف و مداخل روزانہ متعلق تھے خزانۂ کلان وہ خزانہ تھا جس مین خزانۂ عامرہ سے وہ روپیہ جو ضرورت سے زائد جمع ہو جاتا تھا منتقل کیا جاتا تھا اور وقت اخراجات و ضرورت زائد وہان سے روپیہ لیا جاتا تھا پرامیسری نوٹ اور اشرفیان وغیرہ بھی یہان محفوظ رہتی تھین۔ خزانۂ کلان صرف گاہ گاہ کھلتا تھا خزانۂ عامرہ کی کنجی خزانچی کے پاس رہتی تھی جس کا عہدہ ذمہ داری کا ہے اور خزانۂ کلان کی کنجی خاص نواب صاحب کے صندوق مین رہتی تھی انکی وفات کے وقت خزانۂ کلان کے روپے کا مجموعہ ایک کروڑ پانچ لاکھ روپیہ تھا اسکے علاوہ چھیالیس لاکھ سات سو روپے کے پرامیسری نوٹ کا سرمایہ تھا اور ایک لاکھ دس ہزار چار سو بیاسی اشرفیان جمع تھین ان مین سے ایک لاکھ ہشت ماشی تھین اور سکہ متفرق دس ہزار چار سو بیالیس۔

اگرچہ کئی پشت سے رئیسان رامپور کو جواہر خانے کی طرف توجہ کامل رہی ہے اور دور دور سے جوہری عمدہ اور کمیاب مال لائے اور اُس کی قدردانی اُن کے دلخواہ ہوئی۔ مگر نواب سید کلب علی خان کو شوق خریداری جواہرات زیادہ رہا ہے۔ برسون لاکھون روپے کا جواہر خرید کیا اور بعض قبضہاے شمشیر و تاج و زیور اور انگرکھے کے لیے موتیون کی بیل ایسی نادر الوجود تیار کرائی جنکو چشم حقیقت مین دیکھ کر دنگ ہوتی ہے۔

نواب صاحب کے عہد مین پٹواری کے کاغذات دیہی کی نگرانی اور جانچ کا کام کماحقہ بااصول نہ تھا اور خال کاغذات دیہی کے وقت مقررہ کی پابندی پوری پوری نہ تھی پٹواری کے کام کا کوئی دستور العمل مرتب نہ تھا اکثر پٹواریون کے پاس دہات کے نقشے و خسرے بھی نہ تھے۔ ہر سال پچھلے سال کے کاغذات کی نقل کچھ تھوڑی سی ردوبدل کر کے پٹواری تحصیل مین داخل کر دیتے تھے۔ اُنکی تنخواہ بھی شش ماہی گذرنے کے بعد تقسیم ہوا کرتی تھی۔ وقت تقرر پٹواری جدید کوئی امتحان اُسکی لیاقت کے موازنے کا نہین ہوا کرتا تھا نذرانے اور حق وراثت کا لحاظ بہت تھا اس وجہ سے اکثر کم لیاقت اشخاص پٹواری مقرر ہو جاتے تھے پٹواریون کا اپنے علاقے مین آباد ہونا لازمی نہ تھا قانونگوے تحصیل کو سات روپے ماہوار ملتے تھے

علاقہ جدید جو زمانۂ غدر کی خیر خواہی مین نواب سید یوسف علی خان کو برٹش گورنمنٹ سے عنایت ہوا تھا اُس کا تو بندوبست تھا اور پیمائش بھی ہو چکی تھی اور مختلف شرحونکی جمع بندی ہوئی تھی باقی تمام علاقہ قدیم مین مستاجری قاعدہ جاری تھا۔ اور نواب صاحب نے مستاجری پر دہات کے بندوبست کرنے کا یہ طریقہ رکھا تھا کہ مستاجرون کی درخواست بہ تعین مالگذاری گذرنے پر اُن سے اضلافے کی فرمائش کی جاتی تھی۔ اہلکاران و ملازمان معزز کے ذریعہ سے ہر تحصیل مین مستاجرون کو ترغیب و تحریص اضلافے کی ہوتی تھی اور سالہا سال تک بانتظار اضافہ موضع خام تحصیل

۱؎ مضمون ذیل رپورٹ سالانہ ریاست نوشتہ قاضی ذکی الدین بابت ۸۷-۱۸۸۶ء سے ماخوذ ہے۔

رکھا جاتا تھا اور آخر کو اضلافے مین ہر طرح کی جد وجہد بلیغ ہونے کے بعد اُس مستاجر کے نام جو سب سے زیادہ رقم دینا قبول کرتا تھا منظور کرکے بندوبست کردیا جاتا تھا اکثر مستاجر اپنی نادانی سے تباہ و پریشان ہو جاتے تھے اور اکثر قبل ختم میعاد مستاجری کے استعفا داخل کرتے تھے۔ لیکن بہت سے لوگ اس مین بن بھی گئے ٹھیکے کے گانؤن کی قسطبندی اس تفصیل سے تھی۔

کنوار مین۔ کاتک ۱ر۔ اگھن ۲ر۔ پوس ۲ر۔ ماہ ۱ر۔ پھاگن ۲ر۔ چیت ۲ر۔ بیساکھ ۲ر۔ جیٹھ ۱ر۔ کل ۱۶ر

اِن اقساط مین یہ حکمت عملی مُضمر تھی کہ کبھی مستاجر کے پاس سرکاری روپیہ جمع نہ رہے۔

زمینداری کے گانؤنکی قسطبندی کا یہ دستور تھا۔

ماہ نومبر ۳ر۔ دسمبر ۳ر۔ فروری ۳ر۔ مئی ۴ر۔ جون ۳ر۔ کل ۱۶ر

نواب سید کلب علی خان نے آبپاشی کے لیے ایک نہر جدید دریاے کوسی سے باہتمام بلیغ نکلوائی۔ جو تحصیلات حضور تحصیل و ملک مین گذرتی ہے۔

اُنکے عہد مین تقریبًا ہر تحصیل ودہات کی آبپاشی مختلف تھی۔ کسی موضع مین فی روپیہ آدھ آنہ اور کسی مین پاؤ آنہ لیا جاتا تھا۔ بعض واضع پر فی صدی بارہ آنے یعنی ڈیڑھ پائی سے بھی کم مقرر تھا۔ مینڈھا ہر داس پور کے پانی سے جو زمیندار مستفید ہوتے اُن سے فی صدی پانچ روپے جمع بندوبست پر رسوم لینے کا

دستور تھا اور مینڈہ جوائی کے پانی سے مستفید ہونے والے زمینداروں سے جمع بندوبست پر صرف ڈھائی روپے فی صدی مالگذاری پر لیے جاتے تھے علاوہ اسکے مینڈھونکی بندش کے وقت تہ خانون سے مٹی اور گھانس مقدار معینہ سے مینڈھون پر پہونچانا زمینداروں کے ذمے تھا جسکی قیمت ریاست سے بہ شرح معینہ آمدنی رسوم سے دی جاتی تھی ایک تہ خانے کی مٹی کی قیمت ایک روپیہ مقرر تھا۔ جو زمیندار مینڈھے کی بندش کے وقت مٹی اور گھانس پہونچانے مین غفلت کرتے تھے تو ایسی حالت مین اُن کو حسب اقرار خود (جس وقت مین کہ ملازمین ریاست کو بلحاظ ضرورت اپنے اہتمام سے مٹی اور گھانس خریدنا پڑے) مٹی اور گھانس کی قیمت المضاعف دینی پڑتی تھی۔ جن دہات قدیمہ مین فی روپیہ آدھ آنہ پر تہ آبپاشی کا مقرر تھا۔ اُنکے گول اور چہ گڑے کی صفائی کا خرچ دہات کے مالگذارونکے ذمے تھا۔ اور اُسکے ساتھ بعض دہات مین تنخواہ ملازمین آبپاشی بھی ذمہ مالگذاران اور بعض دہات کی ذمہ ریاست تھی۔ بعض دہات مین گول وغیرہ کی صفائی کا خرچ بمقدار حصص معینہ ریاست اور مالگذار دونون کے ذمہ تھا مثلاً تحصیل سوار کے اکثر دہات مین جو خرچ صفائی کا پڑتا تھا اُسکے دو خمس ریاست کے ذمے اور تین خمس مالگذارونکے ذمے ہوتے تھے جس کے لیے بچہ و اصطلاحی لفظ مستعمل ہے اور علاقے مین یہ دستور رہا کہ مینڈھونکی بندش کے وقت دہات متعلقہ کی رعایا سے مٹی بہ تعین تہخانجات بے اُجرت لی جاتی تھی جس کو بیگار کہا کرتے تھے اور اسی ضرورت کے وقت

ملازمین آبپاشی پھاوڑے وغیرہ کا کام بھی رعایا سے بے اُجرت لیا کرتے تھے
نواب سیّد کلب علی خان نے غلّہ وغیرہ کا محصول کہ ایک لاکھ روپیے سال کی آمدنی تھی یک قلم موقوف کر دیا۔ صرف افیون۔ نمک اور شکّر کا محصول قائم رکھا۔ لیکن اُنکے بعد جز رس مُدار المہامون نے غلّہ وغیرہ ضروریات زندگی کے محصول کو بڑی رقم سمجھکر پھر جاری کرایا اور خلق خدا کی جیب کترکے خزانے کے توڑے بھرنا چاہے۔

منہیات اسلام کو حتی الوسع بالکل دُور کر دیا تھا صیغۂ آبکاری کو جو آمدنی ریاست کا ایک ذریعہ تھا موقوف کر دیا تھا اور کسی قسم کی شراب بنا کر یا باہر سے لاکر فروخت کرنے کی تمام علاقے مین ممانعت تھی اور بھٹیان بالکل موقوف کرادی تھین اور اسی بنا پر اور مُسکرات پر محصول بڑھا کر اُن کے کم فروخت ہونے کا بندوبست کیا تھا۔ رامپور کے پٹھان جو روٹی کمانیکے ہنرون سے اکثر عاری ہین قرب وجوار کے انگریزی علاقون سے شراب مشکیزون مین بھر کر چوری سے لاتے اور میخوارون کے ہاتھ بیچتے تھے اور جو پکڑے جاتے تھے تو سزاے سخت پاتے تھے۔

تنخواہ کی تقسیم کا سرشتہ بخشی گری سے متعلق تھا بخشی فوج کو حقوق نو ملازمی ملتے تھے اس سرشتہ مین ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو برآورد گوشوارہ مرتب ہو جاتا تھا اور روپیہ اُسکے موافق خزانے سے برآمد ہو کر کُل ملازمین اہل قلم و اہل سیف کی تنخواہین افسران سرشتہ کے ہاتھون تقسیم ہوتی تھین۔

نواب صاحب کی بیدار مغزی اور جزئیات پر اطلاع

نواب سید کلب علی خان کو ایک ایک جزئی واقعے اور عام حالات کی اطلاع کا کچھ ایسا عشق تھا کہ سُن کر تعجب ہوتا ہے۔ ہرکارے تمام دن شہر مین پھرتے تھے اور شہر کا کچا چٹھا اُن کو پہونچاتے تھے۔ ہر صیغے پر جداگانہ خبر نویس اور واقعہ نگار مقرر تھے اور ریاست کا کوئی ضروری واقعہ اُن سے مخفی نہین رہ سکتا تھا سررشتۂ اخبار اس کام کے لیے مخصوص تھا۔ اس سررشتے مین ستر آدمیون کے قریب ملازم تھے جو ہرکارے کے نام سے پُکارے جاتے تھے۔ یہ لوگ خاص اس کام پر متعین رہا کرتے تھے کہ سود و زیان ریاست کے متعلق اور خاص خبرین بالتحقیق بہم پہونچا کر منصرم دار الاخبار کے پاس تخلیے مین بیان کرتے اور منصرم اُن اخبار تازہ کو بامتیاز صدق و کذب قلمبند کر کے سررشتہ دار صدر کے پاس بھیجتا اور جس وقت کہ نواب صاحب کے حضور مین بیشی کا غذات کی ہوتی تو پرچہ اخبار بھی سُنایا جاتا اس تعداد مذکورۂ بالا مین سے ایک ایک ہرکارہ جملہ محلجات شہر اور تحصیلات و تھانجات و دیگر ضروری مقامات مین متعین رہا کرتا تھا ہرکارون کے فرائض مین یہ بات داخل تھی کہ روزانہ اخبار قابل اطلاعِ سرکار اپنے افسر کے پاس پہونچاتے رہین مُفصلات کے ہرکارونکے پرچے بذریعۂ ڈاک آیا کرتے تھے۔ جو خبرین قابل تحقیق و لحاظ ہوتی تھین اُنکی کارروائی افسران عہدہ داران متعلق کے توسط سے حسب مناسب ہوتی تھی۔ اس دار الاخبار سے ریاست کو سرکاری نفع و نقصان کی خبرین اکثر ملتی رہتی تھین۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اِس قسم کی کاوش کا جو عام اثر ہوتا ہے یعنے
ہر شخص سے بدگمان ہو جانا اور عوام کی آزادی سے تعرض کرنا نوابصاحب
اس سے بالکل بری تھے اُنکی تاریخ زندگی کا ایک ایک حرف چھان ڈالو
ایک واقعہ بھی ایسا نہین مِل سکتا جس سے اُنکی اِس کارروائی پر حرف آسکے
تاہم چار روپے ماہوار کے مشاہرہ دار ہرکارے کو اُس وقت مین ایک
معقول عہدہ دار کی تنخواہ کا اوسط پڑتا تھا۔

تعمیرات کا شوق

نواب سید کلب علیخان کو شہر کی آرائش اور عمارات کی طرف خاص توجہ تھی
اُنکی کوشش سے شہر کی حیثیت سنبھل گئی جس نے رام پور کی بنیاد ڈالی
وہ نوابصاحب کے پردادا کے باپ نواب سید فیض اللہ خان بہادر تھے
جنکے عہد مین نئی آبادی کے بعد رامپور کا نام مصطفےٰ آباد مقرر کیا گیا تھا
مگر اُس وقت شہر مین خام مکانات اور خس پوش تھے خال خال پختہ مکان
پائے جاتے تھے اور خاص قلعہ رئیس کی تعمیر بھی ایسی شاندار نہ تھی جو قابل ذکر ہو
اگرچہ نواب سید محمد سعید خان اور نواب سید یوسف علی خان نے بھی اس کام کو
کچھ کچھ ترقی دی مگر پھر بھی ایسے وسیع شہر کی خوبی پیدا کرنے کے لیے کافی
نہ تھی نواب سید کلب علیخان نے بڑے بڑے مشہور کاریگر اور صناع جمع کرکے
عمارات جدید تیار کرانا شروع کین کوٹھی خورشید منزل و دیوانخانہ (جو نواب
سید احمد علی خان و نواب سیّد محمد سعید خان نے بنوائے تھے) اُنکی مرمت کراکے
از سر نو درست کیا خاص بازار بنوایا قلعہ کے دروازے کی عمارت بصرف کثیر

نہایت خوشنما تعمیر کرائی یہ دروازہ در دولت کے نام سے مشہور ہوا۔ میر محمد زکی بلگرامی نے اُسکی تاریخ یون کہی۔ ۵

ساختہ دروازۂ رفعت نشان	خسرو نام آور و عرش احتشام
گفت چنین سال بنایش زکی	ہست در دولت و باب السلام

۱۲۹۲ ہجری

اس دروازے کی تمام رو کار مین آئینے منبت کاری مین جڑوائے تھے اور اُنکے آس پاس سبز اور سرخ اور زنگاری اور آبی رنگ بھروایا تھا اور منڈیر پر طلائی ملمع کی بُرجیان رکھوائی تھین اور دروازے کے سر پر ایک پری طلائی ملمع کی کھڑی کی تھی جس کا سر سورج مکھی کا تھا اور اس مین بطور آرسی کے آئینہ جڑا ہوا تھا اور اس پری کے دونون ہاتھون مین بازو دونسے ملی ہوئی دو جھنڈیان ملمع کار دی گئی تھین یہ بُرجیان اور پری قلعہ جدید کے غربی دروازے پر نصب کی گئی ہین ایک ظریف نے ایک بار مذاقیہ اس دروازے کو گھوسن کی اوڑھنی کے ساتھ تشبیہ دی تھی یہ دروازہ جدید قلعہ کی دیوار کے اُس بُرج سے جو غرب رویہ کچہریونکی عمارات کے سامنے واقع ہے ۲۴۳ قدم پر جانب مشرق واقع تھا۔ ۱۲۹۰ہجری مین نواب سید کلب علیخان نے عید گاہ دروازے کی عوض شاہ آباد دروازے عیدگاہ تعمیر کرائی۔ اول عید الضحےٰ کا دوگانہ بڑے جلوس کے ساتھ وہین ادا کیا آج تک وہی عیدگاہ قائم ہے۔ اور ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔ ۲۲ شعبان ۱۲۹۱ ہجری مطابق ۴۔ اکتوبر ۱۸۷۴ء کو علما و فضلا اور اولیاے شہر کے ہاتھ سے اسکی بنیاد کی اینٹ رکھوائی اور ۱۲۹۲ ہجری مین بنکر تیار ہوئی عمارت خوشنما اور وسیع تھی جسکے مصارف کی

تعداد [illegible] ہے تفصیل اُسکی یہ ہے۔

تعمیر مین بیاسی ہزار آٹھ سو چار روپے سوا تین آنے۔

کلسہاے ملمع طلائی چھ ہزار چار سوا ٹھارہ روپے ساڑھے چودہ آنے۔

نوابصاحب کے رہنے کے خاص مکان کا نام مچھی بھون تھا کیونکہ اُسکی برجیون پر طلائی ملمع کار مچھلیان لگی ہوئی تھین اُسکے قریب ایک کمرہ خس خانے کا گرمی کے آرام کے لیے تھا۔ مچھی بھون کے دروازے پر ایک لال پردہ پڑا ہوا تھا۔ اسلیے یہ دروازہ لال پردے کے نام سے مشہور تھا اور اس دروازے کی چوکھٹ اور کواڑون پر چاندی کے پتر جڑے ہوے تھے۔

بہرکیف نواب سید کلب علیخان گو روپیہ جمع کرنے کے وصف مین یکتا مانے جاتے تھے لیکن نئی تعمیر کے شوق مین اُن کی ہمت نے غیر معمولی پلٹا لیا اور ابتداے مئی ۱۸۶۵ء سے مارچ ۱۸۸۷ء تک نواب صاحب نے دس لاکھ چوراسی ہزار نو سو تئیس روپے تین آنے تین پائی اور تین عدد اشرفی کوٹھیون باغون سڑکون اور ٹلون وغیرہ کی تیاریون اور مرمت مین صرف کر دیے۔

نواب صاحب نہایت کفایت شعاری سے کام لیتے تھے حتیٰ کہ افسران تعمیرات پر جرمانہ کر دیتے تھے۔ رسالدار محمود علی خان ابن شیخ علی بخش صاحب منصرم عمارات تھے۔ نزولات مین ۳۴ ہزار ۶ سو ۸۸ روپیہ ۷ آنہ ۹ پائی کمی جانچ عمارات و نہر کوسی اُن کے نام پر باقی حساب طلب چلے آتے تھے مگر کبھی اُن سے کمی جانچ عمارات کا مطالبہ نہین کیا گیا۔ نواب سید کلب علیخان کے انتقال کے بعد کونسل آف ریجنسی کے سامنے مولوی شمس الاسلام صاحب

اور علی بخش ڈوم عرف مناصاحب منصرم فیل خانہ کے حلفی بیان اور مولوی ارشاد حسین صاحب و مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی واسد الدولہ صاحب و صاحبزادہ سید مبارک علی خان عرف منا میان ولد سیّد عبید اللہ خان پسر سیّد فتح علی خان ابن نواب سیّد فیض اللہ خان و حکیم محمد حسین خان و نواب مرزا خان داغ وغیرہ حاضرین دربار نواب سیّد کلب علیخان کی تحریرین مصدق و مؤید اس امر کی ہوئین کہ "نوابصاحب کو کمی جانچ کا محمود علی خان سے وصول کرنا منظور نہ تھا اور بارہا فرمایا کہ یہ رقم محمود علی خان کے ماتحتون پر محض دباؤ رکھنے کے لیے مصلحۃً درج رکھی ہے"۔ جمع خرچ مدخلہ محمود علی خان رسالدار مین جو کمی جانچ کی گئی تھی وہ فرضی اور بلا کسی اصول کے تھی۔ مثلاً ایک عمارت کی تعمیر مین محمود علیخان کے زیر اہتمام دس ہزار روپیہ صرف ہوا اور جانچ کنندہ نے لکھدیا کہ آٹھ ہزار روپیہ لگا ہے مجرد اُسکی تحریر پر دو ہزار روپیہ کم کردیا گیا۔ اور بزدات عمارت مین قائم رہا۔ اِسلیے ۱۳ ستمبر ۱۹۰۸ع کو وہ روپیہ پر ورشاً محمود علیخان کو نواب سیّد مشتاق علی خان صاحب بہادر نے معاف کرکے حسابات مین مجرا دیا۔

نواب صاحب کا ذوق علمی۔ اہل علم کی قدردانی۔ مدارس

اگرچہ بعض اہل خاندان کی سازشین۔ بار انتظام نواب سید کلب علیخان کے روزانہ اوقات اور دل ودماغ کو مصروف رکھتے تھے تاہم اُنکے علمی ذوق پر غالب نہین آسکتے تھے۔ اس ریاست کو آج سے سو برس سے زیادہ ہوے اس مدت مین ایک رئیس بھی ایسا نہین گذرا جو فضل وکمال کے شوق مین

نواب سید کلب علی خان کی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا۔ افسوس یہ ہے
کہ ریاست کے انتساب نے اُن کو نوابون کے پہلو مین جگہ دی۔ ورنہ شاعری
تاریخ۔ ادب۔ موسیقی۔ فقہ کونسی بزم ایسی ہے جہان فخر و شرف کے ساتھ
اُنکو جگہ نہین دی جاتی۔ تحقیق مسائل کی جانب ہمیشہ توجہ رہتی تھی۔ مشکل اور
دشوار مسئلے ہر فن کے کامل سے حل کرتے۔ مباحثے سے زیادہ ذوق تھا۔
یہی وجہ ہے کہ بہت سی تحقیقات علمیہ کا ذخیرہ اُنکے ذہن مین جمع ہو گیا تھا۔
مشہور فارسی کے دیوانون اور نثرون مین شاید ہی کوئی کتاب ہوگی جو اُنکی
نظر سے نہ گذری ہو کوئی تاریخی سرگذشت اکثری فقہی مسائل علوم کے عمدہ مباحثے
فلسفہ و حکمت کے نکتے ایسے نہ تھے جن مین وہ خود بحث و گفتگو کرنے کی لیاقت
نہ رکھتے ہون ذہن خداداد حافظہ بے مثل شوق کا یہ عالم اہل کمال جمع اب کمی
کس چیز کی تھی۔

نوابصاحب نے فارسی کتابین خلیفہ محمد غیاث الدین صاحب عزت تخلص
مؤلف غیاث اللغات سے پڑھی تھین جو خود علوم تحصیلی مین ناتمام تھے بلکہ
زبان عربی سے ناواقف تھے۔ مسائل علمی سُنے سُنائے اور کتب فارسی مین
دیکھکر اپنی مؤلفات مین جمع کرتے رہتے تھے اُنکی علمی معلومات کی یہ حالت ہے
کہ لفظ سفسطہ کو جو حرف فا سے ہے غیاث اللغات مین سقسطہ قاف سے لکھدیا ہے۔
(۲) اور تکسینان کو بگتینان ضبط کیا ہے حالانکہ لفظ اول مین پہلا حرف
تاے فوقانی اُس کے بعد کاف تازی اُسکے بعد سین مہملہ ہے اُنھون نے
پہلا حرف باے موحدہ دوسرا کاف فارسی تیسرا تاے فوقانی قرار دیا ہے

اور لفظ تمکین تحسین کا ہم وزن ہے جیسا کہ انجمن آرائے ناصری مین مذکور ہے۔

(۳) میر کو امیر کا مخفف کہا ہے اور یہ بھی غلطی ہے اس لیے کہ امیر اسم فاعل عربی کا ہے اور میر ترکی کا لفظ ہے سردار کے معنی مین جیسے میر لشکر میر شب۔ میر آب۔ میر سامان۔ میرزا جیسا کہ کلیات صہبائی مین مرقوم ہے۔

(۴) عبد الملک بن مروان کو بغداد کا خلیفہ بتایا ہے حالانکہ بغداد کی خلافت مروانیون کے بعد بنی عباس سے شروع ہوئی ہے۔

(۵) بحر کی جمع ابحار بتائی ہے اور یہ صحیح نہین اس کی جمع بحار بحور اور ابحر ہے۔

(۶) رانا لقب راجہ جیپور کا بتایا ہے اور یہ غلطی ہے یہ لقب والیان اودیپور ملک میواڑ کا ہے اُن کا یہ لقب رانا راہب کے عہد سے مقرر ہوا ہے متاخرین کا مہارانا لقب قرار پایا اور والی گوہد کا بھی رانا لقب تھا جسکی اولاد کے قبضے مین دھولپور کی ریاست ہے۔

(۷) منتخب اللغات اور رسالۂ معربات کے حوالے سے لکھا ہے کہ طبرزد طائے حطی ودال مہملہ کے ساتھ تبرزد کا معرب ہے حالانکہ ان کتب مین لفظ معرب کو ذال معجمہ کے ساتھ بتایا ہے۔

نواب صاحب نے مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی سے بھی کچھ علوم عقلیہ پڑھے تھے اور شمس العلما مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی سے بھی علوم عقلیہ کی بہت سی کتابین پڑھی تھین اور میر عیوض علی خوشنویس سے اصلاح خطی تھی اگرچہ نواب صاحب کی عام مجلسین بھی علمی مذکرون سے خالی نہین ہوتی تھین

لیکن مدت تک جمعہ کا دن اسی کام کے واسطے مخصوص تھا کہ علما جمع ہوتے اور
ہر قسم کے مسائل اُن کے روبرو پیش کیے جاتے یہ عالم آپس مین گفتگو مین کر کے
ایک دوسرے کی گردنین دباتے تھے نواب سید کلب علیخان خود بحث کرتے تھے
لیکن اس آزادی سے گفتگو ئین ہوتی تھین کہ گویا کسی شخص کو یہ علوم ہی نہین
کہ دربار مین نوابصاحب بھی موجود ہین اور اس روز بعض بعض کو انعام بھی
مل جاتا تھا اکثر اپنے ساتھ علما کو دسترخوان پر شریک کرتے اور علما سے
بین الکلام وہی آداب ملحوظ رکھتے جو کہ نائب رسول کے مراتب مین نگاہ
رکھنا چاہیئین۔ بعض علما نواب سید کلب علیخان کے دربار مین ایسے بھی پیش تھے
جو جو فروشی اور گندم نمائی سے دیندار اور ریاست مین صاحب اقتدار
بنے ہوے تھے بعض زبانی جمع خرچ اور لفاظی اور دھوکے کی دلیلون سے
علم کے دعوے دار بنے ہوے تھے۔ مگر مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی
خلف مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی کا لوہا سب پر تیز تھا۔ نواب صاحب
مولوی صاحب کی کمال عزت کرتے تھے اور انکی نازک مزاجیونکو جو بعض وقت
اعتدال کی حد سے بھی تجاوز کر جاتی تھین بڑے حلم و متانت سے برداشت
کرتے تھے۔ مولوی صاحب مدمصاحبین مین ملازم تھے دو سو تیس روپے ماہوار
تنخواہ پاتے تھے نوابصاحب اس تنخواہ کے علاوہ انکو ہزارون روپے سالانہ
دیا کرتے تھے مگر مولوی صاحب اپنے اسراف کی وجہ سے ہمیشہ تنگدست
رہا کرتے تھے۔ وہ بھی اپنی کتب کے دیباچون مین نوابصاحب کے نام نامی کو
نہایت عزت کے الفاظ کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے نواب کا ذکر

اہل علم کی مجالس مین خیر و خوبی کے ساتھ قائم رہے گا۔
مولویصاحب ایک با اخلاق اور وجیہ با مذاق شخص تھے کلام ایسا شیرین تھا کہ قند و مصری پر فوق رکھتا تھا قوت بیانیہ اور انتقال ذہنی انکے حصے مین آئے تھے باریک اور اہم مسائل فلسفہ کو بے تکلف اس خوبی سے طالب علم کو سمجھا دیتے کہ پھر جائے سوال باقی نرہتی۔ مولوی صاحب نقل حکایات اور واقعات دلچسپ کے بیان سے صحبت اور دل کو گلزار کر دیتے تھے کہ احباب کا انکے جلسے کو اور شاگردون کا سبق کو چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا آپکے سامنے جب طالبعلم کتاب کھولے ہوتے تو ایسے لہکتے اور جھکتے تھے کہ وہ لطف باغ مین نہ گل کو حاصل ہے نہ بلبل کو مولوی صاحب کی باتون سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ عالم لطیفہ باز اور فاضل بذلہ سنج ہین چونکہ مولوی صاحب فلسفیانہ مذاق مین ڈوبے ہوے تھے جسکو پابند مذہب اور بزرگون کی لکیر پر چلتا دیکھتے تھے خاک اڑاتے تھے۔ گہری پالیسی کے اور زمانہ ساز آدمی نہ تھے اس لیے نواب سید کلب علیخان کے انتقال کے بعد جنرل اعظم الدین خان مدار المہام سے انکی نہ بنی اور رامپور چھوڑنا پڑا جب تک مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی زندہ رہے تو وہ نواب صدیق حسن خان کے کلام پر اعتراض کرتے رہے نواب صاحب انکے مقابلے کے لیے ہمیشہ یہ چاہتے رہے کہ مولوی عبدالحق صاحب بھوپال آجائین۔ نواب سید کلب علیخان کے انتقال کے بعد یہانکا سلسلہ روزگار جاتا رہا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ مولوی عبدالحی صاحب بھی انتقال کر چکے تھے یہ بامید قدردانی بھوپال ہوتے ہوے حیدرآباد گئے تو منصب دارہ وہمین دوسو روپے ماہوار

مقرر ہوگئے۔ مولوی عبد الحق صاحب نواب سید حامد علیخان کے عہد اختیارات مین
پھر رامپور آئے اور نوابصاحب کی قدردانی سے وہی تنخواہ مقرر ہوگئی۔ مدرسہ عالیہ کے
پرنسپل کردیے گئے اپنے وطن خیرآباد کو رخصت لیکر گئے تھے وہین ۱۳۱۶ھ ہجری مین انتقال کیا۔
ایسے صاحب کمال اور کمال آفرین لوگون کا مرنا نہایت افسوس کا مقام ہے
انکی خوبی کے لائق انکا افسوس کرنا کمال کی لاوارثی پر افسوس کرنا ہے۔

علاوہ علماے موجودہ رامپور کے جنکی معقول تنخواہین نوابصاحب نے
مقرر کردی تھین اور شہرونکے علما بھی اس شہرۂ قدردانی کو سن کر رامپور آتے
اور نواب صاحب اُنھین رخصتانہ معقول دیتے ماہ محرم مین علما کو
طعام لذیذ و نفیس کھلایا جاتا اور اُن کے مکانون پر بھی مزعفر اور
بریانی وغیرہ کی دیگین بھیجی جاتین۔

مگر میرا جہان تک تجربہ ہے ان لوگون کے سینے مین خداترس دل اور
دل مین درد نہ تھا اپنے ہی شکم کی خیر منانے کے عالم تھے۔

نواب صاحب کے فاضلانہ لائف پر اگر کچھ نکتہ چینی ہوسکتی ہے تو یہ
ہوسکتی ہے کہ سررشتۂ تعلیم جو اُنکے عہد سے پیشتر سے مثل ایک کتاب پریشان
اوراق کے تھا اُسکی تہذیب و درستی عمدہ طور پر نہ کی ۱۸۰۰ء مین صرف
دس مدرسے تھے ایک عربی کا مدرسہ خاص شہر مین تھا اس مین ۱۰ معلم اور
۸۶ طالب علم مقرر تھے یہ مدرسہ غالباً ابتداے ریاست سے قائم ہے
مگر عہد نواب سید محمد سعید خان سے غالباً اس کا پورا پورا اجرا ہوا کاغذات
سابقہ مین فقط مدرسہ لکھا جاتا تھا اور اب مدرسۂ عالیہ کہلاتا ہے

ممالک بنگال اور افغانستان سے اکثر طالب علم حصول علم کیلیے اس شہر مین آتے تھے اور مذہبی اور فلسفۂ قدیم کی تعلیم اس مدرسے مین پاتے تھے۔ ان غریب الوطنون سے تعلیم کی بابت ایک پیسہ نہین لیا جاتا تھا بلکہ برخلاف اسکے اکثر یہ لوگ شہر کی کسی مسجد مین قیام اختیار کرتے تھے تو اُنکے خورو نوش کا بندوبست محلے کے لوگ کر دیتے تھے دوسرا فارسی کا مدرسہ تھا اس مین ۳ معلم اور ۴۳ طالب علم تھے تیسرا مدرسہ محض قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے تھا اسے مدرسۂ غوثیہ کہتے تھے اور اس مین حفّاظ تعلیم قرآن کیلیے نوکر تھے چوتھا ناگری کا مدرسہ تھا اس مین دو مُعلم اور تین طالب علم موجود تھے۔ پانچوان انگریزی کا مدرسہ تھا یہ مدرسہ نواب سید کلب علیخان نے قائم کیا تھا اور کل گھر مین جہان اب مہمان خانہ ہے مقرر کیا تھا اس مین دو معلم اور بیس طالب علم تھے چھٹا مدرسہ لڑکیون کا تھا اس مین ایک معلمہ اور ۱۳ شاگرد لڑکیان موجود تھین جو وظیفہ بھی پاتی تھین اور صرف قرآن مجید پڑھایا جاتا تھا اور کچھ اُردو کی کتابین پڑھائی جاتی تھین چار مدرسے عربی اور فارسی کے شاہ آباد بلاسپور۔ ٹانڈہ اور ملک مین مقرر تھے ان مین ۵۹ طالب علم تھے لیکن معلّم صرف چار شخص۔ ہر مدرسے مین ایک معلّم معین تھا باقی بڑے لڑکے چھوٹے بچّون کو تعلیم کر دیا کرتے تھے۔ ان تمام مدرسون کا خرچ اُن سالون مین لعہ مللعہ سالانہ کا تھا۔ خاص شہر کے مدرسون مین عربی مدرسے کے ۲۷ طالب علمون کو اور فارسی مدرسے کے ۱۳ طالب علمون کو اور مدرسۂ غوثیہ کے ۴۴ طالب علمون کو

وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اس وظیفے کی تعداد ۳۶ سہ روپے کی تھی۔ لڑکیونکے مدرسے مین ۱۳ طالب علمون کو ۲۶ روپیہ ماہوار کا وظیفہ فی اسم دو روپیہ مقرر تھا۔ لڑکیان اچھے مکان مین رکھی گئی تھین اُنکو دینیات کی تعلیم ہوتی تھی۔ حفاظت اور پردے کا انتظام خوب تھا۔

کتب خانہ

اس ریاست مین کتب خانے کی بُنیاد نواب سیّد فیض اللہ خان کے عہد سے قائم ہوئی ہے اگرچہ اُس وقت کا رجسٹر یا کوئی کاغذ دستیاب نہین ہو سکتا جس سے اُسکی ابتدائی حالت کی شبیہ پورے طور پر کھینچی جائے لیکن عہد نواب سیّد محمد علیخان بہادر سے آخر عہد نواب سید احمد علی خان بہادر تک اس کتب خانے کو معتدبہ ترقی نہین ہوئی عہد نواب سید محمد سعید خان اور عہد نواب سیّد یوسف علی خان مین کچھ کچھ ترقی ہونے لگی اور عہد نواب سیّد کلب علی خان بہادر مین ترقیاتِ نمایان ہونے لگین ان کا دور اس فخر کے تاج کا طُرّہ ہے۔ کسی قسم کے علم کی کتابین ایسی کم باقی رہین جو لینے نادر کتب خانے مین جمع نکین۔ کیونکہ نواب صاحب کو علوم و فنون سے خاص دلچسپی تھی اسلیے اُنکے اہتمام و توجہ کا اثر وہ ہوا جو ایک شوقین اور قدردان کا ہو سکتا تھا۔ منتخب خوشنویس نوکر رکھ کے اُن سے کتب لکھواتے اور کتب ہمیشہ خرید تے رہتے تھے اور اُنکی قدردانی کے لحاظ سے دُور دُور سے لوگ کتابین لایا کرتے تھے جن لوگون سے دوستانہ تعلق تھا چونکہ آپ کا میلان اسی طرف پاتے تھے اسی مذاق کے تحف وہدایا بھیجتے تھے اُنکی خوش قسمتی یا قدردانی سے

۱۴ ہزار ۹ سو ۶۸ کتابین ہر علم و فن کی جمع ہو گئین نواب صاحب نادر اور نفیس کتاب کے لینے مین کسی طرح دریغ نہین کرتے تھے۔

مولوی سعد اللہ جو مشہور عالم تھے اور نوابونکے دربارون کے زیادہ خواہش مند تھے اُنکے کتب خانے مین کچھ کتابین ایسی تھین جو نوابصاحب کے کتب خانے مین نہ تھین۔ مولوی صاحب نے اس نظر سے کہ یہ کتابین ہمیشہ اُنکے بیٹے مولوی لطف اللہ صاحب کے قبض و تصرف مین رہین اور زبردستونکی دست برد سے بچین اپنی وفات سے کچھ دنون قبل یہ تدبیر کی کہ ایک مہر مین یہ عبارت کھدوا کرا لوقف لایملک وہ مُہر سب کتابون پر لگادی اور ایسی کوئی عبارت کسی کتاب پر نہین لکھی جو وقف ہو جانے پر دلالت کرتی۔ جب مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا تو مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی نے نواب صاحب کو سمجھایا کہ اس عبارت سے کتاب وقف نہین ہو سکتی یہ عبارت کتب فقہ مین موجود ہے پھر وہ کتابین اس کے موجود ہونے سے کب وقف ہو جاتی ہین۔ مولوی سعد اللہ صاحب نے غیرونکے ہاتھ سے بچانے کی مصلحت کے لیے یہ کام کیا ہے نواب صاحب کو جب یہ نکتہ معلوم ہو گیا تو مولوی لطف اللہ صاحب سے نایاب کتابین لے کر اپنے کتب خانے مین جمع کرا دین۔ میرے دوستو! غور سے دیکھو تو نتیجے کے اعتبار سے یہ کوئی بُرائی کا کام نہین کیونکہ وہ کتابین ہمیشہ کو محفوظ ہو گئین اور اسی ملک مین رہین اور علما اُن سے مستفید ہوتے رہینگے۔ نواب صاحب کی حیات مین ہر ایک مشتاق ان کتابون سے مستفید نہین ہو سکتا تھا یہ بے بہا اور نادر الوجود

کتب خانہ باواز بلند نواب سید کلب علیخان کے علمی مذاق اور شوق کی داد دے رہا ہے اور اب بھی اس مین اضافہ نایاب کتب کا ہو رہا ہے۔ مختلف علوم وفنون قدیمہ کی قلمی عربی فارسی اور اُردو کتابین اس کثرت سے ایسی عمدہ اور کمیاب بلکہ نایاب موجود ہین جن پر کتب خانہ جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ یہ مشرقی علوم کا کتب خانہ اگراس کل ملک ہندوستان مین نہین تاہم ان اضلاع گرد و نواح ممالک متحدہ مین سب سے بڑا ہے۔ کتب خانے مین متقدمین ومتاخرین مشاہیر خوشنویسون کے خط نسخ ونستعلیق وکوفی وثلث وغیرہ کی کتابین لکھی ہوئی مُطلّا و مذہب اور قرآن شریف جنکی تیاری مین ہزار ہا روپے کی لاگت اور صرف کثیر آیا ہے پائی جاتی ہین بعض کتابین خود مصنفین کے ہاتھون کی لکھی ہوئی ہین۔ اکثر کتابین مثل دیوان الحاورہ اور صد کلمات جناب امیر علیہ السلام اور انوار البروق چھٹی صدی ہجری کے آغاز کی لکھی ہوئی ہین۔

حق یہ ہے کہ نواب سید کلب علیخان کی فیّاض دلی اور دلچسپی نے اپنے اسلاف کے غیر مکمّل وغیر مرتّب ذخیرۂ کتب کو ایک باشان وشوکت کتب خانہ کر کے دکھایا اور اعلیٰ درجے کے خوشنویس اور طلاساز اور نقّاش باہر سے بُلوا کر نقل کتب کے واسطے ملازم رکھے اور صرف کثیر سے ہر فن اور ہر علم کی کتابین لکھوا کر اُن کے مصنفون کے مُردہ نامون کو زندہ کیا اور عرب وعجم سے قلمی اور چھاپے کے نسخے منگا کر کتب کی تعداد بہت بڑھائی۔

نواب سیّد کلب علیخان کے وقت کا فوجی نظام

انکے وقت مین فوج کی تعداد اڑھائی ہزار آدمیون سے زائد تھی اُسمین سے چھ سو سوار اور باقی پیدل تھے۔

سوار نوابصاحب کا باڈی گارڈ ایک عمدہ ترپ سوارون کا تھا اور وہ مضبوط کمیت گھوڑون پر سوار ہوتے تھے جو سب اچھے معلوم ہوتے تھے اُنکے خُود اور توسدان جرمن سلور کے تھے جو لندن سے براہ راست ایک عمدہ اور مشہور کوٹھی سے منگائے گئے تھے اس رسالے مین ہتھیار صرف کرچ تھی۔ علاوہ اس ترپ کے ایک ترپ سو سوارون کا مختلف خدمات کے لیے تھا اور چار ترپ کا جن مین فی ترپ سو سوار تھے معمولی رسالہ تھا اس رسالے کو فتح جنگ کہتے تھے۔ یہ رسالے تلوار اور کابین سے مسلح تھے۔ باڈی گارڈ مین سپاہی کے بیس روپے اور دفعدار کے چوبیس روپے اور جمعدار کے چالیس روپے اور رسالدار کے ڈیڑھ سو روپے ماہوار مقرر تھے۔ باقی سوارونکی تنخواہ سپاہی کی اٹھارہ روپے دفعدار کی چوبیس روپے اور جمعدار کی چالیس روپے اور رسالدار کی پچھتر روپے ماہوار مقرر تھی۔ ان مین ایک وردی میجر بھی سو روپے ماہوار کا مقرر تھا۔

توپخانہ اس مین تین سو آدمی تھے جن مین سپاہی کی تنخواہ پانچ روپے اور نایک کی آٹھ روپے اور حولدار کی بارہ روپے ماہوار مقرر تھی انکے افسر دو صوبہ دار تھے ایک چالیس روپے اور دوسرا تیس روپے ماہوار پاتا تھا۔ اُنکے زیر دست چار جمعدار پندرہ پندرہ روپے ماہوار کے مقرر تھے

یہ توپچی صرف تلوار سے مسلح تھے۔ توپخانے مین ۲۸ توپین موجود تھین انمین سے چودہ چھ پنی۔ چار توپنی چار پنی چار بارہ پنی اور ایک چودہ پنی تھی باقی پانچ توپون مین سے دو چار پنی دو دو پنی تھین اور ایک تین پنی تھی۔ ان پانچ توپون مین سے چار توپین وہ تھین کہ ۱۸۴۲ء مین نواب سید محمد سعید خان کو انگریزی سرکار سے مرحمت ہوئی تھین۔ یہ سب توپین مُنھ کی طرف سے بھرنے کی تھین اور بیلون سے کھینچی جاتی تھین انمین تے پچیس لائق کام کے تھین پلٹن یعنی باقاعدہ پیدلون کا رسالہ اس مین دس کمپنیان تھین جن مین فی کمپنی سو آدمی تھے۔ اُن کا مجموعہ ایک ہزار تھا۔ مشمول ایک بینڈ باجے کے اس پلٹن مین سپاہی کی تنخواہ پانچ روپے اور نایک کی آٹھ روپے اور حولدار کی دس روپے تھی انکے بڑے افسر دس صوبہ دار تھے جن مین سے ایک کی تنخواہ پچاس روپے ماہوار تھی یہ شخص صوبہ دار بہادر کہلاتا تھا اسکا عہدہ بمنزلے لفٹنٹ کے تھا اور باقی نو صوبہ دارون کی تنخواہ تیس تیس روپے ماہوار تھی انکے نیچے دس جمعدار بیس بیس روپے ماہوار کے مقرر تھے اس پلٹن کے پاس مُنھ کی طرف سے بھرنے کی سنگین دار بندوقین تھین جو ۱۸۵۸ء مین انگریزی سرکار سے ہزار بندوقین نواب سید کلب علیخان کو عطا ہوئی تھین۔ نواب سید محمد سعید خان کے عہد مین پلٹن قائم ہوئی تو بیرون شہر ڈونگر پور دروازے سے پون میل کے فاصلے پر ایک قدیمی کچی گڑھی تھی اسمین اس پلٹن کا قیام تجویز ہوا اور کپتان فلس ہینسز کو اس پلٹن کا افسر مقرر کیا تخمیناً سترہ برس یہ پلٹن اس گڑھی مین قیام پذیر رہی اور متصل گڑھی کے

کپتان فلس کے لیے علٰحدہ بنگلہ بنوا دیا گیا جو ابتک موجود ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء مین جب رامپور کی فوج کو نواب سید یوسف علی خان نے جا بہ جا متعین کیا اُس وقت پلٹن کو اپنے محلات اور خاص شہر کی حفاظت کا کام تفویض کیا اور ترپولیا کے چوک کے اندر دو کانون مین اُس کا قیام تجویز ہوا جہان پلٹن ۱۸۹۲ء تک مقیم تھی غدر مین پلٹن نے وہ مستعدی اور افسرون نے وہ جانفشانی ظاہر کی کہ نواب سید یوسف علی خان نے فرمایا کہ پلٹن اسی مقام پر ہمارے پیش نظر رہا کرے اور اُس کی جگہ مقام گڑھی مین سوارون کا رسالہ رہا کرے ۳۶ برس پلٹن اسی مقام پر رہی۔

علی غول یعنی بے قاعدہ رسالہ پیدلون کا جن مین فی رسالہ سو جوان تھے وہ سات رسالے تھے ان مین سپاہی کی تنخواہ چار روپے دفعدار کی پانچ روپے ماہوار تھی ان کے اعلیٰ افسر رسالدار کہلاتے تھے اس جماعت مین سات رسالدار تیس تیس روپے ماہوار کے اور سات نائب رسالدار بیس بیس روپے کے اور سات جمعدار دس دس روپے کے مقرر تھے ان رسالون مین سے دو رسالے خاص کہلاتے تھے اُن مین قریب دو سو آدمیون کے بھرتی تھے۔ یہ لوگ سرکاری مکانات کے دروازون پر اور پلنگ کے پہرے پر مقرر تھے انکے متعلق اور کوئی کام نہ تھا۔ باقی رسالے کچہریات اور تحصیلون وغیرہ کی خدمات پر مامور تھے۔ یہ بے قاعدہ پیدلون کا رسالہ تلوار اور توڑے دار بندوق سے مسلح تھا جو ٹوپی دار کی گئی تھین نواب صاحب کی حفاظت کے سپاہی جو پلنگ کا پہرا کہلاتا تھا امتیاز کے لیے چاندی کا

اک ایک توڑا اپنے سُرخ عمامے پر باندھے رہتے تھے علی غول کے پاس طنبور باجہ تھا۔ اِس تمام فوج کا افسر اعلیٰ جنرل کہلاتا تھا۔ نوابصاحب بہادر کے ابتدائے عہد سے اِس عُہدے پر صاحبزادہ سید علی اصغر خان مقرر تھے اُن کی تنخواہ چارسو روپے ماہوار تھی اور یہی صاحبزادے شیخ وجیہ الزمان خانصاحب کے انتقال کے بعد سے انگریزی سلطنت کے واسطے ریاست کی جانب سے سفیر مقرر تھے۔ ۲۴ شعبان ۱۲۹۵ھ ہجری مطابق ۲۴۔ اگست ۱۸۷۸ء کو سیّد علی اصغر خان نے انتقال کیا۔ تو نواب سید کلب علیخان نے اعظم الدین خان کو بمشاہرہ ماصہ ماہوار جنرل مقرر کیا۔ نواب ان سے بھی سفارت کا کام لیتے تھے۔ اِس ریاست مین یہ قاعدہ تھا کہ رجمنٹ فتح جنگ کی کمان کے واسطے حسب تجویز گورنمنٹ آف انڈیا سردار بہادر مقرر ہوتا تھا۔ یہ قاعدہ عہد نواب سید کلب علی خان تک برابر قائم رہا ۱۸۷۹ء مین وہ پابندی موقوف ہوئی چنانچہ صاحب ایجنٹ نے اپنے مراسلۂ مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۷۹ء کے ذریعہ سے باضابطہ گورنمنٹ کی جانب سے نواب صاحب کو مجاز کر دیا کہ جس کو چاہین مامور کرین۔ نوابصاحب نے اس عہدے پر بھی جنرل صاحب کو ۲۰۔ اگست ۱۸۷۹ء کو مقرر کر دیا اور ۵۰ روپے تنخواہ مین اضافہ کیے۔

پولیس

پولیس مین ۱۸۶۱ء کے ایکٹ نمبر ۵ کے بموجب کارروائی ہوتی تھی یہ پولیس فوجی قاعدے پر بھرتی کیا گیا تھا اور اُسی قاعدے کے بموجب اُس کا رجسٹر وغیرہ چلا جاتا تھا اگرچہ اُنکی تعلیم فوجی سپاہیونکی سی تھی پولیس کے سپاہی کی تنخواہ چار روپے اور دفعدار کی

پانچ روپے سے سات روپے تک مقرر تھی انکے پاس چقماق دارین بندوقین اور تلوارین تھین جنکو نوابصاحب نے ٹوپی دار کرا دیا تھا۔ اور اس کام کیلیے ہر سپاہی کی تنخواہ سے اٹھارہ آنے کٹ گئے تھے اور جس نے بطور خود بندوق کو ٹوپی دار کرا لیا اُس سے کچھ نہین کٹا۔

سپاہیان پولیس معمولی کام کرنے کے بعد اپنے ذاتی کامون مین اکثر مصروف ہو جاتے تھے اور خاص ضرورتون کے وقت مین اپنے مقام تعیناتی پر کم ملا کرتے تھے مگر باوجود اس کے جرائم سنگین کا وقوع کم تھا اُس وقت ڈلکے کا تو نام بھی سُننے مین نہ آتا تھا مجھے یاد ہے کہ انتظام کا یہ عالم تھا کہ ایک بڈھا پھوس راتون کو جو چیز چاہتا ہاتھ مین لیے چلا جاتا جہان چاہتا پڑ رہتا علاقے مین بھی چور یا لٹیرے کی مجال نہ تھی کہ آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکے۔ اہل پولیس واردات کی خبر سُنتے ہی فوراً موقع پر پہونچتے اور اُسکی تحقیق و تفتیش کرنا لازمی و ضروری سمجھتے اور واردات برآمد نہوتی تو نوابصاحب دباغت کے لیے تمام عملۂ پولیس کی جس کا خاص تعلق موقع واردات سے ہوتا تنخواہ بند کر دیتے۔ انکو معطل کر دیتے اسلیے سنگین سے سنگین واردات کا جلدی سراغ نکل آتا تھا اور پولیس برآمد کرنے مین جان توڑ کر کوشش کرتا تھا ایک شخص نے واردات کی اُسکے اپنے یگانے سب گھیر لیے جاتے تھے اسلیے وہ ہاتھ آجاتا تھا مشتبہ مجرم پکڑائے جاتے تھے۔ اس مین شک نہین کہ اس مین کبھی کبھی ناکردہ گناہ بھی ایذا پا لیتے ہونگے۔ مگر سو مین دس کی نسبت ایسا ہوتا تھا۔ ورنہ پولیس ایسا جانچ کر اُن اشخاص کو پکڑتا تھا جن سے واردات کا پتہ چل ہی جاتا تھا اور ایک لکڑ کو آدمی کی شکل پر ڈول کر کوتوالی کے دروازے پر گاڑ دیا گیا تھا

نام اسکا لال خان کا لگڑ رکھا تھا کیونکہ اس کو لال رنگدیا تھا اس سے بندھکر بعض مجرم پٹتے تھے۔ تاہم یہ علانیہ پٹوانا بیدردی اور سختی مین اُس ایذا سے کم ہے جو آج کل تہذیب کے پردے مین پہونچتی ہے۔ نام تو یہ ہے کہ مجرم کو پٹواتے نہین حکمت عملی سے اقبال جرم کراتے ہین مگر یہ حکمت عملی بہت سے دردناک مظالم سے بھری ہوتی ہے۔ آج کل باوجود اتنی قانونی کوششون کے بھی بدمعاشون کے ہاتھ سے رعایا زیادہ بے چین ہے۔ نواب سیّد کلب علیخان کے عہد مین انسداد جرائم یا دوسری عام انتظامی حالتون کا انحصار پولیس ہی کی کوششون پر نہ تھا۔ دوسرے ذرائع سے بھی بہت سے کام درست ہو جاتے تھے۔

اُس وقت علاقے مین چھ تھانے یعنی پولیس اسٹیشن تھے۔ (۱) سینگن کھیڑہ (۲) اجیت پور (۳) شاہ آباد (۴) ملک (۵) بلاسپور (۶) سوار۔ ان مقامون پر یہ پولیس کی چوکیان قائم تھین۔ ہر ایک تھانے مین ایک تھانہ دار اور پندرہ سپاہی تعینات تھے۔ شہر مین سپاہیان پولیس کے رہنے کے لیے سولہ تھانے مقرر تھے۔ یہ تمام تھانے مع کوتوالی کے کوتوال شہر کے ماتحت تھے شہر کا افسر پولیس کوتوال کہلاتا تھا۔ اُس کی تنخواہ پچاس روپے ماہوار تھی۔ اور تین جمعدار دس دس روپے ماہوار کے مقرر تھے۔ کوتوالی شہر مین کوتوال کے ماتحت سو سپاہی تھے انکے سوا سو سپاہی تحصیلات اور عدالتون مین متعین تھے غرضکہ پانسو سپاہی مع ایک کافی تعداد چوکیدارون کے جو ہر ایک تھانے مین مقرر تھے تمام ریاست مین تھے پولیس کی تنخواہ ریاست کے خزانے سے ملتی تھی۔ سپاہیون کے علاوہ شہر مین جس قدر چوکیدار تھے اُنکی تنخواہ بھی ماہ بماہ

خزانے سے ملتی تھی مگر اُنکے صرف کے واسطے شہر کے مرفہ الحال آدمیون سے
چوکیداری کا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ غریب لوگون پر اس کا بار نہ تھا
یہ ٹیکس میر محلہ یا معزز لوگون کی معرفت وصول کیا جاتا تھا۔ علاقے مین
چوکیدارون کے لیے نقشی مین سے فی روپیہ پاؤ آنہ اور بٹائی مین سے
فی ہَل تیس سیر اناج مقرر تھا۔ اِس کے علاوہ اُن کو گانون مین
تھوڑی سی زمین بھی معافی کی ملتی تھی۔ تمام انتظام پولیس
حاکم فوجداری کے ماتحت تھا اور پولیس کے تمام معاملات کی
کارروائی اُس کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ ۱۸۰۸ء سے ۱۸۱۶ء تک کی
رپورٹ مین کُل ۲۶ خون اور ۳۲ چوری کی وارداتین پائی جاتی ہین
چوری کے مال کی سالانہ مقدار ۱۲۵۹۰۷ روپے سے لے کر ۴۰۳۴۹
روپے تک ہے جس مین سے ۱۳۵۰۳ سے لے کر ۱۵۲۵۰ روپے تک
برآمد کیے گئے ہین اسی طرح فی صدی ۲۲ آدمیون سے لیکر ۵۲ مجرمون تک
سالانہ سزایاب ہوئے ہین۔ مگر دخترکشی کا جرم کبھی وقوع مین نہین آیا۔

ایکبار نوابصاحب سے ایک لکھنوی مصاحب نے عرض کیا کہ حضور
بندہ زادہ جوان قابل خدمت سرکار ہے اور فلان تھانہ داری خالی ہے
اُس جگہ بندہ زادے کو مقرر فرما دیا جائے نواب صاحب نے
جواب دیا کہ یہ ملک پٹھانون کا ہے ان پر حکومت کرنا یہی لوگ
خوب جانتے ہین۔ اگر آپ پر آپ کے بیٹے کا خرچ بار ہے تو ہم اپنی جیب خاص سے
اُسکے مصارف کے لیے دیا کرینگے۔

قیدیون کی حالت

جیل خانہ حاکم فوجداری کی زیر نگرانی ایک جیلر کی سپردگی مین تھا۔ جس کے عملے مین بہت سے آدمی ماتحت تھے سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین اس جیل خانے مین ۴۰۰ مرد اور ۷۴ عورتین مقید تھین۔ کام کاج کرنے والے قیدیون کی روزانہ اوسط چار سو آدمیون کے قریب تھی۔ ان مین سے ۱۷۵ جیل کے باہر سڑکون اور عمارات وغیرہ کے کام پر جاتے تھے باقی آدمی جیل کے اندر آٹا پیسنے رسیان بٹنے مونج کی چٹائیان بنانے کمبل بننے سوت کاتنے کپڑا بننے کاغذ بنانے قالین تیار کرنے بانس کی چھڑیان درست کرنے پر مامور رہتے تھے۔ جیل کے صرف مین سالانہ اوسط فی قیدی ۴۵ روپے پڑتے تھے اور قیدیون کی محنت اور مزدوری کی آمدنی فی کس ۲۳ روپے سالانہ ہوتی تھی۔ یہ آمدنی مجرا کر کے ۲۲ روپے فی کس صرف مین پڑتے تھے۔ قیدیون کی خوراک مین فی کس اڑھائی پاؤ آٹا ڈیڑھ چھٹانک دال آدھ پاؤ بھنے ہوے چنے نو ماشہ نمک تین ماشہ تیل تین پاؤ لکڑیان مقرر تھین اور ہفتے مین دوبار فی کس پاؤ بھر ترکاری ملا کرتی تھی کپڑون مین مردون کو ایک کمبل اور عورتون کو دو جوڑے کپڑے سالانہ ملتے تھے۔ لیکن قیدیون کو اپنے گھر سے منگا کر صاف اور سادے کپڑے پہننے کی بھی اجازت دی گئی تھی نواب صاحب کے انتقال کے وقت ۳۷۵ قیدی مندرجہ فہرست تھے۔

نواب صاحب کی سرکار کے اہل کمال

نواب صاحب خوش اقبالی مین اپنے آباؤ اجداد سے بڑھے ہوے تھے

عُلما فقرا اطبا شعرا وغیرہ تمام اہل ہنر کے بڑے قدردان اور جویاے کمال تھے نکتے کو کتابون کے مول خریدتے تھے۔ خصوصاً لکھنؤ کے تباہی زدون کے لیے یہی ٹھکانا تھا۔ جو وہان سے نکلتا تھا ادھر ہی رُخ کرتا تھا اور اتنا کچھ پاتا تھا کہ پھر دوسری طرف خیال نہ جاتا تھا۔ ہم اُن کے دربار اور عہد کے بعض اہل فضل وکمال کی یہان فہرست دیتے ہین جس سے اُن کی فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے اگر اُن لوگون کے لائف لکھ کر اس فرض کو پُورا پُورا ادا کرنا چاہین تو اصل کتاب کے علاوہ کئی جلدین تیار کرنی پڑینگی۔ اگرچہ اُنکا دربار اکبری یا شاہجہانی دربار نہ تھا مگر اہل فضل وکمال شان ریاست سے بدرجہا زیادہ تھے چونکہ نوابصاحب خود محقق اور ماہر فن تھے اور اُن کے دربار مین فروغ پانا کچھ آسان بات نہ تھی۔ شہر مین کمال عام کا رواج ہو گیا تھا اور اُس کے ساتھ نواب سید کلب علیخان کی پایہ شناسی اور فیاضیون نے اور بھی حوصلے بڑھا دیے تھے۔

نوابصاحب کے نام پر اکثر اُن شعرا کے قصیدے ہین جو آجکل اُستاد مانے ہوے ہین جنکے دیکھنے سے اُنکی شان و شوکت کے جلسے آنکھون مین پھر جاتے ہین معلوم ہوتا ہو کہ اُنکے مصاحب بھی بڑے زندہ دل اور شگفتہ مزاج تھے

عُلما

مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی مؤلف شرح ہدایت الحکمۃ وشرح مسلم الثبوت وجواہر الغالیہ فی حکمۃ المتعالیۃ وحاشیہ حمداللہ وحاشیہ میرزاہد اُمور عامہ وغیرہ۔ مولوی سعداللہ صاحب ابن مولوی نظام الدین مرادآبادی مؤلف القول المانوس فی صفات القاموس اور نور الصباح فی غثرات الصراح اور خلاصۃ النوادر اور نوادر البیان فی علوم القرآن اور رسالہ قوس وقزح

اور شرح ضابطہ تہذیب اور نوادر الاصول فی شرح الفصول اور عروض
باقافیہ وغیرہ۔ مولوی مسیح الدین صاحب۔ مولوی ارشاد حسین صاحب
مؤلف ارشاد الصرف وانتصار الحق وغیرہ مولوی سدید الدین صاحب
مولوی ریاض الدین صاحب۔ مولوی عبد العلی صاحب ریاضی دان۔
مولوی عالم علی صاحب۔ مولوی محمود عالم صاحب۔ مولوی شاہ علی صاحب
مولوی سید حسن شاہ صاحب محدث۔ مولوی محمد شاہ صاحب محدث۔
مولوی عبد القادر خان صاحب مفتی عدالت دیوانی مولوی سیف الدین
خان صاحب لمجی۔ مولوی ولی محمد خان صاحب بسمل۔ حافظ صدیق صاحب
نابینا۔ مولوی سید منیر علی صاحب خلف مولانا رستم علی صاحب محشی میر زاہد
رسالہ شاگرد مولوی عبد العلی بحر العلوم۔ مولوی لطف اللہ صاحب
بن مولوی سعد اللہ صاحب۔

شعرا

منشی مظفر علی خان اسیر تخلص شاگرد غلام ہمدانی مصحفی منشی امیر احمد صاحب
مینائی شاگرد منشی مظفر علی خان اسیر۔ نواب مرزا خان صاحب داغ ولد نواب
شمس الدین خان صاحب شاگرد ذوق۔ سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی
شاگرد مرزا رضا برق۔ منشی سید اسمعیل حسین منیر شاگرد شیخ امام بخش ناسخ
و میر علی اوسط رشک۔ شیخ امداد علی صاحب بحر شاگرد ناسخ۔ خواجہ ارشد علیخان
قلق شاگرد شیخ ناسخ و خواجہ وزیر۔ حسین علی خان شادان بن زین العابدین خان
عارف شاگرد و نبیرہ مرزا اسد اللہ خان غالب۔ خواجہ محمد بشیر صاحب۔

منشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی شاگرد محمد اصغر علی خان نسیم دہلوی۔ صاحب عالم مرزا رحیم الدین حیا شاگرد شاہ نصیر دہلوی۔ مرزا معین الدین حیدر غمین شاگرد مرزا خانی نوازش۔ آغا علی نقی غنی شاگرد منشی سید اسمٰعیل حسین صاحب منیر۔ آغا محمد شیرازی نثار تخلص۔ مرزا احمد علی صاحب رسا رامپوری شاگرد شیخ احمد علی بیمار۔ میر محمد زکی صاحب بلگرامی زکی تخلص۔ منشی گوبند لال صاحب صبا تخلص۔ لالہ کنج بہاری لال صاحب حیرت تخلص۔ میر یار علی جان صاحب تخلص ریختی گو شاگرد نواب عاشور علیخان لکھنوی۔

شعراے تاریخ گو

سید زین العابدین صاحب عرف سید منصور علی رامپوری منصور علی تخلص شاگرد میاں رفیع الدرجات نزہت۔ منشی صابر حسین صاحب سہسوانی صبا تخلص شاگرد محمد انوار حسین تسلیم و مولوی محمد ایوب خان گلشن۔

کبیشر (بھاکا زبان کے شعرا)

پنڈت بدی چند صاحب ابن پنڈت اُتم چند۔ چوبے بلدیوداس تواری بلدیو تخلص ابن چوبے جگناتھ تواری۔ پنڈت دت رام صاحب دت تخلص ابن بھوانی داس۔ گوال رائے صاحب گوال تخلص ولد رائے سیوارام۔

کاملین زبان فارسی

شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص شاگرد عنبر شاہ خان و کبیر خان۔ عبدالرزاق خان شاگرد شیخ احمد علی صاحب۔ عبداللہ خان عرف بھیا خان۔ حسین خان نامی تخلص شاگرد شیخ احمد علی صاحب۔ مولوی عبدالرحیم صاحب۔

عرف مولوی ابوالحمید صاحب فرخی۔

خوشنویس

میر عیوض علی صاحب نستعلیق نویس عدیل تخلص ابن میر چاند علی سید حسینی شاگرد حافظ نور اللہ صاحب۔ میر ناظر علی ناظر تخلص متبنائے میر عوض علی صاحب۔ شیخ الٰہی بخش صاحب غریب تخلص المخاطب بہ رجان رقم۔ (یہ صاحب خط نسخ مین آغا غلام رسول صاحب کشمیری کے شاگرد ہین اور نستعلیق مین میر عیوض علی صاحب کے) محمد کریم اللہ خان کریم تخلص شاگرد میر عیوض علی صاحب۔ سلام اللہ صاحب ولد میانجی رحیم اللہ صاحب آغا غلام رسول صاحب کشمیری نسخ نویس۔ مولوی غلام رسول صاحب رامپوری نسخ نویس شاگرد میانجی عبد اللہ۔ آغا محمد علی صاحب کشمیری شاگرد آغا غلام رسول کشمیری۔

حفاظ و قُرّاء

علی حسن صاحب۔ اور آغا علی صاحب۔

سوزخوان و روضہ خوان وغیرہ

سید امداد حسین عرف اچھے صاحب سوزخوان۔ آغا محمد حسین روضہ خوان حسین تخلص ابن آغا محمد علی ولد حاجی محمد بیگ۔ آغا محمد علی شیرازی کتاب خوان شیدا تخلص ابن حاجی ملا محمد شیرازی۔ آغا یوسف علی خان محوی تخلص کتاب خوان۔

مشاقان فنون سپاہ گری مثلاً بکیت و پھکیت و تیرانداز وغیرہ

(۱) محب علی خان بکیت ساکن کانپور یہ صاحب بانک کے کام مین

کامل تھے اور بانک لکڑی کی چھری ہوتی ہے دو آدمی ایسی دو چھریان ہاتھوںمین لیکر
آپس مین مارنے کے لیئے داؤن پیچ کرتے ہین۔ تاکہ دشمن کو چھری سے مار لینے
اور اُسکے حملے کو بیکار کردینے کی مشق حاصل ہوجائے۔ بخلاف پٹے بازی کے
کہ اُسکا یہ مقصود ہے کہ حریف پر چیرہ دستی کرکے اُس کو تلوار سے مار لینے
اور خود بذریعہ ڈھال کے اُسکی ضرب سے بچنے پر قدرت حاصل ہوجائے
زمانے کی رفتار تو دیکھیے جو فن کسی زمانے مین سپاہیانہ عادات کے لیے
سرمایۂ نازش تھا۔ اُس کو نواب سید کلب علی خان نے اتنا بیہودہ سمجھا کہ
محب علی خان کی تنخواہ مد مصاحبان سے نکالکر ارباب نشاط کے زُمرے مین
داخل کردی وہان ساٹھ پاتے تھے یہان تیس رہ گئے۔

(۲) سیّد حیدر حسین صاحب تیر انداز دہلوی۔

(۳) رسالدار میر محمد خان رامپوری وغیرہ۔

داستان گو

منشی انبا پرشاد رسا لکھنوی جن کا نام بعد قبول اسلام عبدالرحمن رکھاگیا
ابن لالہ چندی پرشاد شاگرد مرزا تقی خان ہوس۔ میر نواب۔ سید حسین۔
اسی طرح بہت سے ارباب کمال مثلاً شاطر۔ نقاش۔ مصور۔ گنجفہ باز اور
پہلوان بھی تھے جنکے نام بسبب طوالت کے قلم انداز کیے گئے اِن لوگون پر
نواب صاحب فخر کرتے تھے کہ ہمارے یہان ایسے ایسے لائق لوگ موجود ہین
کہ ہندوستان مین جن کا نظیر نہین ہے اور طبعی غیور ہونے کے باعث اُن کو
یہ امر بھی گوارا نہ تھا کہ خاندان کا آدمی یا معزز ملازم کسی دوسرے رئیس سے

التجا سے ملازمت کرے۔

طرفہ یہ ہے کہ نواب صاحب نے ملازمین کی تنخواہ باعتبار تعلق و کمال فن بہت ہی کم رکھی تھی زبانی خاطر و مدارات و دلدہی اور انعام و عنایات زیادہ کرتے رہتے تھے۔ مثلاً محمود علی خان رسالدار کہ سو روپئے ماہوار تنخواہ پاتے تھے اصل خدمت رسالداری کی انجام دیتے تھے۔ میر عمارت بھی تھے یعنی جس قدر تعمیر و مرمت مکانات سرکاری کی ہوتی تھی اُنہی کے انتظام سے ہوتی تھی۔ مصاحبت رئیس بھی کرتے تھے اور اُن ریاستونمین کہ جہان رسم اتحاد رئیس تھا سفارت بھی کرتے تھے۔ اسی طرح نواب مرزا خان داغ کہ مصاحبان شاعران مین ملازم تھے اور کارمنصری اصطبل سرکاری اور فراش خانے کا بھی ان سے متعلق تھا۔ یہ قوی ہیکل اور سیاہ فام تھے اور شد بود کا علم بھی رکھتے تھے زبان اچھی تھی اور غزل کی جان تھی لیکن طبیعت قصیدے کے مناسب نہ تھی جو دو چار قصیدے لکھے بھی ہین تو وہ غزلیت کی بندش چھوڑ کر قصیدے کی قوت اور اصول متانت کو نہ پہونچ سکے تنخواہ بڑے بڑے آدمیون کی کم تھی جیسا کہ اس ریاست مین آج کل ہے یہ بات کہان تھی لیکن اُنکے عہد حکومت مین عہدہ دارون کی نگاہ مشاہرے سے زیادہ صلون اور انعامات پر لگی رہتی تھی جو وقتاً فوقتاً کسی خاص خوشی یا اظہار کارگذاری کے وقت اُن کو ملتے رہتے تھے۔

نام	عہدہ	تنخواہ	تاریخ ملازمت
منشی امیر احمد صاحب مینائی۔	شاعر	ما ر	

مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی	مصاحب	مار	۷ جون ۱۸۶۵ء
خواجہ ارشد علیخان قلق عرف خواجہ اسد۔	مصاحب	مار	
منشی احمد حسن خان عروج۔	مصاحب	مار	۱۷ مارچ ۱۸۶۷ء
نواب مرزا خان داغ۔	مصاحبت وغیرہ	معہ	۱۴ اپریل ۱۸۶۶ء
منشی مظفر علیخان اسیر۔	شاعر	مار	
حکیم علی حسین خان لکھنوی۔	طبابت	سار	۱۰ اگست ۱۸۶۵ء
حکیم ابراہیم خان جو نصیر الدین حیدر اور قدسیہ محل کے معالج خاص تھے	طبابت	مار سے امار تک پہونچ گئے	۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء
حکیم حسن رضا خان لکھنوی۔	طبابت	مار	ایضاً
حکیم احمد رضا خان ابن حکیم حسن رضا خان۔	طبابت	سہ سے صہ کو پہونچ گئے	
حکیم حسین رضا خان ابن حکیم حسن رضا خان۔	طبابت	سہ	
میر عوض علی۔	خوشنویس	ما	
سید امداد حسین عرف اچھے صاحب۔	سوزخوان	صہ	
محب علی خان ساکن کانپور۔	بکیت	عہ سے سہ پر تنزل کر دئے گئے	۳ مارچ ۱۸۸۶ء
انبا پرشاد جن کا نام بعد قبول اسلام عبدالرحمن رکھا تھا۔	داستان گو	صہ	۱۴ مارچ ۱۸۵۷ء

میر نواب لکھنوی۔	داستان گو	۵۰ر	
باقر علی۔	گویا	مار	۱۶ استمبر ۶۸ سنہ ۱۸ء
قطب بخش عرف قطب علی المخاطب منجانب واجد علی شاہ بادشاہ اودھ بہ قطب الدولہ۔	ستار نواز	۵۰	۲۰ جون ۶۵ سنہ ۱۸ء
بہادر حسین	گویّہ و بین کار	مار	۲۶ اپریل ۸۵ سنہ ۱۸ء

نواب سیّد کلب علیخان کے نغمۂ و سرود اور عیش و طرب کے جلسے

نواب صاحب ابتدا مین نغمۂ و سرود سے بالکل محترز رہے چند روز کے بعد شوق پیدا ہوا مگر اتنا ہی کہ احتیاط کے ساتھ کبھی کبھی سُن لیتے تھے۔ پھر تو ایسی چاٹ پڑ گئی کہ ایک دن ان صحبتون کے بغیر بسر نہین کر سکتے تھے لیکن اگر انصاف سے دیکھیے تو اِس مین تعجب کی کیا بات ہے۔ آزادی حوصلہ مندی لطافت طبع جوش شباب ہمیشہ زہد کی حکومت سے باغی رہتے آئے ہین۔ فراغ اطمینان زر و مال سب کچھ میّسر تھا۔ پھر کیا چیز تھی جو اُن کو زندگی کے حظ مقاصد سے روک سکتی۔ مذہب البتہ در انداز ہو سکتا تھا لیکن جدّت پسند طبیعتین اُس کو بھی کھینچ تان کر اپنے ڈھب کا بنا لیتی ہین۔ نوابصاحب کے دربار مین مغنیون کا ایک بڑا گروہ موجود تھا جنھون نے علمی اُصول و قواعد کے موافق موسیقی کو معراج کمال تک پہونچا دیا تھا اور جن مین قطب الدولہ ستار نواز۔ باقر علی گویا۔ بہادر حسین بین کار۔ امیر خان بین کار اس فن کے اُستاد

تسلیم کیے گئے تھے۔ اوران مغنیون کے سوا ایک گروہ طوایفون کا تھا جن سے
نواب صاحب کے جلسون کو زینت تھی۔ جن لوگون نے نواب صاحب کو
کبھی فقہ اور حدیث کا تذکرہ کرتے دیکھا اور کبھی اہل کمال کے ساتھ اُن کی
عالمانہ بحثین سُنی ہین اگرچہ اُن کو اُن کے ان عیش وطرب کے جلسون سے
تعجب ہوگا مگر انصاف یہ ہے کہ یہ جلسے بھی علمی مذاق سے بالکل خالی نہ تھے
اس قسم کے جلسے جو شاعرانہ جذبات کو پورے جوش کے ساتھ اُبھار دیتے ہین
اگر متانت وتہذیب کے ساتھ ہون تو انشا پردازی پر نہایت عمدہ اثر
پیدا کرتے ہین۔ نواب صاحب خود سخن سنج اور موسیقی کے ماہر تھے۔
یاران مجلس بھی عموماً نازک خیال اور نکتہ شناس تھے۔ بات بات پر شاعرانہ لطیفے
ایجاد ہوتے تھے کبھی موسیقی کی بحث چھڑ جاتی۔ کبھی مصرعون یا شعرون پر
شعرا کی طبع آزمائیون کا امتحان ہوتا۔ کبھی الفاظ کی تحقیقات ہونے لگتی۔
مگر ہر ایک صحبت کے لیے ایک وقت خاص نہایت پابندی کے ساتھ
مقرر تھا۔

نواب سیّد کلب علیخان کا مذہب اور نیک کامومین اُنکی سخاوت

نواب صاحب سُنّی مذہب حنفی مشرب تھے اور اس مذہب کے نہایت حامی
و پابند تھے۔ جب آپ مسند نشین ہوے تو عشرۂ محرم مین جو امام باڑہ سرکاری مین
مجالس عزا منعقد ہوا کرتی تھین اُنکے صرف مین ترمیم کی اہل شہر بدستور مصروف
عزاداری رہے۔ ہر سال تعزیے بکثرت بنتے رہے اور باضابطہ عام طور پر
نواب صاحب مانع بھی نہوے۔ زمانے کا انقلاب دیکھو اُن کے پوتے کے

وقت مین یہ عالم ہوا کہ حاسدی دربار کا رنگ ہی اور ہو گیا جو لوگ ایک زمانے مین دب کر سختی اُٹھاتے ہین کچھ عرصے کے بعد زمانہ ضرور اُنھین اُٹھا کر بلند کرتا ہے

نواب سید کلب علی خان اس بات مین بے شک نہایت تعریف کے مستحق ہین کہ باوصف اعلےٰ درجے کے عیش وعشرت کے مذہبی معاملات مین نہایت راسخ تھے فرائض اور اعمال کے سخت پابند تھے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُنکی جو سچی ارادت تھی عاشقانہ وارفتگی کی حد تک پہونچ گئی تھی۔ جب ایک نشان قدم پتھر پر آنحضرت کے قدم شریف کے نام سے اُنکو ملا تو اُس کو نہایت عقیدت کے ساتھ بے نظیر کے متصل ایک مذہبی زیارت کے طور پر قائم کیا اور اُسکی خوشنما عمارت تیار ہو کر ۱۶ محرم ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۲۶ مارچ ۱۸۷۲ء کو منگل کے دن اُسکی رسم افتتاح ادا کی گئی۔ محدثین کو اس بات مین اختلاف ہے کہ آنحضرت سے کوئی ایسا معجزہ ظہور مین آیا ہے یا نہین۔ سیرت شامی مین معجزۂ قدم کا انکار ہی کیا ہے۔ ایک بار وہ قدم نواب صاحب کے عہد مین چوری بھی گیا تھا۔ جو بہت سی کوشش کے بعد دستیاب ہوا جب سے نوابصاحب نے انتقال کیا ہے قدم شریف کا بھی چرچا گھٹ گیا۔

مسند نشینی سے آٹھوین برس نواب صاحب زیارت حرمین شریفین کو گئے اور حج کیا اور لاکھون روپیہ اس نیک کام مین خرچ کیا ناظرین کو چاہیے کہ اس موقع پر اُنکے سفر حج پر ایک بار اور نظر ڈالین۔ اخبار دبدبۂ سکندری مین

نظر سے گذرا ہے کہ ۱۲۹۶ھ ہجری مین جب جبہ مقدس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رامپور مین آیا تو نواب سیّد کلب علی خان کو رویت جمال سراپا کمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی فرمایا کلب علی کیا چاہتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے دولت دیدار سے مالا مال ہوا سعادت دارین ملگئی اس سے بڑھکر اور کیا نعمت ہے جو طلب کرون۔ فرمایا نہین۔ عرض کیا اے شہنشاہ دوسرا علیک التحیۃ والثناء دم مرگ میری مدد ہو حضور رحمت گنجور نے وعدہ فرمایا۔ جب نواب سید کلب علیخان بیدار ہوے تو خدام جبہ شریف سے بخواہش تمام استدعا کی کہ آپ رامپور ہی مین قیام پذیر رہین۔ اُنھون نے قبول کیا اور ایک سو تیس روپے ماہوار اُن کی نذر مقرر کی گئی۔ نواب سیّد کلب علی خان ہمیشہ خدام تبرکات مقدس کو تحفے کھانے میوے وغیرہ بھیجتے رہتے تھے اور صبح و شام جب صلوٰۃ شریف کی آواز سُنتے نور و یا کرتے تھے۔ خدام جُبّہ شریف کو اہل شہر سے بھی بہت کچھ آمدنی ہے جس گھر مین یہ جُبّہ زیارت کو جاتا ہے صاحب خانہ تمام خُدام کیلیے کھانا پکا کر اُن کے گھر پہونچاتا ہے۔ علاوہ صاحب خانہ کے زر نقد سے زیارت کرنے والی عورتین انگوٹھی چھلّے دُوانّی۔ چوانّی۔ اٹھنی روپیہ حسب حیثیت دیتی ہین۔

کہتے ہین کہ یہ جُبّہ شریف وہی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ اور اُن سے سادات جلال آباد تک پہونچا۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے

تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کی وفات کے وقت دریافت کیا گیا کہ آپ کا مرقع کس کو دیا جائے فرمایا اویس قرنی کو چنانچہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کوفے مین وہ مرقع اُن کو دیدیا مگر صحاح ستہ اور اُن کی شروح اور اسماء الرجال اور سیر کی کتابون مین کہین اس کا ذکر نہین آیا ہے ہان صحیح مسلم کی ایک حدیث مین اویس قرنی کا ذکر آیا ہے مگر مرقع اور جبہ کا نشان بھی نہین ۔

نواب صاحب نے منہیات اسلام کو بالکل دور کردیا شراب کی بھٹیان بالکل موقوف کرادین ماہ رمضان مین کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ علانیہ شارع عام مین کوئی چیز کھا پی سکتا۔ ہنود بھی ایسی جرأت نہین کرسکتے تھے ۔

اولیاے کرام اور خدام ومجاورین مزارات کے لیے وظیفے مقرر کیے مساجد کی مرمت اور اخراجات کے لیے ایک رقم منظور فرمائی۔ ۵ شعبان سنہ ۱۳۰۰ ہجری کو جب سید غیاث الدین دیوان درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یہان آگے تو نواب صاحب نہایت ادب سے ملے۔ اور شیخ محمد صالح بن احمد خازن بیت اللہ شریف آگے تو اُن کو رنگ محل مین ٹھہرایا اور بہت کچھ نذر کیا۔ اجمیر مین بصرف کثیر تین مکان مسافرون کے لیے بنوائے جو سید رحمت علی وکیل کے سپرد ہین ایک شامیانہ کارچوبی مزار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے بھیجا جو اس وقت تک وہان استادہ ہے۔

جب سُنا کہ جامع مسجد دہلی جس کو شاہ جہان شہنشاہ ہند نے تعمیر کرایا تھا اکثر جگہ سے شکست ہوگئی اور انجمن اسلامیہ دہلی اُس کی مرمت کے واسطے چندے کا اشتہار دیا چاہتی ہے تو آپ نے انجمن اسلامیہ دہلی سے دریافت کیا کہ کسقدر روپیہ اُس کی مرمت کے واسطے درکار ہے۔ انجمن نے تخمینے کی فرد بھیجی جس کی تعداد ایک لاکھ بارہ ہزار روپیہ تھی۔ نوابصاحب نے سکرٹری انجمن کو لکھا آپ فراہمی چندے کی فکر نہ کیجیے یہ سب روپیہ ہم دینگے چنانچہ ایک لاکھ بچپن ہزار روپیہ اِس کام کے لیے دیا گیا۔ لوکل گورنمنٹ کے ذریعہ سے یہ روپیہ صاحب کمشنر دہلی کے پاس بھیجدیا گیا کہ بطور مناسب کسی معتمد خاص کے توسط سے مرمت مسجد مین صرف کرین علاوہ اِس مدد کے نوابصاحب نے دریان اور شامیانے اور سائبان بھی بھیجے۔

۲۹ محرم سنہ ۱۳۰۲ ہجری کو مدینۂ منورہ سے تبرکات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جن مین موئے مبارک اور دوسری چیزین تھین رام پور آئے نواب صاحب کی طرف سے کمال عقیدت کے ساتھ اُن کا استقبال کیا گیا ہاتھی اور سوار اور پیدلون کا رسالہ مع اور سامان جلوسی کے بھیجے گئے اور اسلامی شوکت کا بخوبی اظہار کیا گیا۔ ۱۷ شوال سنہ ۱۳۰۲ ہجری کو ڈیڑھ سو خدام اجمیر شریف رام پور مین آئے تخمیناً چھ ہزار روپئے ہر ایک کو علی قدر مراتب دیے اور اُنکی مہمانداری عمدہ طور سے عمل مین آئی۔

جب اہل مجلس تومیون عین زبیدہ خاتون نے مرمت نہر زبیدہ کیلیے
چندے کے اشتہارات دیے تو نواب سید کلب علی خان نے خاص خزانۂ
ریاست سے ساٹھ ہزار روپیہ اس تفصیل سے بھیجا۔

۲۹۔ اپریل ۱۸۸۳ء کو بیس ہزار روپیہ۔ ۱۹ جولائی ۱۸۸۳ء کو
چالیس ہزار روپیہ۔

عمائد شہر سے بھی بہت سا روپیہ چندہ کراکے روانہ کیا جس کا شکریہ
اہل مجلس نے بڑے شد و مد کے ساتھ اپنی فہرستہاے چندہ مین چھپواکر
شائع کیا۔ یہ نہر کوہ عرفات اور جبل ابو قبیس کے میدانون مین ہوتی ہوئی
مصر کی طرف سے مکہ معظمہ مین آئی ہے بازارون مین زنجیرہ بندی سے روان ہے
پانی اس کا نہایت شفاف اور خوش ذائقہ ہے۔ یہ نہر پختہ ہے اور
اس کی شاخین جا بجا ہین کہنگی تعمیر کی وجہ سے روانی مین نقصان آگیا تھا
جسکے باعث لوگون کو تکلیف تھی ایک سال کے عرصے مین کوہ عرفات سے
مکہ معظمہ تک کہ تقریبًا بارہ میل کا فاصلہ ہے بالکل درستی ہوگئی پہلے
زمانے کی بہ نسبت کثیر شاخین کی گئی ہین پیشتر ایک مشک آٹھ آنیکو حجاج کو
مشکل سے ملتی تھی اب آدھ آنے کو مشک آتی ہے اس نہر مین مختلف مقامات پر
خزانے مثل چھوٹے تالابون کے بنے ہین جنکے ذریعہ سے آب کشی مین آسائش
و آرام ہے۔

نواب صاحب نے اپنے خزانے مین سے چہرہ دار منڈے روپے
الہری چوٹی کے چھٹواکر اور کچھ غیر مسکوک چاندی ملواکر ایک نقرئی زینہ

قیمتی بیاسی ہزار تین سو ترسٹھ روپے پندرہ آنے کا بنوا کر جنوری ۱۸۸۳ء مین حسین بخش خان رسالدار برادر علی بخش خان کے ہاتھ مکہ معظمہ کو بھیجا مگر حکام مکہ معظمہ نے اُسکی منصوبی منظور نہ کی اور کہا کہ اس باب مین حضرت سلطان روم کی اجازت آنا ضرور ہے۔ اس لیے حسین بخش خان نے ارکان قسطنطنیہ سے حصول اجازت کے لیے تحریک کی اور عبد الشکور ابن جعفر آفندی نے اس کوشش مین اُن کی بہت کچھ اعانت کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ علما نے یہ اعتراض کیا تھا کہ چاندی کا مردون کے استعمال مین آنا ممنوع ہے تو دوبارہ رسالدار حسین بخش خان نے عثمان پاشا کے ذریعہ سے حضرت سلطان کی خدمت مین درخواست کی اور اُن کی توجہ سے زینے کی منصوبی کا حکم حاصل ہوا اور یہ رائے قرار پائی کہ زینہ عورتون کے کام مین آیا کرے۔ دروازہ خانہ کعبہ اونچے پر ہے اس لیے اُس مین داخل ہونے کے لیے زینے کی ضرورت ہے اور اب تک یہی زینہ عورتون کے لیے لگایا جاتا ہے یہ کل کارروائی دو برس کے عرصے مین ختم ہوئی اور حسین بخش خان کو اس مدت مین دو حج نصیب ہوے

نواب صاحب حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت رکھتے تھے اور ابتداے شعور سے اُنکی فاتحہ ہر مہینے مین کیا کرتے تھے۔ جب مسند نشین ہوے تو یہ حکم دیا کہ مقدار زر نذر ہر مہینے مین زیادہ کی جائے۔ چنانچہ اُن کی مسند نشینی کو تخمیناً ڈیڑھ سال گذرا ہو گا کہ اُس مقدار زر نذر نے اس قدر ترقی پائی کہ اُسی مین مدرسۂ غوثیہ قائم کیا گیا

اس مدرسے مین محض قرآن شریف حفظ کرایا جاتا تھا اور کچھ زنان بیوہ کی تنخواہین مقرر کی گئین۔ نواب صاحب کو سلسلۂ متبرکہ نقشبندیہ مین حضرت مولانا عبدالرشید صاحب قدس سرہما سے بیعت ہے۔ یہ خاندان امام ربانی احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مین انتخاب ہے کوئی آفتاب ہے کوئی ماہتاب ہے سلسلۂ نسب ان کا اس طرح ہے شاہ احمد سعید صاحب خلف اکبر شاہ ابوسعید صاحب ابن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت عیسٰے بن حضرت سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی۔ مولانا عبدالرشید صاحب کے خلف الرشید شاہ محمد معصوم صاحب جب حرمین سے رامپور مین تشریف لائے تو نوابصاحب نے اُنکے ساتھ بہت سلوک کیے۔

ہر ایک وارد اور صادر درویش کے ساتھ نواب صاحب بڑی تعظیم سے پیش آتے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن گنج مراد آباد جب کسی بندۂ خدا کے کام کے لیے نوابصاحب کو سفارش لکھتے تو اُنکے خط کے چھوٹے سے بیرنگ لفافے کا یہ القاب ہوتا " میان کلب علیخان سلمہ اللہ تعالےٰ کو پہونچے" نوابصاحب اس قدر تحریر کو بھی نہایت ادب سے دیکھتے۔

نواب صاحب کے دربار مین رامپور کے رہنے والون مین سے دو بزرگونکا بہت بڑا اثر تھا۔

۱۔ مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم مرید حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے مریدون مین حضرت کے لفظ سے پکارے جاتے تھے اُنسے

نواب صاحب کو دلی عقیدت تھی مولوی صاحب فقیہ اور صوفی تھے
نواب سیّد صدیق حسن خان کو چونکہ امام ابو حنیفہ صاحب کے مقلدونسے
دلی بیر تھا اِس لیے اُنھون نے ابجد العلوم مین مولوی صاحب کو
خیر و خوبی سے یاد نہین کیا - نواب سید کلب علی خان کو مسائل شرعیہ مین
اُن سے بہت دستگیری تھی مولوی صاحب جس آزادی و دلیری سے
مسائل فقہیہ مین نواب صاحب کے ساتھ رد و قدح کرتے تھے شخصی حکومتون مین
اسکی بہت کم مثالین مِل سکتی ہین نواب صاحب اپنے اجلاس سے
اکثر مقدمات کی مثلین بھی راے لکھنے اور فیصلہ تجویز کرنے کے لیے
مولوی صاحب کے پاس بھجوا دیا کرتے تھے - نوابصاحب نے مولویصاحب کو
وقتاً فوقتاً زر کثیر عطا کیا کبھی چار ہزار روپیہ دیا اور کبھی دو ہزار مدِ زکوٰۃ
و مصرف خیر وغیرہ سے کبھی رقم مجموعی مولوی صاحب کو تقسیم کے واسطے
دیجاتی مولوی صاحب نہایت منتظم تھے ایکبار میرے سامنے کہ
مین تفسیر بیضاوی کے سبق مین اُنکے یہان شریک تھا ایک کمہار
اُپلے فروخت کرنے کو لایا - آپ نے فرمایا کہ یہ اُپلے اُس دِن کے
اُپلو نسے ہلکے ہین - اُسنے انکار کیا مولوی صاحب نے تحقیق کے لیے
ترازو منگاکر اُن کا وزن کراکر فرق دونون مین دکھا دیا - مین نے
اِس واقعہ کی نقل مولوی عبد الحق صاحب خیرآبادی کے سامنے کی
وہ فرمانے لگے کہ اُن کے ہر تارِ نفس کو تارِ پیراہن سے تعلق ہے -
مولوی صاحب نے نواب سید کلب علی خان کا دَور اِس طرح بسر کیا تھا

کہ شریعت کے پردے مین دربار کے ایوان امیرونکے دیوان بلکہ رعایا کے
گھر گھر پر دھوان دھار چھا رہے تھے نواب صاحب مسائل شرعیہ مین
اُنھین اپنے ساتھ موافق رکھنا اپنی حکومت کا جز سمجھتے تھے۔ مولوی
ارشاد حسین صاحب کا یہ عالم تھا کہ جو مین کہون وہی آیت و حدیث مانو
جو ذرا چون و چرا کرے اُسکے لیے کفر سے اِدھر کوئی ٹھکانا ہی نہین۔ ولیکن
اُنکے مخالفونکے پاس بھی آیتون اور روایتون سے موجود تھین۔ بلکہ علماے
سلف کے جو فتوے اپنے مفید مطلب ہون وہ بھی آیت و حدیث سے
کم درجے مین نہ تھے ان تمام علما کا یہ عالم تھا کہ جب مقابلہ ہوتا تو زبانونکی
تلوارین کھینچکر پل پڑتے تھے کٹے مرتے تھے آپس مین تکفیر و تضلیل کر کے
ایک دوسرے کو فنا کیے ڈالتے تھے اور ایک دوسرے کا گلّہ توڑتے تھے۔

۲- مولوی ظہور الحق صاحب یہ بزرگ تھوڑا سا علم ظاہری بھی
رکھتے تھے۔ انکے حالات عجیب و غریب ہین۔ چنانچہ ابتدا مین ریاضت اور
مجاہدہ کیا اور شاہ نظام الدین صاحب بریلوی کے مرید ہوے۔
حال و قال کی طرف اتنا میلان تھا کہ صدہا مرید کر ڈالے پھر عملیات کی طرف
رجوع کی اور اس پیرایے مین بہت سے مسلمانونکے مقتدا بنے جب اُنکے مرید
جھبو خان ہوے تو اُن سے بہت سی دولت ہاتھ آئی۔ اُن سے زر و مال
وصول کرنے کے باب مین مولوی صاحب کے عجیب و غریب ہتکھنڈے
مشہور ہین۔ مولوی صاحب کو اس وجہ سے ایک امیرانہ ٹھاٹھ حاصل ہو گیا
اور شہرت کے شہپرون نے پرواز کی تو نواب سید کلب علیخان بہادر کے

پاس بھی رسائی ہوگئی نواب صاحب انکی اتنی عظمت کرنے لگے کہ اُن کی
کھٹولی کے سامنے مولوی صاحب کے لیے ایک کرسی بچھتی تھی مگر جب
درباداری بڑھی تو کرسی کا تکلّف برطرف ہوگیا۔ مولوی صاحب کے والد
مولوی ظہور الحسن صاحب کو بھی تو اپنے ایسے بلند اقبال بیٹے کے عروج پر
رشک تھا چنانچہ وہ کبھی ان کو ذکر خیر سے یاد نہین کرتے تھے اور باپ بیٹو نمین
صفائی نہین رہی اور یہ بھی کہتے رہے کہ باپ کا ہم پر کیا حق ہے لیکن ان کے
کہنے سے باپ کے حقوق سارے اُڑ جائینگے کبھی نہین اس دنیا پرست دیندار نے
عقلمند ولیون کی طرح حق گذاری اور دین آرائی کے رنگ مین خوب جلسے
جمائے۔ جب نواب سیّد کلب علیخان کا انتقال ہوا تو مولوی صاحب نے
نواب سید مشتاق علی خان کے دربار مین رسائی پیدا کی ان کے جلسو نمین
علی بخش بھانڈ نے بذلہ سنجی کی وہ کثافت پھیلائی کہ لاحول ولا قوۃ اُس وقت کے
رنگ نے مولوی صاحب کو دعوے ولایت سے خیرباد کہنے پر مجبور کیا اور
علی بخش سے مُنسے اپنی ظرافت کی لڑی ملا لی۔ پھر کرنیل ونسنٹ صاحب کی
پریزیڈنسی کے عہد مین یورپین حکام کو راضی رکھنے کے لیے یورپین قاعدے
کے موافق ٹی پارٹی ترتیب دینے لگے اور خدمات سرکاری بھی بجالانے لگے
نواب سیّد حامد علیخان بہادر کے دربار مین بھی گھُسے اور اب مصاحبین کی
شان مین ظہور رہا مگر جب وہان اپنی بات نہ جمتی دیکھی تو چھاتی پر صبر کی
سِل رکھکر دربار کی آمد و رفت کم کی۔ غرض کہ مولوی ظہور الحق مختلف رستونکے
چلنے والے تھے اور انواع و اقسام کے رنگ بدلتے تھے۔

نواب سید کلب علیخان روزے کے نہایت پابند تھے آخر مین سنگ مثانہ کی وجہ سے روزے مین سخت تکلیف ہوتی تھی لہذا کفارہ دیا کرتے تھے۔ نماز کے بڑے ملتزم تھے قرآن شریف کی تلاوت تو انتقال سے تین روز قبل سے نہو سکی لیکن نماز اخیر وقت تک پڑھی اس ریاست کے تمام والیان ملک مین سے نواب سید کلب علی خان ہی اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوے کہ اُنھون نے خزانۂ ریاست سے زکوٰۃ نکالنا شروع کی اور اُنہی کے دم تک یہ بات رہی۔ جب وہ مرض الموت مین مبتلا ہوے تو خزانۂ ریاست مین مدّ زکوٰۃ کے پانچ لاکھ روپے جمع تھے نواب صاحب نے اپنی وفات سے تین چار روز قبل صاحب کمشنر بریلی کو ایک خط لکھا یا کہ پانچ لاکھ روپے ہم آپ کے پاس بھجواتے ہین آپ ان کو کسی معتبر جگہ جمع کرا دین اور اس کا نفع مولوی ارشاد حسین صاحب کو ملتا رہے وہ جہان مناسب سمجھینگے صرف کرتے رہینگے ہمنے اُن کو اختیار دیدیا اور مالک کر دیا ہے اس خط پر نواب صاحب کے دستخط بھی ہو چکے تھے بلکہ نواب صاحب نے یہان تک حکم دیدیا تھا کہ خزانے سے وہ روپیہ نکالکر مولوی ارشاد حسین صاحب کے سپرد کر دینا چاہیے اُن پر ہمارا اعتبار ہے ورنہ ان روپون کا ہم پر قرض باقی رہے گا مگر اس عرصے مین اُنکی حالت ردی ہو گئی اسلیے صاحبزادۂ سید حیدر علیخان اور جنرل اعظم الدین خان نے وہ خط اور زکوٰۃ کا روپیہ روک لیا۔ مولوی صاحب کو جنرل صاحب کے ساتھ اس وجہ سے ہمیشہ بغض رہا۔ علانیہ اور

رمز و کنایہ مین اُنکی مذمت کرتے رہے اور اس خزانۂ کثیر کی ناکامیابی اُن کے سینے کو دیا سلائی بنکر سلگاتی تھی اور ہر وقت غصے کے چراغ مین بتی اُکساتی تھی۔

نواب سید کلب علی خان کی عادات پر عام بحث اور اُنکے اوقات کی پابندی کے ساتھ تقسیم کا بیان۔ اور طریقۂ حکمرانی وطرز معاشرت کا تذکرہ

نواب سید کلب علی خان اگرچہ ایک اوسط درجے کی ریاست کے رئیس تھے مگر اپنے مزاج اور اولوالعزمی سے وہ بڑی شان وشوکت کے فرمانروا تھے اور سامان ظاہری اُنھون نے سلطنت کا برتا جب تک وہ زندہ رہے ناموری کے دفتر مین ہندوستان کے عام اخبار نویس اور شعرا اُنکے عدل وفضل اور جاہ وجلال کی داستانین جلی خطون سے لکھتے رہے۔ اور اب مورخ اُن کی دانائی۔ بردباری۔ علم۔ رائے۔ تدبیر۔ ہیبت۔ عالی حوصلگی۔ فیاضی کی داستانین سراہتے رہینگے۔ اگرچہ اُن کے ذاتی اخلاق بھی ایسے پاک اور برگزیدہ تھے کہ والیان ملک تو کیا فقیر اور درویشون مین بھی دوچار ہی ایسے گذرے ہونگے مگر یہ ساری سادہ مزاجی اور بے تکلفی ہمارے خیال مین ایسی عام نہ تھی جو اس باب خاص مین نواب سید فیض اللہ خان اور نواب سید غلام محمد خان مین تھی کہ اُنکی تاریخ زندگی کو نہایت مزین اور پر اثر بنا دیتی۔ اگر اُن مین بے تکلفی اور سادہ مزاجی کی صفتین بڑھ جاتین تو اُنکی

افضلیت کا دائرہ اُنکے تمام اسلاف کو محیط ہو جاتا۔ اُن کو نام و نمود کا بڑا شوق تھا جو کوئی لکھنؤ یا دہلی کا اہل کمال یا صاحب وجاہت آتا تھا اُسے پرچاتے تھے اور نہایت دلداری و خاطر داری سے رکھتے تھے۔ بہرصورت یہ شخصی حکومت اور درباریان لکھنوی کی صحبت اور ستائش گر عادت کا اثر تھا کہ نوابصاحب کی بے تکلف طبیعت ایسی نمائش پسند بنگئی کہ تھوڑی سی مدت مین اُن کے دربار کی سادہ خاصیتین بالکل شاہانہ آداب اور تکلفات سے بدل گئی تھین۔ عام لوگ تو درکنار بعض وقت خواص کو بھی رئیس کا دیدار نصیب نہین ہوتا تھا۔ ورنہ تواضع۔ علم۔ عفو۔ فیاضی۔ دریا دلی۔ بلند ہمتی۔ دلیری۔ فرزانگی کوئی ایسی صفت نہین جو قدرت نے اُنسے دریغ رکھی ہو اور مجموعی حیثیت سے وہ رام پور کے افغانون کے ایک نامور ہیرو ہین۔

اُن کا عہد نہایت غنیمت اور طریقۂ زندگی مدبر سلاطین مشرقی کی مانند تھا۔ اُنکے عہد مین تنفیذ اُمورات اور اجراے احکام کے لیے خاص وساطت محدود نہ تھی۔ بلکہ عام رفاہ اور فلاح کی غرض سے نہایت چھوٹی قسم کے ملازمین بھی یعنی چوبدار و خدمتگار تک واسطہ ہو جایا کرتے تھے اور اکثر کامیابی ہوا کرتی تھی اُن کے عہد مین رتق و فتق مہمات مالی و ملکی متحد طور پر کسی کے تفویض نہین ہوے بلکہ اختیارات جزئی و کلی اکثر خود لپنے ہاتھ مین رکھتے۔ اگرچہ اُن کی توجہ معموریِ خزانہ کی طرف بہت تھی مگر جیسی اِدھر توجہ تھی ویسے ہی بے حد خرچ بھی

کر ڈالتے۔ اُنکی سخاوت اور دریا دلی کے اصلی اور عملی کارنامے حیرت انگیز فیاضیوں سے معمور ہین۔ جنھون نے مسند نشین ہوتے ہی غلہ وغیرہ کا محصول کہ ایک لاکھ روپیہ سال کی آمدنی تھی معاف کر دیا۔ اُن کی سخاوت وفیاضی کے متعلق جس قدر مبالغہ کیا جائے وہ بے جا نہین۔ یہ ایک جزئی مثال ہے کہ شعرا اور اہل فن کو ہزارون روپے عطا کر دینا اُنکا ایک معمولی کام تھا۔ ایسی ایسی چھوٹی باتون کا کہ چندۂ کونٹس ڈفرن فنڈ مین پانچہزار روپے نقد دیے جس کا شکریہ لیڈی صاحبہ نے بوساطت لارڈ ڈفرن صاحب ویسرائے کے ادا کیا۔ یا سید احمد خان بانی مدرسۃ علی گڑھ کو دس ہزار روپے نقد دیے اور سو روپے ماہوار ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیے اُنکی سخاوت اور داد و دہش کے روبرو ذکر کرتے شرم آتی ہے۔

اُنھون نے مئی ۱۸۶۵ء سے مارچ ۱۸۸۷ء تک علاوہ زکوٰۃ وخیرات کے صرف انعام وعنایات مین دس لاکھ اٹھہزار دوسو چون روپے ایک آنہ اور چار ہزار نوسو چھپن عدد اشرفی مختلف المقدار صرف کر دین۔ کیونکہ اُن کے عہد مین ملکی اور فوجی مصارف آج کل کے سے نہ تھے اُس وقت مین نہ اِتنے مختلف صیغے اور عہدے تھے نہ اتنی کثیر تنخواہین اس لیے خزانے کا ایک حصہ اُن فیاضیون مین صرف ہوتا تھا۔ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جس کو آج کل اسراف بناتے ہین اس قدر روپیہ عمر بھر مین عطا کر دینا ایک والی ملک کے لیے کوئی فخر کا موجب نہین ہوسکتا

مگر یہان بڑی خوبی اِس بات مین ہے کہ یہ روپیہ حقیقی مستحقین پر صرف ہوا اور موقع جائز مین خرچ پڑا۔ ناتجربہ کاری کے ساتھ بے موقع اور نااہلون پر صرف نہین ہوا۔

ہرچند کہ نواب سید کلب علی خان پندرہ سولہ برس سے مریض رہتے تھے مگر باوجود امراض لاحقہ کے وہ تمام ریاست کا کام خود کرتے تھے۔ جب مریض ہو کر صاحب فراش ہو گئے تھے تو ہمیشہ تین بجے رات کو اُٹھ کر بعد انفراغ فرائض و اوراد قبل از طلوع آفتاب مُلکی کام کرتے تھے جاڑونمین صبح کے آٹھ بجے اور گرمیون مین ساڑھے چھ بجے دربار برخاست ہو جاتا تھا اس کے بعد تفریحاً کبھی کبھی بعض مصاحبون کو شطرنج اور گنجفے کے شغل کا حکم دیتے تھے۔

کھانا نہایت تکلف کا کھاتے اور اُسکی تیاری مین بڑا اہتمام ہوتا۔ سلطان کباب پز۔ سید عاشق علی۔ محمد سعید رکابدار۔ سید عالم علی۔ محمد بخش رکابدار لکھنوی۔ شیخ ببر علی لکھنوی بڑے بڑے نامی طباخ اس کام کے لیے نوکر رکھے تھے دن مین ایک مرتبہ صبح کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ گھی بہت تناول کرتے تھے اور اسکے بعد بلافصل استراحت کرتے تھے[لہ]۔ داستان گو

لہ یہ رسم ہندوستان اور ایران مین شاہان سلف کے زمانے سے رائج رہی ہے۔ بادشاہونکے دماغ اُمورات مالی وملکی وقضایاے ظالم ومظلوم کے خیالات سے معمور رہتے ہین کام سے فارغ ہونیکے بعد جب استراحت کرتے ہین تو حالت بیکاری مین اُن خیالات کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے اسلیے خیال کو ایک خاص طرف متوجہ کرنے سے نیند آجاتی ہے ۱۲

جو اسی کام کے لیے ملازم تھے کوئی قصہ یا داستان وغیرہ شروع کرتے تھے دو بجے تک آرام کے بعد نماز ظہر پڑھکر متفرق طور پر اُمور ریاست کیطرف متوجہ رہتے تھے اور اسوقت خاص خاص ندیم و جلیس جنکی حاضری شب و روز مین اُسی وقت مقرر تھی حاضر ہوکر مصاحب منزل مین منتظر طلب رہتے تھے۔ اِنسے شعر و سخن اور مباحثات علمی کا چرچا رہتا تھا مصاحب اُنکے نصیبونکے پورے تھے جنکی بدولت ان کے دربار مین پہونچکر اہل شہر کو شاہی بلکہ خدائی کی شان دکھاتے تھے ان کے ہاتھ گھی مین تر اور اُنگلیان رزق کی کنجیان تھین۔ بعض ان مین سے کسی فن مین نہ پورے تھے نہ ادھورے اور بعض ایسے بھی تھے کہ اپنی زبان کے زور سے دلائل اکابرین کو روئی کی طرح دُھنکتے تھے ان مصاحبون کا کام یہ تھا کہ مناسب حال ظرافت کا گرم مصالح چھڑکتے رہین مغرب کے وقت یہ لوگ رخصت ہوکر چلے جاتے تھے اور نواب صاحب نماز مغرب و عشا اِس طرح پڑھتے تھے کہ مغرب وقت خاص پر خاص جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے تھوڑی دیر مین جب کہ عشا کا اول وقت شروع ہوا نماز عشا پڑھ کر دس گیارہ بجے تک ہنگامۂ صحبت گرم رہتا تھا اُس وقت ارباب نشاط اور گویّے بھی حاضر ہوتے تھے۔ گیارہ بجے استراحت فرماتے تھے اور بااین ہمہ پابندی اوقات کاروبار لازمی کے واسطے کوئی صحبت اور کوئی شغل مانع نہ تھا۔ اگرچہ ریاست اوسط درجہ کی تھی مگر اُن کی داد و دہش اور قدر دانی نے ہند سے عرب و عجم تک سب سے شہرت عامہ سُلطانی کا سارٹیفکٹ حاصل کر لیا تھا۔

حکّام انگریزی کی نظرون مین اُن کا بہت بڑا وقار تھا۔ اُنھون نے
اتحاد دولت انگلشیہ کو خوب ترقّی دی اور ریاست ہاے اجی گڑھ۔ جاورہ
بنارس۔ بڑودہ۔ اندور۔ پٹیالہ۔ دھولپور۔ بلرامپور۔ گوالیار۔ جوناگڑھ
رتلام۔ کپورتھلہ۔ ٹونک۔ ٹیڑھی لوہارو سے مراسم اتحاد و یکجہتی و سلسلہ
رُسل رسائل جاری کیے۔ بلکہ علاوہ ریاستہاے صدر الذکر کے اور
بہت سی ریاستون سے مراسم اتحاد قائم کیے۔ جنکی تفصیل طوالت ہے۔
انہی کے عہد سے ان ریاستون مین بہ تقریب تہنیت و تعزیت اس
ریاست سے سفیر بھیجا جاتا ہے اور اسی طرح وہا سے بھی آیا کرتا ہے۔
نواب صاحب نے دربار کی طرز انعقاد وغیرہ کا رنگ زمانۂ سابق سے
بالکل بدل دیا تھا شاہانہ برقی جلا کر دی تھی۔ مصاحبین و اراکین دولت
اور جوبدارون کے جمعدار تک کوئی حاضر ہونے والا بغیر شال والوان وغیرہ کے
سامنے جانے کا مجاز نہ تھا۔ رضائی اور دولائی اوڑھکر سامنے آنے کی
قطعاً ممانعت تھی نشست اور برخاست اور سلام کے قاعدے شاہانہ تھے
نواب صاحب کی اس شاہانہ مزاجی سے عموماً باشندگان ریاست کی
طرز معاشرت مین ایک انقلاب پیدا ہوگیا۔ اس کا سامان کسی قدر دہلی سے
کہ وہان کے شرفا اور عالی خاندان حاضر دربار رہتے تھے اور زیادہ تر
اہل لکھنؤ سے جو انتزاع سلطنت کے بعد نواب صاحب کی قدردانی سے
وقتاً فوقتاً مہمان بھی آئے اور مقیم ریاست بھی ہوے حاصل ہوا۔ بہرحال
ان دونون مشہور دار السلطنتون کے باشندون کی سکونت اور ورود اور

اختلاط کو انکے عہد مین اس قدر ترقی ہوئی کہ کسی عہد مین نہین ہوئی تھی۔
اور اسی وجہ سے یہان کے دربار اور پٹھانون کی طرز معاشرت مین
ایک معتد بہ تغیر ہو گیا۔ بالخصوص اہل خاندان کی زبان اور لباس مین۔
اہل لکھنو و دہلی کی مختلف رسمو نکے ابتک کافی نشان ہین۔

نواب سید کلب علیخان صاحب بہادر کی وفات

نوابصاحب ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۰ھ ہجری مطابق ۱۹۔ اپریل ۱۸۳۵ء
روز یکشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوے تھے۔ مسند نشینی کے وقت اُنکی عمر
۳۰ سال کی تھی۔ ۲۷ جمادے الاخرے ۱۳۰۴ھ ہجری مطابق ۲۳ مارچ
۱۸۸۷ء کو بروز چہارشنبہ ۳ بجے دن کے بائیس برس سات مہینے
حکومت کرکے ۵۲ سال چھ مہینے سات روز کی عمر مین رہگراے ملک بقا ہوے۔
سُنا گیا ہے کہ جب نواب صاحب کی حالت ردی ہوئی تو جنرل اعظم الدین خان کو
جو ہر وقت موجود رہتے تھے نواب سید مشتاق علی خان ولیعہد کی مسند نشینی کے
بارے مین بہت کچھ وصیت کی اور تجہیز و تکفین کے واسطے مولوی ارشاد حسین
صاحب کو وصیّت کی اور کہا کہ اخیر وقت تک میرے پاس رہیے۔ نوابصاحب کو
کچھ روپے اپنی مان کے ترکے مین سے پہونچے تھے اور بعض کہتے ہین کہ بن سے
ایندھن منگواکر فروخت کرایا تھا اُسکی قیمت کے روپے تھے۔ یہ روپے
علیحدہ صندوقچی مین اُنکے پاس جمع رہتے تھے۔ مرض الموت مین یہ روپے
مولوی ارشاد حسین صاحب کو دیدیے اور فرمایا کہ اِن سے ہماری تجہیز
و تکفین ہو۔ نوابصاحب نے اپنے غسل کے لیے آب زمزم بھی بہت سا

پہلے سے مہیا کر رکھا تھا۔ دم واپسین تک اسم ذات جاری تھا نواب صاحب کو
اول اس معمولی پانی سے غسل دیا گیا۔ بعد اسکے بہت سا آب زمزم اوپر سے ڈالا گیا
انتقال کے دن نو بجے شب کے جنازے کی نماز میدان چوک مین
پڑھی گئی۔ دس ہزار سے زیادہ آدمی شریک نماز تھے۔ حسب وصیت جنازہ
اُسی جلوس کے ساتھ اُٹھایا گیا جس طرح سواری عیدگاہ کو جایا کرتی تھی۔
جنازہ جس وقت جا رہا تھا شہر مین کہرام برپا تھا عورت و مرد بلکہ بچے تک
رونے تھے عربون کا جنازے کے ساتھ بلحن داؤدی اشعار درد آمیز پڑھنا
ہر ایک کو ذبح کرتا تھا۔ جس کر و فر سے نواب سیّد احمد علی خان کا جنازہ
اُٹھایا گیا تھا اُس سے بڑھا ہوا تزک نواب سید کلب علیخان کے جنازے مین تھا۔
حافظ جمال اللہ صاحب کے مزار کے قریب مغربی جانب قبل سے اپنی قبر
کندہ کرائی تھی اور خام چوکے بنوا کر اُن پر قرآن مجید ختم کرائے تھے
وہین دفن ہوے اور اُن چوکون کا کرڑا لگا یا گیا۔ سو حافظ اِس کام پر مامور تھے
اور حسب وصیت وہی حفاظ بعد انتقال مزار پر قرآن مجید پڑھتے اور
ثواب اُنکی روح پر پہونچاتے ہین اور اُنکے وقف کی آمدنی سے تنخواہ
پاتے ہین نواب مرحوم کا لقب بعد الوفات خلد آشیان مقرر ہوا۔

اولاد

(۱) سیّد ارشاد علیخان۔

(۲) سیّد بندہ علیخان یہ دونون بچپن ہی مین قضا کر گئے۔

(۳) سیّد ذوالفقار علیخان یہ جوان ہو کر بعد شادی راہی

مُلک آخرت ہوے۔

(۴) نواب سید مشتاق علیخان بہادر جنھون نے مسند آبائی پائی۔ یہ چارون نظامی بیگم مُلقب بہ سکندر زمانی بیگم بنت صاحبزادہ سید امداد اللہ خان پسر صاحبزادہ سید کفایت اللہ خان خلف نواب سید نصر اللہ خان کے بطن سے ہین اور نظامی بیگم کی والدہ کا نام آفتاب بیگم بنت صاحبزادہ سید کریم اللہ خان خلف نواب سید فیض اللہ خان ہے۔

(۵) سید شبیر علیخان مبارک بیگم کے بطن سے۔

(۶) معظم النسا بیگم۔

(۷) حیات النسا بیگم مُلقب بہ عالیہ سلطان بیگم زوجۂ صاحبزادہ سید محمد حسن خان خلف صاحبزادہ سید ہدایت علی خان ولد سید عبد العلی خان ابن نواب سید غلام محمد خان اور سید محمد حسن خان کے انتقال سے کے بعد اُنکا نکاح ثانی صاحبزادہ سید وحید الدین خان ابن سید نجف علیخان ولد سید نجش اللہ خان پسر سید کفایت اللہ خان خلف نواب سید نصر اللہ خان کے ساتھ ہوا۔

(۸) زینب سلطان بیگم ملقب بہ قیصر زمانی بیگم زوجۂ صاحبزادہ سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب مخاطب بہ امیر ولہ ولد صاحبزادہ سید کاظم علیخان عرف چھوٹے صاحب خلف نواب سید محمد سعید خان یہ تینون صاحبزادیان بھی سکندر زمانی بیگم کے بطن سے تھین جنکے ساتھ نواب سید کلب علیخان بہادر کی شادی ۱۲۷۱ھ ہجری مین ہوئی تھی۔

اُنکی تاریخ کتخدائی یہ ہے۔ ~~~~~

چو فرزند نواب فیاض دوران شدہ کتخدا عالمے گشت شادان

پئے سال تاریخ آن گفت ہاتف مُبارک بود عقد کلب علی خان

لفظ کلب علی کی تحقیق

بعض صاحبون کو نواب صاحب کے نام کے الفاظ اور ترکیب مین کلام ہے اور کہتے ہین کہ کلب علی کے ساتھ لفظ محمد استعمال نکرنا چاہیے چنانچہ سید احمد بہاء الدین مدیر حرم شریف نبوی نے ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۸۹ھ ہجری کو قندیل حرم کی جو رسید صاحبزادہ سیّد علی اصغر خان کی معرفت دی تھی اُسمین آپ کا نام اِس طرح لکھا ہے "دو لتلو نجابتلو نواب محمد علی خان بہادر" مگر ایسے لوگونکی رائے صحیح نہین ہے تحقیق یہ ہے کہ عَلَم دو طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) مفرد جیسے محمد۔ علی۔ حسن۔ آگرہ اور متھرا۔

(۲) مرکّب پھر اسکی کئی صورتین ہین۔

(الف) جو مرکب ہو مبدل منہ اور بدل سے جیسے مرزا شیدا۔ نواب آصف الدولہ۔ شاہ قاسم انوار اور بابا فغانی مبدل منہ کا حرف آخر ساکن ہوتا ہے مگر بہت کم مکسور بھی آتا ہے۔

(ب) دو اسم سے مرکب ہو جیسے محمد جعفر۔ محمد علی۔ احمد حسین۔ محمد سعید اور محمد قاسم ایسے اسما کا پہلا جز ہمیشہ ساکن الآخر ہوتا ہے اُسکو متحرک کرنا غیر صحیح ہے۔

(ج) مضاف و مضاف الیہ سے مرکب ہوئے جیسے عبداللہ۔ عبدالرحمن۔

کلب حسن اور کلب علی ایسے اسما مین لفظ اول کا حرف آخر متحرک ہوتا ہے۔
لفظ مرکب حالت علمیت مین کلمۂ مفرد کے حکم مین ہوتا ہے۔ اجزا تو ہوتے ہین
مگر اُنکے علیحدہ علیحدہ معانی پر لحاظ نہین ہوتا۔ پورا علم اپنے مسمّے کے لیے
موضوع ہوتا ہے۔ جزو مرکب جزو معنے پر دلالت نہین کرتا اور اُن الفاظ کے
درمیان جو کچھ نسبت ہوتی ہے وہ علمیت کی حالت مین مفہوم نہین ہوتی۔
اِسلیے ترکیب سے افراد کی طرف منقول ہو جاتا ہے اگر نسبت اُن الفاظ مین
ملحوظ ہو اور ہر ایک لفظ سے علیحدہ علیحدہ معنی لیے جائین تو علم نرہے جب
اس ترکیب مین کوئی قباحت نہوئی تو تیمنًا لفظ محمد لگانا درست۔

نواب سید کلب علی خان کی انشا پردازی اور شعر و شاعری

تمام نوابان رامپور کی فہرست مین نواب سید کلب علی خان جامعیت کی
حیثیت سے ایک خاص امتیاز رکھتے تھے آغاز سن تمیز سے کسب علوم کا شوق تھا
اُنھون نے ابتدائی عمر کو اور امیرزادون کی طرح کھیل کود مین برباد نہین کیا تھا
اُن مین خود بھی اگرچہ فن ادب اور بلاغت کی استعداد تھی مگر اُن کی ریاست
اکثر شعرا۔ اہل فہم اور اہل کمال کو اُنکے دربار مین کھینچ لائی تھی وہ علما کے
قدردان تھے اہل تصنیف اور شعرا کو عزیز رکھتے تھے ایسے لوگونکی صحبتون مین
طبیعت خود بخود اصلاح پاتی گئی اور کاوش فکری سے جو شاعری کا
جزو اعظم ہے اُنکی طبیعت مین زور اور فکر مین قوت غور پیدا ہو کر اصناف سخن پر
قادر ہو گئے تھے رفتہ رفتہ اُنھین خود صاحب زبانی کا دعوے ہو گیا اور
بہت نامانوس الفاظ چھوڑ دیے اور اپنے محاورات اور بول چال پر دلائل

قائم کرنے لگے۔ فن شاعری کی پوری ضروریات سے واقفیت پیدا کر لی اور نظم و نثر مین اُنکی پابندی کرنے لگے اُنکی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا عموماً لوگ اعتراف کرتے تھے شعرا کے بہت سے شعر اور قطعے اور مثالین اُنکو نوک زبان یاد تھین وہ اُنکی نثرین اب بھی موجود ہین جنکے ہر فقرے سے شستہ بیانی اور زور طبیعت کی شہادت ملتی ہے۔ الفاظ کی دھوم دھام دکھائی رہے فقرے پر فقرے مترادف سولکیے ہین عبارت آرائی بہار افشانی گلریزی رنگینی۔ مترادف فقرونکے جوڑ لگے ہوے ہین۔ مقفے فقرونکے کھٹکے برابر چلے جاتے ہین مینا بازار لگا دیا ہے رسائل طغرا سجا دیے ہین فن شعر مین منشی امیر احمد صاحب مینائی سے مشورہ تھا اور اُن کے شوق کی وجہ سے شاعرون سے اُن کا شہر اور دربار معمور ہو گیا تھا کیونکہ ایشیائی حکومتون مین کسی چیز کی اشاعت کے لیے صرف یہ بات کافی ہے کہ فرمانروا سے وقت اُسکا قدردان ہو۔

سخنوری کے لحاظ سے وہ ایک اچھے شاعر تھے کہ بڑے بڑے ماہرین فن اُنکے کلام کو با اُصول جانتے تھے اُنکے اُستاد کو اُنکے شعر مین کسی لفظ کی کمی بیشی اور پس و پیش کرنے مین بڑی بڑی دلیلین لانا ہوتی تھین۔ اُستاد بیچارے فرمانبردار نوکر اپنی مصلحت کو سمجھتے تھے آقا اور نوکر کے مراتب کو خوب پہچانتے تھے ابتدا سے ذوق سخن سے نثر نویسی کی طرف التفات رہا۔ اُردو فارسی نثر مین بلبل نغمہ سنج۔ قصۂ مہر و ماہ جاہ۔ ترانۂ غم۔ قندیل حرم اور شگوفۂ خسروی مشہور ہین اور ایک تاریخ بھی آپکی تالیفات سے ہے

جس مین شاہان ماضیہ کے خاندانونکا حال مختصر طور پر لکھا ہے۔

زبان اُردو مین چار دیوان ہین اول نشید خسروانی دوسرا دستنبوے خاقانی تیسرا درۃ الانتخاب چوتھا توقیع سخن ہے۔ نواب تخلص کرتے تھے اُن کی نظم اُردو مین بڑے بڑے الفاظ مضمون فارسی کی عمدہ ترکیبین اُنکی درست نشستین جو جو اُن کے لوازم ہین سب موجود ہین۔ عموماً کلام اُنکا شاعری کے ظاہری عیبون اور لفظی سقمون سے پاک ہے مگر تاثیر کم ہے۔ اور بعض نازک خیالیان تو ایسی ہین کہ کوہ کندن وکاہ برآوردن۔ جب محاورے کے کوچے مین آکر صاف صاف کہنا چاہتے ہین جو اُنکی جدّت پسند طبیعت کے خلاف ہے تو لُطف سُخن مفقود ہو جاتا ہے وہ اپنی فارسی کی انشاپردازی کے شوق کو بھی بڑی کاوش اور عرق ریزی سے نباہتے ہین۔ اُنکے لفظون مین شان وشکوہ اور معنون مین دقّت اور کلام مین دُھوم دھام ہے مگر خیالات کی بلند پروازی اور مبالغے کے جوش وخروش نے یہان بھی تاثیر کم کر دی ہے اُنکے کلام مین نمک ظرافت کا چٹخارا بھی کم ہے زاہد اور ناصح جو شعراے اُردو فارسی کیلیے ہر جگہ رونق محفل ہین یہ جب اُن سے ہنسکر دل بہلاتے ہین تو گرمی سخن بُجھ جاتی ہے۔

اُن کا نظم فارسی مین بھی ایک مختصر سا دیوان ہے جسکا نام تاج فرخی ہے اُنھون نے یہ دیوان اصلاح کے لیے مرزا محمد تقی خان سپہر ملقب بہ لسان الملک مستوفی اول دیوان ہمایون اعلی سلطنت ایران مؤلف ناسخ التواریخ کو کچھ تحائف کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کی معرفت سفیر ایران متعینہ

ہندوستان کی وساطت سے بھجوایا تھا اور آغا محمد شیرازی نثار تخلص ابن مرزا علی بابا شیرازی شہرت تخلص کو اس کام مین پیروی کیلئے علیحدہ ایران کو روانہ کیا تھا۔ نواب صاحب نے جو خط سپہر کے نام لکھا تھا اُس کے فقرے اس طرح سجائے تھے "مؤلفات خود را مع تحائف اینجا بتوسط امنائے دولت انگلیش مرسل ساختم یقینی کہ تصنیفاتم از توجہ آن مخدوم بگونا گون حلیۂ اصلاح زیب زینت یافتہ با پری چہرگان فصاحت ہم آغوش گردد و آوازۂ گوش ارباب ہوش" نثار ہی ایران سے اُس دیوان کو واپس لیکر آیا اِس دیوان کے ساتھ مین سپہر کی طرف سے نثر مین ایک تقریظ مرقومۂ محرم سنہ ۱۲۹۴ ہجری اور نوے شعر کا ایک قصیدہ نواب صاحب کی مدح مین اور ایک نظم نواب صاحب کے خط کے جواب مین تھی۔ اُس نظم مین نواب صاحب کے خط کو لفظ پروانہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ اُس کا شعر اول یہ ہے۔ ؎

از سلیمان مور را مژدہ رسانندی مرحبا　　　حبذا مرغ سلیمان، فرخا پیک سبا

اور اُس دیوان کو اور بھی کئی اُمرا و فضلائے ایران نے ملاحظہ کر کے چھوٹی چھوٹی سی عبارتونمین تصدیق لکھی تھی اُنکے نام یہ ہین:-

(۱) اعتضاد السلطنۃ علی قلی مرزا وزیر علوم و رئیس مدرسۃ الفنون و تمام مدارس دولت ایران و وزیر معادن و ضراب خانۂ دولت و وزیر بناہائے ایران۔

(۲) مرزا ہدایت اللہ وزیر دفتر۔

(۳) مرزا محمد حسین دبیر الملک وزیر رسائل تمام ایران۔

(۴) حاجی مرزا محمد خان مجد الملک وزیر وظائف و اوقاف تمام ایران۔

(۵) حسن علی خان وزیر مختار دولت علیۂ ایران و وزیر فوائد عامہ۔

(۶) مرزا علی مستوفی اول دیوان اعلیٰ پسر مرحوم و مغفور قائم مقام۔

(۷) مرزا محمد صدیق الملک رئیس دفتر وزارت خارجہ دولت علیۂ ایران و نائب اول وزارت خارجہ۔

(۸) مرزا ہدایت خان دانش مستوفی دیوان ہمایون اعلیٰ ابن مرزا لسان الملک سپہر۔

یاد رکھو کہ مرزا محمد تقی خان سپہر نے جو قصیدہ نواب صاحب کی مدح مین لکھا ہے اُسکا مطلع یہ ہے۔ ؎

شوشۂ زر ریخت بر برگ رزان باد خزان   کاین چنین زرین شد از باد خزان برگ رزان

نوابصاحب کا جہان نام ذکر کیا ہے وہان لکھتے ہین۔

این بہار دلفروز و این شراب خوشگوار   ہان بیا تا ما و تو باشیم شاد و شادمان

در چنین بزم و چنان بستان پیاپے در کشیم   ساغر صہبا بیاد داد گر کشورستان

داد گر کلب علیخانِ بہادر آنکہ ہست   داورِ کشورستان و خسروِ ہندستان

طرفہ یہ ہے کہ اس قصیدے کے ۶۳ شعر مع مطلع جلد دوم تذکرہ مجمع الفصحا کے صفحہ ۱۷۱ مین سپہر کے ذکر مین موجود ہین اور یہ قصیدہ ناصر الدین شاہ قاچار والی ایران کی مدح مین ہے۔

چنانچہ اِس شعر کی جگہ ؎

داد گر کلب علی خانِ بہادر الخ + +

یہ شعر ہے۔ ؎

نصرت دین ناصر الدین شاہ غازی آنکہ ہست　　داد گر کشورستان وخسرو صاحب قران

باقی اشعار اس قصیدے کے صاحب مجمع الفصحا نے نقل نہین کیے ہین
مجمع الفصحا ۱۲۸۴ھ ہجری مین تالیف ہو کر ۱۲۹۵ھ ہجری مین چھپا ہے۔
اور اُس نوے شعر کے قصیدے کے جو نواب صاحب کی مدح مین ہے
۵ شعر سپہر کے اُس قصیدے مین ہین جو اُس نے اعتماد الدولہ مرزا آقا خان
صدر اعظم کی مدح مین لکھا ہے جسکا مطلع یہ ہے۔ ؎

انچہ شاہان کرد نتوانند با تیغ وسنان　　مرد دانا کرد داند با زبان و با بنان

یہ قصیدہ براہین العجم فی قوانین المعجم کے اندر موجود ہے یہ کتاب سپہر نے
فن قافیہ مین ۱۲۷۲ھ ہجری مین تالیف کی ہے اور ۱۲۷۲ھ ہجری مین چھپی ہے
وہ پانچ شعر یہ ہین۔ ؎

کامران چون چرخ وکیوان پاک دل چون مہر وماہ
حکمران چون دہر ودوران نامور چون بحر وکان
دیگرت کوکب نہ بیند یک نظیر از صد نظر
دیگرت گردون نیارد یک قرین از صد قران
مدحتت شہدیست ما وح را کہ فارغ از شرانند
خدمتت سودیست مردم را کہ ایمن از زیان
دشمنت بے نوش ونائے وحاسدت بے برگ وساز

ناصحت ہا آب و رنگ یاورت با قدر و شان
مال بادت بے قیاس و ملک بادت بے حساب
بخت بادت بے زوال و عمر بادت بیکران

نواب صاحب کی نظم فارسی کی روش کا اگر انتہائی فخر ہو سکتا ہے تو اسی قدر ہو سکتا ہے کہ اُس پر نظیری و عرفی و ظہوری وغیرہ کی تتبع کا رنگ چڑھانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن آج کل اہل زبان اس طرز کو نام رکھتے ہین اور تسلیم نہین کرتے جیسا کہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرہ مجمع الفصحا مین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو پسند کرتے ہین اور اُنہی کی تتبع کا دم بھرتے ہین حالانکہ انکے طبقے مین بڑے بڑے نامور شعرا گذرے ہین جنکے کمال اور اُستادی کا انکار نہین ہو سکتا اسی وجہ سے آج کل کے شعراے ایران کے کلام مین بمقابلے اُن شعرا کے جنھون نے صفویہ اور مغلیہ کے عہد حکومت مین ایران یا ہندوستان مین علم امتیاز بلند کیا تھا روانی اور بے ساختہ پن زیادہ ہے۔

منشی صابر حسین صبا سہسوانی ابن محمد احتشام الدین جب ریاست رامپور سے ترک روزگار کر کے بھوپال چلے گئے تو وہان ایک بار انکے سامنے سنجر نے نواب صدیق حسن خان سے کہا کہ یہ جو قصیدہ سپہر کی طرف سے نثار شیرازی ایران سے نواب سید کلب علی خان والی رام پور کی مدح مین لکھا کر لایا ہے یہ بالکل دروغ بندی ہے اس لیے کہ:-

(۱) سپہر ایک بڑی سلطنت مین ایک جلیل القدر منصب پر ہے اور

پھر ایرانی آدمی ہے اور شاعر بھی ہے جو علے العموم متکبر ہوتے ہین ممکن نہین کہ وہ ایسا قصیدہ ایک ایسے رئیس کو لکھتا۔

(۲) اگر کوئی ہندوستانی یہان سے بھیجا جاتا تو اُسکی رسائی سپہر تک ہونے مین زیادہ دشواری نہوتی جتنی ایک ایرانی کی وہان تک پہونچنے مین ہے اور خاصکر نثار تو وہان کے ایک نان بائی کا بیٹا ہے اسلیے اُسکا وقار سپہر کے دربار مین نہین ہو سکتا تھا۔

(۳) یہ قصیدہ ناصرالدین شاہ ایران کی مدح مین ہے اور مجمع الفصحا مین چھپ گیا ہے سپہر مین اتنی جرأت نہین ہو سکتی کہ وہ شاہ کی زندگی مین اُن کے نام کے قصیدے کو ایک غیر شخص کی مدح مین بدل کے اُن کا نام نکال ڈالتا۔

(۴) سپہر کی طبیعت مین کیا اتنی قوت نہ تھی کہ وہ دوسرا قصیدہ نواب کی مدح مین لکھ دیتا۔

(۵) جن جن لوگون کے نام سے نواب کے دیوان کی تصدیق مرقوم ہے اور اُن کی مُہرین لگی ہوئی ہین اُن مین سے اکثر دو تین برس پیشتر مر چکے ہین اور نہ یہ مُہرین ایسی ہین جو اُمرا کی ہونی چاہئین

(۶) سپہر نے نواب سید کلب علی خان کے مرسلہ تحائف تو لیے نہین نثار سے کہدیا تم خود ہی وصول کر لو۔

صبا نے یہ تمام تقریر نواب صاحب کو لکھ بھیجی مجمع الفصحا اُس وقت تک نواب صاحب کے ملاحظے سے نہین گذرا تھا نواب صاحب نے صبا کو

جواب لکھا کہ تم مع سنجر اور مجمع الفصحا کے رامپور آجاؤ۔ چنانچہ یہ دونون یہان آئے نواب صاحب نے مجمع الفصحا کو ملاحظہ کیا۔ سنجر نے عرض کیا کہ جو کچھ مین نے نواب صدیق حسن خان کے سامنے بیان کیا تھا اُس سے مقصود حضور پر عیب لگانا نہ تھا بلکہ نثار کی چالاکی دکھانا مقصود تھا۔ کچھ دنون کے بعد نواب صاحب نے ان دونون کو چار چار سو روپے دیکر رخصت کردیا نثار ان دنون رامپور مین موجود نہ تھا جب وہ رامپور مین آیا تو نواب صاحب نے اُس سے کچھ نہ کہا بلکہ للعہ ماہوار کی جگہ سو روپے ماہوار مقرر کردیے۔

مولوی فرخی صاحب نے نثار سے اس تمام ماجرے کی حقیقت دریافت کی تو اُسنے صرف اس قدر کہا کہ اس مین میرا کوئی دخل نہین مین مجبور تھا۔ نثار کی مراد یہ تھی کہ مین نے یہ جو کچھ کیا ہے نواب صاحب کے ایما سے کیا ہے۔ مگر میرا خیال ایسا ہے کہ نثار کا یہ جواب بھی چالاکی سے خالی نہین نوابصاحب بہادر ایسی شان کے آدمی تھے کہ انکی غیور طبیعت کبھی ایسے گرے ہوئے منصوبے کو روا نہ رکھتی۔

انتخاب تاج فرخی

اے نام ہمایونت زینت دہ عنوانہا	امید عطاے تو آموختہ عصیانہا
ذات تو بود سر حد شوق تو بود بے حد	اشک غم تو باشد آرائش مژگانہا
از شان جمال تو گل کرد کمال تو	افشاندہ نوال تو عطرے بہ گلستانہا
آن احمد مرسل را کردی بجہان پیدا	تو دادہ بیک ایما یک عالم ایمانہا

ابر کرمش هر دم دُرریز بهر عالم　　نواب چرا رنجم از گردش دورانها

غزل

به شب فرقتم اے مونس غمخوار مخسپ　　باش بیدار ببالینم وزنہار مخسپ

بخت من ساختہ چون وعدۂ بیدار مہیا　　تو ہم امشب مۂ من در بر اغیار مخسپ

محتسب مغبچگانند درین راہ بجوش　　مگذر از ہوش و سر کوچۂ خمار مخسپ

دی صنم آمد و بودی تو بخواب نوشین　　اے دل امروز چنین غافل و ہشیار مخسپ

شاید آن اثر از غیب بیاید نواب
گریہ چون شمع نما و بہ شب تار مخسپ

دوش در میکدہ این مژدہ بہ مستان دادند　　کہ شما را دو جہان رندی و ایمان دادند

گل کہ افشاند بہر تہ کہ مبارکباد م　　عندلیبان بدو صد نغمۂ و الحان دادند

از ازل کش مکش محنت و طغیانِ بلا　　بہر آرائش گیسوے تو فرمان دادند

روزِ محشر عوض نامۂ اعمال مرا　　پارۂ چند ز صد پارہ گریبان دادند

نرگس شوخ ترا مست نمودند زناز　　چشمِ بیخواب مرا خواب پریشان دادند

بعد عمرے برہت خاک شدم شکر خدا　　انچہ مرغوب دلم بود بمن آن دادند

دی بیاد تو ہمی رفت بہ گلشن نواب
بخرامے کہ دو صد مست بران جان دادند

زان بہ آغوش تو ہر لحظہ ملالت دارم　　کہ بہ دُنبال وصالت شب فرقت دارم

بہ صد الطاف بر بوالہوسان باش کہ من　　بہمین جور و جفاے تو قناعت دارم

شوق تو گر بگذارد بدلِ من صبرے　　بہر طول شب ہجر تو امانت دارم

کس مبادا چو من سادہ دل اندر عالم / کز چو تو دل شکنے چشم مروت دارم

حشر نواب گر آورد بلائے من ہم
زادۂ جان سوز بدل طرفہ قیامت دارم

از چاک جیب گر بوصالش رسیدمے / صد پیرہن زشوق بوحشت دریدمے

ترسیدم از رقابت خلقے وگرنہ من / دستے زدہ بحشر نقابت کشیدمے

مے کردم آن بہانہ کہ خود ہم ندانمش / ناخواندہ گر بہ بزم تو روزے رسیدمے

مرگم بنیامد آہ وران ساعتے کہ من / نام تو از زبان عدوے شنیدمے

محرم شوی زراز نہانی اگر گفتم / گر دست خود بہ سینۂ من بر نہی دمے

پیوند بستی از سر زلفت بوصل من / تا روز حشر صورت ہجران ندیدمے

مے شد پسند طبع تو ار گریۂ رقیب / اشکے شدہ ز دیدۂ دشمن چکیدمے

بیخود ز شوق گشتہ زدم بوسہ بر لبت / تلخے بعشق تو لب حسرت گزیدمے

گر آمدی چو زکف شکستہ بخانہ ام / بہر نثار عمر خضر را خریدمے

نواب کاش قسمت خارم شدے نصیب
تا در رہش بپاے عدوے خلیدمے

انتخاب رشید خسروانی

عکس رخ سے ترے ہوئے مین وہ جوہر پیدا / جسکے ہر قطرے سے ہو چشمۂ کوثر پیدا

شوق مستی مین ہوئی شورش محشر پیدا / جاؤن میخانہ اگر ہو کوئی رہبر پیدا

سیکڑون دن میرے جلانے کو بنائے اغیار / نہ کیا چرخ نے تیرا کوئی ہمسر پیدا

تو بھی کچھ قدر کر اسکی کہ ہوا ہے ظالم / بعد اک عمر کے ایسا دل مضطر پیدا

چرخ بے مہر کی زینت سے خدا کو کیا کام — میرے گننے کو شب غم کیے اختر پیدا

نہ مٹے ذوقِ خلش ویسے اگر ہون لاکھون — ہر بُنِ مو کی عوض جسم پہ نشتر پیدا

کوستے کیون ہو جو مجھے آج کھڑے مقتل مین — ذبح کرنے کو نہین کیا کوئی خنجر پیدا

ڈوب مرنے کو مرے چاہ ذقن کیا کم تھا — چشمِ ترنے کیے کیون سات سمندر پیدا

قتل کرتے ہو اشارو سے نظر بازو نکو — تیغ ابرو نے کیے کب سے یہ جوہر پیدا

خاکِ در سے ترے ظالم ہوئی پیدایش چرخ — ورنہ ہوتا نہ کبھی ایسا ستمگر پیدا

شکوۂ دردِ سر اتنا تجھے نواب ہے کیون
ہاتھ ٹوٹے ہین ترے یا نہین پتھر پیدا

وہ چشم و رخ دکھاتے ہین سیر گل و شراب — گیسو و لب ہین پیش نظر سنبل و شراب

واعظ نماز و روزہ مبارک رہے تجھے — یان بزم مین ہے زمزمۂ قلقل و شراب

سمجھے نہ اصل خسرو و جمشید کی وہ مست — اللہ جس کو دے صنم بابل و شراب

خوشبو ہو یارب اسکی تو اسکا سرور ہو — پیدا اگر ایسی شے کہ بہم ہون گل و شراب

مطرب ہے دور جام ہے نواب تو بھی چل
گلشن مین آج جمع ہین پھر بلبل و شراب

انتخاب دستنبوے خاقانی

جس شوخ سے ہو سب کو عداوت کی توقع — کیونکر ہو مجھے اُس سے محبت کی توقع

بیماری عاشق کا سبب کوئی نہین اور — اُسکو ہے فقط تیری عیادت کی توقع

افسوس وہ دیکھے غم ہجران کی مصیبت — جس دل مین بھری ہو تری وصلت کی توقع

وہ صدمے اُٹھائے ہین کہ اب روز جزا بھی — دل مین نہ رہی کوئی اذیت کی توقع

اُلفت مین کسی شوخ ستمگار کی مجھ کو | آفت کی ہے اُمید قیامت کی توقع
پھر جا مینگے ون رحمت حق ہی سے وگرنہ | طالع سے تو ہے اپنے مصیبت کی توقع
حیرت ہے مجھے ہو گئی زاہد تجھے کیونکر | واعظ کے فقط کہنے سے جنت کی توقع
نومید ہون لے چرخ ترے جور سے مین کیا | خصلت سے تری ٹوٹی ہے خلقت کی توقع
اب بات بھی کرنے کو نہین چاہتا ہے دل | پہلے تھی بہت حرف و حکایت کی توقع
اس دن کو نہ رکھے مجھے خالق کہ مین رکھون | کہنے سے عدو کے شب وصلت کی توقع

مایوس ہون مین اپنے گناہون سے تو نواب
پر ذات سے خالق کے ہے رحمت کی توقع

انتخاب درۃ الانتخاب

مُنہ سے ہی دعا مانگ مرے مرگ کی ظالم | پر دل سے خدا کیلیے دم بھر نہ ہٹا ہاتھ
تسما ابھی کچھ کچھ مری گردن مین لگا ہی | قربان تری تیغ کے اک اور لگا ہاتھ

تم دل سے تو کیا جان سے بھی جاؤ تو نواب
ہرگز نہ اُٹھائین وہ کبھی بہر دعا ہاتھ

جفا سے ہاے مین گھبرا گیا ہون ہاے کیا ہوگا | یہی صورت رہی یارب جو عمر جاودانی کی
بسر کی اسطرح ہمنے شب فرقت کہ دنیا مین | حکایت رہ گئی تا حشر اپنی سخت جانی کی
نہو واقف جگر بھی درد دل سے یہ ارادہ ہے | کوئی حد ہی نہین ہے اب ہماری بدگمانی کی

غم ہجران مین اب نواب تمکو خوب ہی سوجھی
نہ تم مرتے نہ وہ تعریف کرتے جانفشانی کی

نواب صاحب کے چند ایسے شعر جن مین اور اُستادون کے مضامین کا

توارد ہوا ہے ہم اس موقع پر لکھتے ہین جن سے اُنکے کلام کی نازک خیالی اور
مضامین کی خوبی اور طبیعت کی رسائی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

نواب سید یوسف علی خان ناظمؔ از غزل ذو بحرین

تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو روز مر جانے کی عادت ہے مجھے

نواب سید کلب علیخان نوابؔ تخلص

تجھکو میری قسم نہ رو مجھکو روز مرجانے کی ہے خو مجھکو

سنگی بیگ گرفتار شاگرد شاہ حاتم

درد ہو جس کی کچھ دوا کیجے جی ہی بے چین ہو تو کیا کیجے

نواب

درد ہو تو دوا کرے کوئی تم نہ آؤ تو کیا کرے کوئی

شیخ امام بخش ناسخؔ

خط جو ہم کرچکے تحریر تو پہونچانے کو آشیانوں سے نکل آئے کبوتر باہر

نواب

نامہ یہ کسکو لکھا ہے جو کبوتر سیکڑون میرے آگے بیٹھے ہین مشتاق پر کھولے ہوے

میر حسین تسکینؔ

اب یہ حالت ہے کہ اُنسا بے درد میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

نواب

اب تو یہ شکل ہے کہ اُن کو بھی حال پر میرے رقّت آتی ہے
یہ ناتوان ہون کہ مون اور نظر نہین آتا مومن دہلوی مرا بھی حال ہوا ہے تری کمر کا سا

نواب

کاہش غم سے ہجر مین نواب
کہین تیری کمر نہو جائے

نواب موصوف کے عہد کی مردم شماری

۱۸۷۲ء کے پہلے یہان کے تمام علاقے کی آبادی تین لاکھ بیس ہزار سے لیکر چار لاکھ تک مشہور تھی مگر سنہ مذکور مین ممالک مغربی وشمالی (ممالک متحدہ) کی آخری مردم شُماری کے بموجب یہان کی تعداد مردم شماری ۵۰۷۰۰۴ تک ہوگئی۔ اِس مین سے ۲۶۶۸۱۴ مرد تھے ۲۴۰۱۹۰ عورتین تھین۔ اسی طرح ۲۸۳۳۲۴ ہندو اور ۲۲۳۶۵۸ مسلمان اور دو شخص کرسچن مذہب کے شمار مین آئے تھے۔ لیکن بڑی مردم شماری پر ۱۷ فروری ۱۸۸۱ء کو اِس مردم شماری کی تعداد ۵۴۱۹۱۴ ہوگئی ان مین سے ۳۰۲۹۸۹ ہندو اور ۲۳۸۹۲۵ مسلمان تھے مسلمانون مین سے ۱۲۲۴۲۷ مرد اور ۱۱۶۴۹۸ عورتین تھین۔ ہندون مین سے ۱۵۹۹۳۲ مرد ۳۰۵۷ ۱۴ عورتین تھین اس حساب سے کُل مرد ۲۸۲۳۵۹ تھے اور کُل عورتین ۲۵۹۵۵۵ تھین اِس حساب سے مردون کی تعداد عورتون کی نسبت ۲۲۸۰۴ یا ۸ فی سیکڑہ زیادہ تھی اور تمام مرد و عورت ملاکر ۳۴۹۱۰ آدمی اگلی تعداد پر یا ۶٫۹ فی صدی اضافہ ہوگئے۔ حالانکہ گذشتہ ۹ سال مین ۱۸۷۷و۷۸ء کو قحط سالی اور ۱۸۷۸و۷۹ء کے وبائی بخار نے اِس علاقے کو بہت نقصان پہونچایا تھا اِس خلاف قیاس اضافے سے ظاہر ہے کہ سال مذکور کی مردم شماری نہایت صحت اور درستی کے ساتھ عمل مین

آئی تھی یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ ۱۸۷۲ء کی مردم شماری مین
تمام ممالک مغربی وشمالی (ممالک متحدہ) کے اضلاع کی صحیح تعداد تحریر مین
نہ آئی ہو مردم شماری کے وقت اکثر لوگون کے پوشیدہ کرنے سے جسقدر قوم
اور پیشون کی تحقیق مین اختلاف ہوتا ہے اُس سے زیادہ عورتونکی تعداد مین
تفاوت پیدا ہوتا ہے۔ ۱۸۷۲ء کی مردم شماری کی نسبت ۱۸۸۱ء مین
۱۵۵۴۵ مرد اور ۱۹۳۶۵ عورتین زیادہ شمار ہوئی ہین ان دونون
قسمونکے اتنے اضافے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بار عورتون کی تعداد
پہلے سے زیادہ تر صحیح لکھی گئی تھی یہ تعداد یہان کے تین قصبون ۱۰۷ گانؤن کو
شامل تھی پہلی تحقیقات کے بموجب گھرون کی تعداد ۱۸۰۱۹ دوسری صحت
کے بموجب ۸۵۱۶۰ تھی۔ ۱۸۷۲ء کی مردم شماری کی نسبت ۱۸۸۱ء مین
۱۵۵۴۵ مرد اور ۱۹۳۶۵ عورتین زیادہ شمار ہوئی تھین اس پوری
مردم شماری مین مردون کی تعداد بہ نسبت عورتونکے ہر دس آدمیون مین
۵۲۱۰ کی نسبت سے تھی اور ہندو بہ نسبت مسلمانون کے ہر دس ہزار مین
۵۵۹۱ تھے اسی طرح ہندوؤن کی کُل تعداد مین ہر دس ہزار کی مقدار پر
۵۲۷۸ مرد اور مسلمانون کی کُل تعداد پہ ہر دس ہزار کے گروہ مین
۵۱۲۴ مرد اندازہ کیے گئے تھے۔ تمام مقدار مین ۶۱۶۴۵ شخص
اس علاقے کی پیدایش سے نہین تھے باقی سب یہین کی پیدایش سے تھے
اِس تعداد مین سے ۳۶۷۰۸ عورتین اور باقی مرد تھے مسلمانونکی کُل تعداد
۲۳۸۹۲۵ مین سے ۵۳۵ آدمی جن مین عورتین شامل تھین

شیعہ مذہب تھے اور باقی کُل سُنت وجماعت حنفی مذہب کے لوگ تھے۔

اخبار دبدبۂ سکندری کا اجرا

نواب خلد آشیان کے ایما سے ۱۲ جمادی الاخرے ۱۲۸۳ھ ہجری مطابق ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۶۶ء سے مطبع حسنی مین ایک اُردو اخبار ہفتہ وار موسوم بہ دبدبۂ سکندری جاری ہوا۔ اس اخبار کے بانی مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان متوفے ۲۵ صفر ۱۲۱۷ھ ہجری ابن شاہ محمد خان ہین۔ ان شاہ محمد خان کو نواب سید فیض اللہ خان اپنے ہمراہ افغانستان سے اُسوقت لائے تھے جب احمد شاہ دُرانی کے پاس سے ہندوستان کو لوٹے تھے نواب سید کلب علیخان نے مولوی محمد حسن خان کے ساتھ بہت سے ایسے مخفی احسان فرمائے ہین جن سے یہ خاندان عہدہ برآ نہین ہو سکتا۔ نواب سید مشتاق علیخان نے بھی اپنے عہد حکومت مین مولوی محمد حسن خان کی عزّت کی اور نواب سید حامد علیخان صاحب بہادر نے بھی مولوی صاحب کے ساتھ اُنھین مراعات واکرامات کا برتاو کیا۔ مولوی صاحب نے ۱۰ شوال ۱۳۱۴ھ ہجری کو تہجد کے وقت سفر آخرت اختیار کیا۔ انکی حیات سے انکے بڑے بیٹے مولوی محمد حسین خان اخبار کے مہتمم تھے۔ اُنھون نے ۲۹ شعبان ۱۳۲۲ھ کو انتقال کیا۔ غریق رحمت الٰہی مادۂ وفات ہے۔ ان کے بعد شاہ محمد فاروق حسن صاحب صابری مہتمم واڈیٹر قرار پائے جو مولوی محمد حسن خان کے تیسرے فرزند ہین موجودہ مہتمم صاحب پر سلوک کا مذاق غالب ہے اور شاہ محمد حسن صاحب صابری قدوسی رام پوری سے بیعت ہے ان کا

لباس بھی رنگین اور صابری طریقے پر رہے ۔

تاریخ انتقال خلد آشیان از محب علی خان ساکن امروہہ

وہ فخر ہند تھے تو یہ فخر زمان ہوے نواب اپنے وقت کے شاہ جہان ہوے

افسوس حیف کلب علیخان نواب ہند دنیا سے سوے عالم عقبےٰ روان ہوے

سونی ہوئی ہے ہند اداسی ہو ملک مین جسوقت سے وہ عازم باغ جنان ہوے

قائم تھا انکی ذات سے نام سخا وجود حاتم کو برمکی کو یہ رتبے کہان ہوے

عالم تھے قدردان تھے مردم شناس تھے وصّاف انکے خلق کے پیر و جوان ہوے

تعریف انکے عدل کی مین کیا کرون بیان بے شبہ اپنے وقت کے نوشیروان ہوے

انسا ہوا نہ ایک بھی ہندوستان مین نواب یون تو اور بھی ہونے کو ہان ہوے

فارغ نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ سے مقبول بارگاہ خدا بے گمان ہوے

تاریخ نقل سال یہ کردے محبؔ رقم جا کے وہ اس مکان سے خلد آشیان ہوے

از جناب منشی امیر احمد صاحب مرحوم

الامان از برق تازیہائے چرخ چنبرین الحفیظ از فتنہ سازیہائے این آفت کمین

جاے عبرت باشد این آشوب گاہ پر فتن چشم بکشا و دمے نیرنگ دنیا را بہ بین

کافتاب آسمان شوکت جاہ و جلال ماہ چرخ دولت و اقبال و فیض داد و دین

فخر ارباب سلف سرمایۂ ناز خلف افتخار اولین و اعتبار آخرین

حق پرست و حق پذیر و حق پژوہ و حق شنو حق شناس و حق پسند و حق گذار و حق گزین

شاغل ذکر و نماز و عامل حج و زکوٰۃ پیرو شرع حبیب خاص رب العالمین

خوش مذاق و خوش بیان و خوشخصال و خوش جمال خوش خط و خوشگوے و خوش گفتار و خوش رو و حسین

وارث بے وارثان و چارۂ بے چارگان — میهمان پرور مسافر دوست غمخوارِ حزین

از درِ فیضش اعالی چون ادانی بهره یاب — اغنیا از خرمنش هم چون گدایان خوشه چین

دوست و دشمن هر دو منقاد و مطیعِ حکم او — زانکه رایاتش مظفر بود و آیاتش مبین

پیشِ قدرش آسمان انداختے رفعت بخاک — با وقارش کوه تمکین ساختے نذر زمین

چون نشستے بر سر تخت از پئے جود و نوال — جم بُدے بر آستان و یم بُدے در آستین

شیر دل کلب علیخان بهادر نامور — مالکِ طبل و علم رونق ده تاج و نگین

آنکه با یک کاروان از تابعانِ خویش گشت — زائر بیت الحرام و روضۂ سلطان دین

آنکه اندر عهد او شد رام پور آرام پور — مصطفٰے آباد شد در دور او این سرزمین

در هزار و دو صد و پنجاه پیدا گشت و شد — در هزار و دو صد و هشتاد و یک مسند نشین

در هزار و سه صد و چار از جمادی الآخره — بست و هفتم چار شنبه بود ساعت چار مین

ناگهان زد کوس رحلت سوے دار آخرت — ذوق دین میداشت از دنیا بر افشاند آستین

چشم حق بینش نیفگندے نظر جز سوے حق — حق چو او را مشتغل با خویشتن دید این چنین

خواند در پیشِ خودش تا مورد رحمت کند — حق پرستی روحِ او را برد تا عرش برین

تیره تر شد از فراقش روز روشن همچو شب — شد سیه پوش از و داعش هر کهین و هر مهین

مهر و مه بے نور گشت و جان و دلها بے سرور — آسمان شد پُر غبار و خاک بر سر زد زمین

رفته رفته تا حرم چون رفت زین ماتم خبر — در حریم هر دلے چون محرمان غم شد مکین

ولے قسمت ناز بردارم ز دنیا رفت و من — زنده ام اندر صفِ ماتم ز سر تا پا غمین

بدترم از مردگان امانمی میرم از آن — ره نمے یابد اجل سوے منِ اندوه گین

هر نفس در سینه از پژمردگیهائے دلم — می کشد تصویرِ حسرت چون نگاهِ واپسین

عهدِ پیری راحت افزودن خواہد ور حت کجا — میکند راحت رسان آرام در زیرِ زمین

تا بہ کے افسانۂ این درد نالیہا امیر — تا کجا اظہارِ سوزِ دل بہ آہِ آتشین

دست زن در دامنِ رحمت باخلاص و نیاز — تا دہد جاے بزرگش حق بہ فردوسِ برین

وز پے سالِ وفاتِ آن شہ خلد آشیان — محوِ دیدارِ جمالِ رحمۃٌ للعالمین

نقش کن از خامۂ حسرت سرِ لوحِ مزار

خوابگاہِ حامیِ اسلام امیر المومنین

سنہ ۱۳۰۷ھ

نواب سیّد مشتاق علی خان بہادر خلف نواب سید کلب علیخان بہادر کی مسند نشینی

نواب سید مشتاق علی خان ۲۷ جمادی الاخرے سنہ ۱۳۰۴ ہجری مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء روز چہار شنبہ یوم وفات نواب سید کلب علی خان مرحوم سے رئیس تسلیم کیے گئے۔ مگر ۲۹ جمادی الاخرے مطابق ۲۵ مارچ کو لنگ صاحب کمشنر نے رامپور آکر مسند نشین کیا۔

۲۵ مارچ کے دربار مسند نشینی مین صاحبزادہ سید محمد علیخان عرف چھٹن صاحب شریک نہ تھے یہ مخالفانہ طور پر غیر حاضر تھے۔ پولٹیکل ایجنٹ نے گورنمنٹ ہند کی طرف سے نواب سید مشتاق علیخان کے رئیس ہونے کا اعلان کیا جنرل اعظم الدین خان نے ایک اسپیچ دی جس مین انتظام آیندہ کے مقاصد اور فوائد ریاست اور نواب صاحب کے نیک ارادے کو اپنی رعایا کے مطمئن اور گورنمنٹ عالیہ کے خوش کرنے کے لیے بیان کیا۔ چند لائق لوگون نے اُس وقت نظم و نثر مین تہنیت نامے نواب صاحب کے حضور مین پیش کیے۔ صاحبزادہ سید حیدر علیخان نے آخر مین اُٹھ کر ایک اسپیچ کہی جس مین مختصر طور پر نواب سید کلب علیخان کی مفارقت دائمی کا رنج ظاہر کر کے اپنا اطمینان ظاہر کیا



جناب نواب سید مشتاق علی خان بہادر۔ عرش آشیان

کہ ریاست جانشین جائز کے تفویض ہوئی جس سے بہت فائدونکی امیدین ہین
نوابصاحب نے مسند نشینی کی خوشی مین ۶۲ قیدی رہا کیے۔

تاریخ مسند نشینی از داغ

بہت قدیم نمک خوار معتمد ممتاز ۔ یہ داغ مدح سرا ساکن جہان آباد
امیدوار ترحم ہے خواستگار کرم ۔ نگاہِ لطف رہے خلد آشیان سے زیاد
دعائین دیکے یہ لکھتا ہے مصرع تاریخ ۔ جلوس خسرو عالم پناہ نیک نہاد

مُحب علی مُحب ساکن امروہہ

درین عالم بہر جائے تغیر میشود ہر دم ۔ گہے عشرت گہے کلفت گہے شادی گہے ماتم
چو کردم فکر تاریخ جلوس و ماتم حضرت ۔ خرد گفتہ برفت اسکندر آمد سلیمان ہم

از سید شاہ محمد اکبر سجادہ نشین خانقاہ داناپور ملک بنگالہ

آن رئیس رامپور کلب علیخان شیر حق ۔ رفت زین دُنیا و با آرام در مرقد نخفت
نور عین او کہ باشد تاجدار و زیب تخت ۔ عدل او خاشاک ظلم و جور از عالم برفت
یافت او تختِ پدر تاریخش از اکبر سروش ۔ تاجدار دولت و اقبال و زیب ملک گفت

جنرل اعظم الدین خان کی مدار المہامی

نواب سید مشتاق علیخان نے اپنے عہد مین پہلا کام یہ کیا کہ جنرل
اعظم الدین خان کو دو ہزار روپے ماہوار پر مدار المہام ریاست مقرر کیا۔
نیابت کا کام نواب سید کلب علیخان کے آخر عہد مین صاحبزادہ سید
حیدر علیخان کے برائے نام تھا۔ نواب سید مشتاق علیخان کی مسند نشینی کے
آٹھ دس روز کے بعد سے اُنھون نے یہ کام چھوڑ دیا تھا باوجود یکہ یہ نواب

سید کلب علیخان کے مقرر کیے ہوے تھے لیکن جب جنرل صاحب نے ان سے کُنجیان طلب کین تو فوراً دیدین۔

جنرل صاحب عقل کے پتلے تھے انھون نے نواب سید مشتاق علیخان کو ایسا شیشے مین اُتارا اور اُنکے مزاج مین ایسا دخل پایا کہ وہ علانیہ کہا کرتے تھے کہ مُدار المہام صاحب میرے بھائی ہین میری ریاست کے مالک و مختار ہین جو کچھ وہ کہین وہ کرو۔

۳ مئی کو نواب صاحب نے ایک دربار منعقد کرکے فرمایا کہ "گو مین نے یوم مسند نشینی سے جنرل اعظم الدین خان کو مدار المہام ریاست مقرر کیا ہے لیکن آج کی تاریخ بصلاح صاحب ایجنٹ و نواب لفٹنٹ گورنر آپ سب صاحبونکو مطلع کرتا ہون کہ آپ لوگ اُنکے ہر ایک حکم کی مثل میرے احکام کے تعمیل کرین اور اُنکی اطاعت مثل میری اطاعت کے فرض و واجب جانین مین نے تمام اختیارات ترقی و تنزل۔ تغیر و تبدل کے اُنکے سپرد کیے ہین نظم و نسق ریاست کے جملہ اُمور اُنکے مشورے سے ہونگے کوئی رقم خزانے سے بغیر اُنکی رائے کے ندی جائے گی"

آغاز ماہ نومبر ۱۸۸۷ء مین نواب صاحب نے جنرل صاحب کے پانسو روپے تنخواہ مین اور اضافہ کیے یعنی اڑھائی ہزار روپے ماہوار مقرر کیے گئے۔

ریاست کے انتظامات جدید

(۱) خزانۂ کلان کے ایک کروڑ پانچ لاکھ روپون کے پرامیسری نوٹ خرید لیے گئے۔

(۲) محکمۂ آبکاری جاری ہوا شراب کی فروخت کا ٹھیکہ دیا گیا۔

(۳) علاقۂ قدیم کے لیے اسٹامپ تجویز ہوا۔

(۴) کچہریونکا اجلاس ۹ بجے سے ۱ بجے تک سردی کے موسم مین اور طلوع آفتاب سے ۱۱ بجے تک گرمی کے موسم مین مقرر کیا۔

(۵) ۵ فیصدی کی تخفیف اُن مستاجرونکے لیے منظور کی جنکے موضعات مستاجری کی جمع نواب سید کلب علی خان کے عہد سے سخت تھی یا اُن پر باقی چلی آتی تھی۔

(۶) ایک کونسل مدارالمہام صاحب کے زیر دست مقرر ہوئی جس مین یہ چار ممبر تھے۔ نادر شاہ خان۔ اصغر علی خان۔ عبد اللہ خان۔ لالہ نمپسیری داس یہ ممبر جبرنیل صاحب کے مشورے سے مقرر کیے گئے تھے۔ یہ لوگ نواب سید کلب علی خان کے وقت مین بھی ہمیشہ عمدہ مشیر ورامورمالی وملکی مین خیر خواہ رکن خیال کیے جاتے تھے۔

(۷) ایک کونسل پانچ ممبرون کی جو خاندان ریاست رامپور کے مختلف شاخون مین سے تھی تمام معاملات خاندانی کے انفصال وانضباط کے لیے مقرر کی۔ اس کمیٹی کے ممبر قرعہ اندازی کے طور پر ایک جلسہ خاندانی کے مجمع مین جو اس کام کے واسطے رنگ محل مین ۲۵ ستمبر ۱۸۸۷ء کو صبح کے وقت منعقد ہوا تھا انتخاب کیے گئے۔ اس جلسے کے بذات خاص نواب صاحب بہادر میر مجلس تھے اور نواب کی خواہش ایسی ایک کونسل کی ترتیب وانعقاد کے باب مین عام طور پر ایک مختصر اور جامع اسپیچ کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ پانچون ممبر جو اس طور پر منتخب کیے گئے ہین باہم باقاعدہ

جمع ہو کر مہینے مین دو تین بار خاندان کے مُقدمات کو فیصل کیا کرین۔ تجویزین اِس کونسل کی صرف حکمران وقت کی نظر ثانی کے قابل قرار پائین۔

(۸) ایک پنچایت چار معزز ممبرون کی جو ہندوٗن کے چار اصلی فرقون یعنی برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ اور شُدر مین سے تھے مقرر کی۔ اُنکا کام یہ تھا کہ مقدمات دیوانی یعنی وراثت۔ تبنیت۔ شادی اور دوسرے رسوم ورواج ہنود کا فیصلہ کرین بشرطیکہ فریقین مقدمہ ہنود ہون اور اگر فریقین مین سے ایک فریق ہندو ہو اور دوسرا مسلمان تو وہ مقدمات مفتی دیوانی کے زیر اہتمام ہونگے جسکے لیے پنچایت ایک میر مجلس اُن شرائط اور قرارداد کے موافق جو قواعد متعلقہ پنچایت مین قرار دیے گئے ہین منتخب کرے گی۔

(۹) خیرات مانگنے کے لیے بازار مین بہت آدمی پھرتے تھے جو درحقیقت محتاج خیرات وصدقات نہ تھے بلکہ صحیح الاعضا تھے جو قوت بازو سے محنت کے ذریعے سے بسر اوقات کر سکتے تھے اور طُرّہ یہ کہ یہی لوٗگ سرکار سے بھی بحیلۂ صدقات بہت کچھ حاصل کرتے تھے مگر جو لوگ واقعی محتاج تھے وہ محروم تھے اِسلیے مستحقین مثلاً پردہ نشین عورتون کو فی اسم دو روپے دیا جانا تجویز ہوا۔ ستمبر ۱۸۹۸ء تک نقد روپیہ تقسیم ہوا کیم اکتوبر سے ایک وسیع محتاج خانہ قائم کیا گیا جس مین کھانا پکوا کر محتاجون کو تقسیم کیا جاتا ہے اور سرما و گرما کے قابل لباس بھی ملتا ہے۔

(۱۰) مساجد و زیارات شہر کی مرمت اور اُنکی آبادی و دُرستی کیلیے ایک کمیٹی شہر مین قائم کی جس کے ممبر علما تھے۔ کمیٹی کو بیس روپے تک

کسی ایک کام مین اپنی رائے سے صرف کرنے کا اختیار دیا گیا تھا اُس سے زیادہ خرچ کرنے کے لیے منظوری حاصل کرنی ہوتی تھی اسی طرح مفصلات کے لیے ہر پرگنے مین تحصیلدار کے زیر اہتمام ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کا کام مساجد کی مرمّت اور آبادی مین کوشش کرنا تھا۔

(۱۱) سرشتۂ پولیس مین سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا قواعد سکھائی متواتر ترقیان اور انعام دیے۔

(۱۲) ایک ایک روپیہ سپاہیان فوج کا اضافہ کیا گیا دو کمپنیان گورکھیونکی بھرتی کی گئین اور ایک جیل کمپنی اور قائم کی گئی۔

(۱۳) بجٹ آمد و خرچ ریاست کا سلسلہ شروع ہوا۔

(۱۴) مدرسۂ عالیہ مین ریاضی اور ادب کی شاخ بڑھائی گئی اور تمام ضروری قواعد و ضوابط تعلیم کے باب مین ایک کمیٹی کے ذریعہ سے جسمین سربرآوردہ علماے شہر شامل تھے مقرر کیے گئے۔ موضع کھاتہ پرگنہ ملک مین ایک انگریزی مدرسہ قائم کیا اور ابتدائی مدارس تحصیلات مین جاری کیے پٹواریونکی تعلیم کے لیے شہر اور مفصلات مین مدرسے کھولے۔ صدر کے انگریزی مدرسے کو ترقی دی گئی اسکی بُنیاد اگرچہ نواب سیّد کلب علیخان نے قائم کی تھی مگر نواب سیّد مشتاق علی خان بہادر کے عہد سے پہلے انگریزی تعلیم کی جانب توجہ کم تھی۔ اِس سے قبل تک اہل رامپور اور اُن کے بزرگون کا جو کچھ سرمایۂ فخر و کمال تھا یہی عربی کے علوم اور عربی زبان تھی یکم مارچ ۱۸۸۷ء کو نواب موصوف کی منظوری سے سرکار انگریزی کے مدرسون کے موافق مدرسہ

انگریزی کا انتظام کیا گیا اور اس مدرسے مین مڈل کلاس تک تعلیم کا بندوبست ہوا۔ نواب موصوف کے مرنے کے بعد کرنیل ونسنٹ صاحب کی پریزیڈنٹی کے عہد مین اس مدرسے کو بہت ترقی ہوئی اور انٹرنس کی پڑھائی اسمین ہوتی ہے مگر کسی طالبعلم سے فیس نہین لی جاتی۔

(۱۵) یکم اکتوبر ۱۸۸۰ع کو خاص تحصیل تخفیف مین لا کر اُسکے دیہات دوسری تحصیلات کے شامل کر دیے۔

(۱۶) ایک عملہ شہر رامپور کی صفائی کے واسطے مقرر کیا گیا۔

(۱۷) یکم جولائی ۱۸۸۰ع سے کانجی ہوس مقرر کیے ایک خاص رامپور مین اور چار تحصیلات بلاسپور۔ سوار۔ ملک۔ اور شاہ آباد مین۔

صیغۂ مالگذاری مین انقلاب عظیم

ریاست کی آمدنی زمین کے وصول کرنے کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور جسکی معرفت یہ روپیہ وصول ہو کر آتا ہے اُسکو مستاجر کہتے ہین معمولی حد ٹھیکے کی دس سال کی ہوتی ہے مستاجر سے قبولیت نامہ لیکر ریاست کی جانب سے پٹہ دیا جاتا ہے۔ قبولیت نامے کا مضمون مقرر ہے اُس مین مستاجر کی جانب سے چند شرطونکا اقرار ہوتا ہے اول روپے کا اقساط مقررہ پر ادا کرنا دوسرے رعایا کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا اور اُنکو دوسرے کے ظلم اور دباؤ سے بچانا تیسرے ہر قسم کے درخت کی حفاظت کرنا چوتھے زراعت مین ترقی کرنا۔ اگر ٹھیکے مین کئی آدمی شریک ہوتے ہین تو اُن سب سے شامل اور جدا گانہ اقرار نامہ لیا جاتا ہے اگر مستاجر کے ظلم سے کوئی اسامی بھاگ جاتی ہے تو اُس مستاجر سے ہنگام ختم

ہونے ٹھیکے کے فی ہل مفرور پندرہ روپے جرمانے کے داخل کرائے
جاتے ہین یہ شرط بھی قبولیت نامۂ مذکورۂ بالا کی شرطون کا ضمیمہ ہوتی ہے
اور کُل ہل ہنگام سپردگی پٹہ کے شمار کرکے دیے جاتے ہین۔ اُسی کے بموجب
ہنگام ختم ٹھیکہ کے گن لیے جاتے ہین یہ بندوبست اس علاقے مین نہایت موثر ہے
اور یہ اقرارنامے بطور قوی سند کے مانے جاتے ہین۔ نواب سید کلب علیخان
کے عہد تک ٹھیکہ دینے کا طریقہ یہ تھا کہ مستاجرون کی درخواستون پر دیا جاتا تھا
ہر تحصیل کے تمام گانوؤن کو کئی حصّون پر تقسیم کرکے ایک حصّہ کا نام لمبر رکھا
ہر لمبر کا ٹھیکہ علٰحدہ علٰحدہ ہوتا۔ جس وقت ایک لمبر کا ٹھیکہ قریب اختتام پہونچتا
یعنی اُسکی میعاد مستاجری ختم ہونے کو ہوتی تو بذریعۂ اشتہار پہ گنے کے صدر مقام
اور نیز دوسرے مشہور مقامون پر اعلان کردیا جاتا۔ ہر درخواست دہندہ
بغیر اجازت سرکاری کے اپنی ذمہ داری اور کفالت سے بری نہین ہوسکتا
کفالت مین جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونون مقبول کی گئی تھین منقولہ مین
نقد روپیہ یا کسی معتبر مہاجن کا ذمہ ہوتا تھا اور غیر منقولہ مین مُلک معافی۔
باغات اور مکانات لیے جاتے تھے۔

یہان کی مستاجری کا طریقہ جو گردو نواح کے انگریزی علاقے کے
قانون سے کسی قدر تفاوت رکھتا ہے اُس مین بہت بڑی نتیجہ اور مصلحت
نکلتی ہے اس سے مستاجری کا عہدنامہ مستاجر کی زندگی تک اُس کو فائدہ
پہونچا سکتا ہے اُسکے مرنے کے بعد حق وراثت اُسپر مرتّب نہین ہوسکتا
اگر ایسا نہوتا تو اس علاقے مین اس قدر مالکانہ دعوے پیدا ہوتے کہ

ریاست کو بڑی تشویش مین مبتلا ہونا پڑتا۔ اس قسم کے داخل خارج جن سے موجودہ مستاجر کے حقوق تلف ہو سکتے ہین اس ریاست مین رائج نہین ہین۔ کسی مستاجر یا مالگذار کو بمعافی لگان کسی قطعہ زمین کی کاشت کرلنے کا یا اُس مین باغ لگولنے کا بلا اطلاع ریاست اختیار نہین اور اپنی میعاد ٹھیکہ سے زیادہ مدت کے لیے معافی نہین دے سکتا۔

نواب سید مشتاق علی خان کے عہد مین مستاجری کا قاعدہ بدل دیا گیا اس طرح کہ کاسی موضع کا نقشہ مرتب و طبع کرا کے مشتہر ہونے لگا اور نیلام کی تاریخ و وقت کا تعین ہو کر جلسۂ عام مین نیلام ہونے لگا ہر شخص اپنی خوشی اور اندازے کے موافق اضافہ کرنے لگا اور اس وجہ سے جمع مالگذاری مین بہت توفیر ہو گئی چنانچہ ۹۰-۱۸۸۹ء کے سال مین علاقہ قدیم وجدید مین مطالبہ مالگذاری ۱۹۶۶۷۹۷ روپیہ ۱۵ آنہ ۱۱ پائی تھا آمدنی سوائی اس کے سوا تھی۔ بظاہر یہ طریقہ بمقابلے طریقہ سابق کے بلحاظ رفاہ عام و بہبود ملک کے زیادہ مناسب و بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مستاجر سوچ سمجھکر حیثیت موضع پر لحاظ کر کے جلسۂ نیلام مین گانون لیوین مگر یہان وسائل آمدنی کم ہین اسلیے ہر شخص گانون کی مستاجری لینے کو آمادہ ہوتا ہے اور اس صورت مین جمع سنگین ہو جاتی ہے اور پھر مستاجر تباہ و پریشان ہو جاتے ہین اور اکثر قبل میعاد ختم مستاجری استعفا داخل کرتے ہین۔ جو لوگ شرائط نیلام مثلاً ادخال زر ضمانت وغیرہ مین قاصر رہتے ہین۔ اُنسے گانون نہین چل سکتے

تو اُنکے دیہات دوبارہ نیلام ہوتے ہین اور جزو کمی نیلام حتے الامکان اُنسے وصول ہوتا ہے۔

گانُون جس قدر جمع پر مستاجر کے نام پر چھوٹتا ہے اُس کے علاوہ مستاجر کو ابواب کی رقم بھی دینی ہوتی ہے اور شرح ابواب تمام ریاست مین یکسان نہین ہر ایک جگہ علٰحدہ ہی کہین پندرہ روپیہ سیکڑہ ہے کہین اٹھارہ روپیہ کہین بیس روپیہ وغیرہ وغیرہ۔ نواب سیّد فیض اللہ خان کے عہد مین کارخانون کے مصارف کیلیے رعایا کے ذمے جو چیزین مقرر تھین بعد کو اُن سب چیزون کے بدلے نقد قیمت مقرر ہوکر ابواب کی صورت پکڑ لی اس مین اور بھی بہت سی رقمین شامل ہین پھول پھل اور پانی اور جنگل کے منافع کی رقومات کو اسی مین محسوب کرلیا ہے۔

مستاجر کو اپنے کل ٹھیکے یا اُس مین سے بعض حصّے کے کتکنہ یعنی اجارہ دینے کی اجازت ہے مگر سرکاری معاملات مین مستاجر اول کی ذمہ داری قائم رہتی ہے کتکنہ دار سے کچھ واسطہ نہین ہوتا مگر جبکہ پورا اطمینان کتکنہ دار کی طرف سے ہوجائے اور ریاست منظور کرلے تو اُس وقت مستاجر اول سبکدوش کردیا جاتا ہے۔ اسی طرح کتکنہ دار بھی اپنی طرف سے دوسرے کو اجارہ دے سکتا ہے کہ اُس کو سکنہ دار کہتے ہین۔ لفظ سکنہ دار شاید سکنے سے ماخوذ ہے۔

نواب سید محمد سعید خان جب اس ریاست مین مسند نشین کیے گئے تو جہان اُنھون نے اور سررشتون کی درستی کی وہان ریاست کے

مال کی بھی درستی کی مگر اس صیغے کا کوئی دستور العمل مدون نہین کیا بلکہ اُنکے وقت مین اور نیز نواب سید یوسف علی خان اور نواب سید کلب علیخان اور نواب سید مشتاق علی خان کے عہد تک عند الضرورت احکام ہدایتی جاری ہوتے رہے نواب سیّد یوسف علی خان کے وقت مین صرف ایک دستور العمل لگان ۱۲۸۰ہجری مین بطور خلاصہ ایکٹ سرکار انگریزی جو اس وقت جاری تھا مرتب و مطبوع ہوا تھا مگر اُس کا بھی عمل درآمد قرار واقعی نہین پایا گیا۔ علاقہ جدید کے انتظام مین رعایت قواعد سرکار انگریزی کی قرار پائی ہے اسلیے اُسکے واسطے سرکار انگریزی کے قواعد مرتب و مجتمع ہین۔ علاقۂ قدیم کے لیے کونسل آف ایجنسی ریاست رامپور نے ایک قانون لگان مرتب کرکے ۲۳ نومبر ۱۸۹۱ء سے نافذ کیا۔

علاقۂ جدید مین قواعد زمینداری پورے پورے انگریزی علاقے کے موافق مروج ہین یہ علاقہ جب ملا تھا تو اُسکی آمدنی ایک لاکھ اٹھائیس ہزار پانسو ستائیس روپے چار آنے تھی۔ اِن دیہات کا بندوبست گذشتہ بست سالہ مین ابتدائے ۱۲۷۵فصلی لغایت ۱۲۹۴فصلی ریاست کے زیر اہتمام ایک ہندوستانی عہدہ دار نے ضلع بریلی کے قواعد کے موافق کیا تھا کوئی انگریزی افسر ریاست کی طرف سے مامور نہ تھا اُس وقت مین ایک لاکھ پچیس ہزار ترانوے روپے کی جمع مقرر ہوئی تھی۔ اِس میعاد کے منقضی ہونے پر پھر بندوبست مطابق میعاد گذشتہ بست سالہ صاحبزادۂ سید ہادی علی خان نے تجویز کیا اِن دیہات مین کوئی گانون ایسا نہ تھا